طالبِ علم کے شب و روز

تالیف

ناشر

۳/۴۴۵، بہادر آباد، کراچی نمبر ۵۔ فون: ۴۹۳۵۴۹۳-۰۲۱

طالب علم کے
شب و روز

تالیف
مولانا محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

ناشر
مکتبۃ الشیخ
۳/۴۴۵، بہادر آباد، کراچی نمبر ۵۔

نام کتاب .... طالب علم کے شب و روز

مؤلف .... مولانا محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

ناشر .... مکتبۃ الشیخ ۳/۴۴۵ بہادر آباد کراچی

اشاعت اوّل .... ۱٤۳۰ھ / 2009ء

اسٹاکسٹ

مکتبہ خلیلیہ

دکان ۱۹، سلام کتب مارکیٹ، بنوری ٹاؤن، کراچی۔

دیگر ملنے کے پتے

کتب خانہ اشرفیہ .... اردو بازار کراچی

زم زم پبلشرز .... اُردو بازار کراچی

کتب خانہ مظہری .... گلشن اقبال کراچی

اقبال بک سینٹر .... صدر کراچی

دار الاشاعت .... اُردو بازار کراچی

اسلامی کتب خانہ .... بنوری ٹاؤن کراچی

مکتبہ انعامیہ .... بنوری ٹاؤن کراچی

مکتبہ عمر فاروق .... شاہ فیصل کالونی، کراچی

مکتبہ ندوہ .... اُردو بازار، کراچی

مکتبہ رحمانیہ .... لاہور

ادارہ اسلامیات .... لاہور

مکتبہ حقانیہ .... ملتان

مکتبہ قاسمیہ .... لاہور

فہرست عنوانات

طالب علم کے لئے تقویٰ کی ضرورت
یعنی تقوے کے ذریعہ باطن کی اصلاح کیجئے ۵۰

طالب علم کے لئے ادب کی ضرورت

طالب علم کے لئے اساتذۂ کرام کے ادب واحترام کی اہمیت......۸۰

درس ودرسگاہ کے شب وروز......۱۰۱

علم کی اہمیت اور حصول علم میں اکابر کے پُر اثر واقعات ۱۲۸

طالب علم کے لئے مطالعہ کی اہمیت ۱۶۲

کتابوں کے متعلق شب و روز کیسے ہوں ... ۱۷۳

ساتھیوں کے حقوق اور نیک ساتھی کی اہمیت ۲۲۵

مناظرے اور مناظرہ بازی سے طلبہ اپنے کو بچا کے رکھیں ۲۳۷

سادگی اور بے تکلفی کا اہتمام کیجئے ۲۵۴

طلبہ کو اپنی صحت اور تندرستی کا خیال رکھنا چاہئے ۳۰۸

طالب علم کے لئے مختصر معمولات شب وروز...... ٣٣٧

انتساب

کتاب ہذا کا انتساب میں ایک گہربار، برگزیدہ اور سراپا اخلاص شخصیت کی طرف منسوب کرتے ہوئے اپنے حق میں سرمایہ صد افتخار تصور کرتا ہوں، اس سے مراد راقم الحروف کے شیخ محترم اور پیر و مرشد، رہنمائے شریعت، مرشد طریقت، شہسوار میدان طریقت، مہر شریعت، بدر طریقت حضرت مولانا محمد شمس الرحمٰن العباسی غفوری دامت برکاتہم و فیوضہم کی ذات اقدس ہے، جن کی نگاہ عارفانہ کے طفیل علم دین کی تمام تر مشکلیں راقم کے لئے آسان ہوگئیں اور ساتھ ساتھ ان کے اسم گرامی سے معنون کر کے فخر ومباہات اُخروی کا سرمایہ بہم پہنچاتا ہوں۔

شاہاں چہ عجب گر بنواز ند گدارا

بندۂ نابکار

شفاعت امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کا محتاج

محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

مدرسہ ہے وطن اپنا

ہمیں دنیا سے کیا مطلب مدرسہ ہے وطن اپنا
مریں گے ہم کتابوں پر ورق ہو گا کفن اپنا

کسی کو مال و سیم و زر ہمیں علم و ہنر بخشا
اسی پر مر مٹیں گے ہم گھلا دیں گے بدن اپنا

سیاحت کا جسے ہو شوق پھرتا ہے وہ شہروں میں
کتب بینی ہے سیر اپنی، کتابیں ہیں چمن اپنا

ہمارا شغل ہے شب و روز تعلیم و تعلم کا
نہیں بنتے ہیں فتنہ راہ میں فرزند و زن اپنا

نہیں مقصد ہمارا کسب دولت علم ملت سے
لگانا ہے رفاہِ عام میں یہ علم و فن اپنا

عمل مقصودِ اول ہے یہی مطلوبِ فطرت ہے
اگرچہ خام رہ جائے ذرا تابِ سخن اپنا

ہم اپنی دھن کے پکے ہیں اور اپنے عشق میں کامل
بنا سکتا نہیں کچھ بھی دار و رسن اپنا

جو راہِ عشق میں کام آئیں تو گور و کفن مت دو
یونہی کھایا کریں گے لحم و خون زاغ و زغن اپنا

ہمارا علم ہے عشق و لیلیٰ ہے ہم مجنوں
اسی پر ہیں فدا مغز و دل و چشم و دہن اپنا

ہمارا فرض ہے تعلیم بھی ورزش، ریاضت بھی
کریں پھر ہند پر حملہ تو ہو دہلی، دکن اپنا
تمنائے خلیق اتنی ہے تجھ سے رب سبحانی
کہ ہر شاگرد بن جائے اتالیقِ زمن اپنا

علم کی روشنی

علم ساری رفعتوں کا نقطۂ آغاز ہے
عرش و کرسی سے بھی آگے علم کی پرواز ہے
علم نے آدم کو مسجودِ ملائک کر دیا
علم نے لقمان کو حکمت کا سیم و زر دیا
علم نے سود و زیاں کی پرکھ کا مسطر دیا
جس نے رشتہ اس سے جوڑا رتبہ برتر دیا
علم ساری رفعتوں کا نقطۂ آغاز ہے
عرش و کرسی سے بھی آگے علم کی پرواز ہے
کس نے نعماں کو تھمائی اہلِ سنت کی زمام
کس نے مالک کو بنایا دارِ ہجرت کا امام
شافعی و ابنِ حنبل کو دیا اعلیٰ مقام
کس نے رازی اور غزالی کو بنایا نیک امام
علم ساری رفعتوں کا نقطۂ آغاز ہے
عرش و کرسی سے بھی آگے علم کی پرواز ہے
علم نے بزمِ جہاں میں کیا سے کیا رنگ بھر دیئے
علم نے قطرے اٹھائے اور دریا کر دیئے

علم نے دنیا کو کتنے قائد و رہبر دیئے
علم نے قاسم، رشید و اشرف و انور دیئے

علم ساری رفعتوں کا نقطۂ آغاز ہے
عرش و کرسی سے بھی آگے علم کی پرواز ہے

علم سنگ میلِ منزل علم جوشِ کارواں
علم ہر ایک کی ضرورت مرد و زن پیر و جواں

علم سر وحدتِ حق علم بحرِ بیکراں
علم میراثِ نبوت علم آبِ تشنگاں

علم ساری رفعتوں کا نقطۂ آغاز ہے
عرش و کرسی سے بھی آگے علم کی پرواز ہے

مال کا ہے تو محافظ علم تیرا پاسباں
مال تیرا زندگی تک، علم زادِ دو جہاں

مال میں چھینا جھپٹی علم میں اس سے اماں
علم خرچ ہو تو بڑھے اور مال خرچ ہو تو زیاں

علم ساری رفعتوں کا نقطۂ آغاز ہے
عرش و کرسی سے بھی آگے علم کی پرواز ہے

علم کی خاطر مشقت میں سنبھلنا چاہیۓ
شمعِ محفل کی طرح ہر دم پگھلنا چاہیۓ

سستی و غفلت کو چستی سے بدلنا چاہیے
ہر قدم منزل ہے یارو! دل مچلنا چاہیے

علم ساری رفعتوں کا نقطۂ آغاز ہے
عرش و کرسی سے بھی آگے علم کی پرواز ہے

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم
نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

عرضِ حال

ہمارا تعلیمی نظام اگر چہ بے شمار خوبیوں کا حامل ہے مگر طلبہ واساتذہ میں جو خاص تعلق اور نسبت ہونی چاہئے اب وہ مفقود نظر آرہی ہے، اخلاق وکردار، استعداد اور علمی لیاقت میں دن بدن کمزور ہوتے جارہے ہیں، اخلاص، للّٰہیت، دینی درد اور مذہبی حمیت جیسی صفات سے دوری بڑھتی جارہی ہے، یہی وجہ ہے کہ فراغت کے بعد ہمارے یہ نونہال جب زندگی کے میدان میں قدم رکھتے ہیں تو وہ خود بھی اپنے آپ کو ادھورا محسوس کرتے ہیں اور امت کو بھی ان سے پورا فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

آج ہماری تعلیم اور نظامِ تعلیم حقیقی روح سے خالی ہو چکا ہے، ورنہ ابھی قریبی دور میں جن علوم کو پڑھ کر امت میں قاسم ورشید، یحییٰ وخلیل، مدنی وتھانوی، عثمانی اور کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہم جیسے سینکڑوں علماء پیدا ہوئے، جنہوں نے ایک عالم کو سیراب کیا، جو آسمانِ علم وہدایت کے آفتاب وماہتاب بن کر چمکے، جن کے علوم نے اس آخری دور میں سمرقند وبخارا اور بغداد کی یاد تازہ کردی تو کوئی وجہ نہیں کہ اب انہیں علوم کو پڑھ کر ویسی شخصیتیں پیدا نہ ہوں، اللہ تعالیٰ ان بزرگانِ دین، علمائے حق کے علمی وروحانی فیض کو جاری وساری رکھے۔ آمین

اس حالت کے پیشِ نظر ایک داعیہ پیدا ہوا کہ اگر کوئی رسالہ اس قسم کا لکھ دیا جائے جس میں طالبانِ علومِ دین کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس دلایا جائے جس سے وہ اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں اور مزید آگے چل کر احیاءِ سنت اور اصلاحِ امت کے فرائض انجام دے سکیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ کام اختتام کو پہنچا، اب بفضلہٖ تعالیٰ اس

کتاب کا نام

''طالب علم کے شب وروز''

رکھتا ہوں۔

اللہ پاک بندۂ ناچیز کی اس حقیر خدمت کو قبول فرمائے اور اللہ پاک ہم سب کو دینِ اسلام پر مکمل چلنے کی توفیق نصیب فرمائے اور سب کے طفیل سے اس سیاہ کار کی بھی اصلاح فرمائے۔ آمین، ثم آمین یارب العالمین۔

راقم اثیم

محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

طلب علم کے سفر میں اخلاص نیت پیدا کیجئے

نیت کا بیان

حدیث انما الاعمال بالنیات

انما الاعمال بالنیات و انما لامری ما نوی فمن کانت ھجرتہ الخ ،

اس حدیث کا پہلا جز انما الاعمال با لنیات بتلا رہا ہے کہ اعمال شرعیہ کا ثواب بغیر نیت کے حاصل نہیں ہوتا۔ اعمال کی تفسیر اعمال شرعیہ سے اس لئے کی گئی ہے کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اعمال غیر شرعیہ سے بحث کی ضرورت ہی نہیں پھر آگے ہجرت کا ذکر فرمانا اس کا قرینہ ہے۔ اور ثواب الاعمال کی تفسیر اس لئے کی گئی کہ وجود اعمال بغیر نیت کے ہوسکتا ہے چنانچہ مشاہدہ ہے لہٰذا توقف وجود اعمال علی النیۃ شارع کا مقصود نہیں ہوسکتا یعنی شارع کا یہ مقصد نہیں کہ اعمال کا وجود ہی نیت پر موقوف ہے اور بغیر نیت کے اعمال وجود میں آ ہی نہیں سکتے کیونکہ اول تو یہ خلاف واقعہ ہے۔ دوسرے وجود اشیا بھی ان امور کے قبیل سے ہے جو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بحث سے خارج ہیں (اس لئے کہ بہتیرے کام بندے سے بھول چوک سے صادر ہو جاتے ہیں حالانکہ بندہ ان کا ارادہ نہیں کرتا) شارع کا مقصود احکام کو بیان کرنا ہوتا ہے نہ کہ بیان کیفیات وجود کا۔ اب اس میں گفتگو ہوسکتی ہے کہ یہاں صحت اعمال مراد ہے کہ یا ثواب اعمال۔ سو اس کا جواب حنفیہ نے کتب فقہ میں دے دیا ہے کہ چونکہ اعمال کا ثواب نیت پر موقوف ہونا اجماعی ہے اس لئے تقدیر صحت سے تقدیر ثواب اولیٰ ہے اور ثواب و رضا باہم قریب قریب ہیں جب حق تعالیٰ کسی عمل پر ثواب دیں گے تو اس سے راضی بھی ہونگے دوسرے ثواب سے بھی رضا ہی مقصود ہے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ رضاء ثواب کا اعلیٰ فرد ہے۔ (التبلیغ، ج ۷ ص ۱۳۳)

اس کے بعد حضور ﷺ نے ہجرت کے متعلق صاف فرما دیا کہ اگر اس سے خدا مطلوب نہ ہو تو شرعاً قابل قدر اور لائق اعتبار نہیں۔ اور اس سے خدا تک وصول نا ہوگا۔ اسی طرح جملہ افعال شرعیہ میں غور کر لیا جائے کہ مقصود کی نیت اور قصد سب میں

شرط ہے بدون اس کے وہ موجب وصول نہیں ہو سکتی نصوص شرعیہ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ بدون نیت کوئی عمل مقبول نہیں۔ (التبلیغ، ج ۷ اص ۱۳۴)

کیا بغیر نیت کے بھی ثواب مل سکتا ہے؟

دیکھئے اگر کوئی اپنے باپ یا لڑکے کو کچھ دے تو نیت ثواب کی نہیں ہوتی لیکن ثواب ملتا ہے جیسے حدیث شریف میں ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ دے تو اس کو بھی ثواب ملتا ہے حالانکہ بیوی کو کوئی ثواب کی نیت سے نہیں دیتا بلکہ اگر اس کو ثواب کی نیت کی خبر ہو جائے تو اس کو ناگوار ہو اور انکار کر دے کہ کیا میں خیرات خوری ہوں۔ (التبلیغ ص ۱۳۴ ج ۷ اما حاجیہ الصبر)

بغیر ثواب کی نیت ہونے کی تحقیق

قاعدہ: یہاں اہل علم کو یہ شبہ ہوگا کہ انما الاعمال بالنیات ارشاد ہے پھر بدون قصد کے ثواب کیسے ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بلا نیت کے اعمال کا ثواب تو نہیں ہوتا لیکن غیر اختیاری خیر کا ہوتا ہے چنانچہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص کھیتی کرے پودے یا کوئی درخت لگائے اور اس میں سے کوئی انسان یا جانور کھا دے تو اس کو اجر ملتا ہے۔ دیکھئے یہاں نیت کہاں ہے بلکہ اس کے خلاف کی نیت اور کوشش ہے کہ کھانے والے کو روکتا ہے کھلانے کی نیت تو کہاں اگر باہم کو کھلاتا ہوا دیکھ لے تو ڈنڈوں سے خبر لے تو دیکھئے جس انتفاع کا وہ مخالف ہے اور اپنے عمل سے اس پر دلالت بھی قائم کر رہا ہے کہ میری نیت اس کی نہیں ہے پھر بھی اجر ملتا ہے تو بلا نیت اجر ملنا صرف بسببیت بدوں مباشرت کے ثابت ہوگی۔ غرض اعمال اختیاریہ کا ثواب نیت پر موقوف ہے نہ کہ اس خیر کا جس کا یہ بلا مقصد سبب بن گیا ہے۔ (الافاضات الیومیہ ص ۳۰ ج ۱۰)

نیت کا قاعدہ

فرمایا افعال اختیاریہ میں صرف ابتداءً ارادہ کرنا پڑتا ہے۔ البتہ مضاد (یعنی اس

کے خلاف) کی نیت نہ ہونا شرط ہے، جیسے کوئی شخص بازار جانا چاہتا ہے تو اول قدم پر تو قصد کرنا پڑے گا پھر چاہے کتاب دیکھتے ہوئے جائے یا باتیں کرتے ہوئے ہر قدم پر قصد کی ضرورت نہیں۔ (الافاضات الیومیہ، ص ۳۰ ج ۱۰)

نیک نیت سے مباح تو عبادت بن جاتا ہے لیکن معصیت مباح نہیں ہوتی

نیک نیت سے مباح تو عبادت بن جاتا ہے لیکن معصیت مباح نہیں ہوتی خواہ اس میں ہزار مصلحتیں و منفعتیں ہوں۔ اور یہ قاعدہ تو بہت ہی بدیہی ہے مثلاً اگر کوئی شخص اس نیت سے غصب (ڈاکہ) وظلم کر کے مال جمع کرے کہ محتاجوں اور مسکینوں کی امداد کرے گا تو ہرگز ہرگز غصب جائز نہیں ہوسکتا خواہ لاکھوں فائدے اس پر متفرع ہوں۔

(اصلاح الرسوم، ص ۱۳۴۔ بوادر، ج ۲ ص ۸۱۷)

انفاق فی سبیل اللہ میں نیت کے اعتبار سے تین قسمیں

نیک کام میں خرچ کرنا باعتبار نیت کے تین قسم کا ہے ایک نمائش کے ساتھ اس کا کچھ ثواب نہیں دوسرے ادنیٰ درجہ کے اخلاص کے ساتھ اس کا ثواب دس حصہ ملتا ہے۔ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ الخ میں اس ادنیٰ ہی کا بیان ہے تیسرے زیادہ اخلاص یعنی اس کی اوسط یا اعلیٰ درجہ کے ساتھ اس کے لیئے اس آیت میں وعدہ ہے دس سے زیادہ سات سو تک علی حسب تفاوت المراتب۔ (بیان القرآن، ج ۱ ص ۱۵۰)

اخلاصِ نیت

طالب علم اپنی نیت میں اخلاص پیدا کرے اور تحصیل علم کا مقصد صرف یہ رکھے کہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کے بتلائے ہوئے احکام پر عمل کیا جائے۔

طالب علم کو یہ بات خاص طور سے ذہن نشین کرنی چاہئے کہ سال کے آخر میں

امتحان، ڈگری اور سند حاصل کرنے کے لئے نہ دے، بلکہ مقصد صرف اور صرف رضائے الٰہی ہو، اور امتحان کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ سال کے آخر میں وہ تمام کتابیں نظر سے گزر جائیں جو شروع سال سے آخر سال تک پڑھی ہیں اس بات کو ذہن نشین کرلیں کہ امتحان کا مقصد ممتاز مع الشرف، جید ومقبول نہ ہو، کیونکہ اگر ممتاز مع الشرف لے کر نفس تکبر وغرور سے پھول گیا تو ہلاکت ہے، کیونکہ تکبر علم کو کھا جاتا ہے اور ممتاز مع الشرف میں رب العزت کی رضا نہ ہوئی تو یہ بھاگ دوڑ کسی کام کی نہیں۔

اس لئے علم حاصل کرنے میں اخلاص پیدا کریں، ورنہ فضول مشقت ہے کیونکہ جو علم دنیا کمانے کے لئے حاصل کیا جائے وہ علم قلب میں جگہ نہیں پاتا۔

اخلاص کے معنی لغت میں ہیں: ''کسی چیز کو خالص حاصل کرنا''۔

شریعت کی اصطلاح میں اخلاص کے معنی ہیں: ''عمل کو خالص اللہ تعالیٰ کے لئے کرنا''۔

شریعت کے نزدیک اخلاص کے معنی یہ ہوئے کہ عمل سے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو ریاکاری اور دکھاوے کا شائبہ بھی نہ ہو۔ اخلاص بڑی اہم چیز ہے جب تک نیت یہ نہ ہو کہ میرا یہ عمل خالص اللہ کے لئے ہے، اس وقت تک عمل مقبول نہیں ہوتا۔

بزرگوں نے لکھا ہے کہ:

اگر ایک عمل میں ایک نیت دین کی ہو اور ایک دنیا کی تو اس کو اخلاص نہیں کہا جائے گا۔

اخلاصِ نیت سے متعلق احادیث واقوال

۱۔ رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ہر عمل کا بدلہ نیت پر موقوف ہے اور ہر شخص کو وہی ملتا ہے جو اس کی نیت ہو۔ اگر اچھی نیت سے خالص اللہ کے لئے اس نے کام کیا ہے تب تو ثواب ہے اور اگر کوئی فاسد غرض شامل ہے، تو اس

کے واسطے اللہ پاک کے یہاں کچھ اجر نہیں۔

۲۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جس نے علم اللہ کے علاوہ کے لیے سیکھا اس کو اپنا ٹھکانا جہنم میں بنانا چاہئے۔ (جمع الفوائد: ۱/۵۰)

لہٰذا جس کو اپنے عمل کا ثواب زیادہ سے زیادہ حاصل کرنا ہو، اس کو چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ اخلاص حاصل کرے۔

آگے اخلاصِ نیت سے متعلق واقعات واقوال ملاحظہ فرمائیں۔

۱..... امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں روایت میں موجود ہے کہ ان کے پاس جب لوگ طلبِ علم کی خاطر آتے تو آپ پہلے غسل فرماتے۔ خوشبو لگاتے، نیا لباس زیب تن کرتے اور اپنی چادر سر پر رکھتے۔

پھر اپنی نشست پر بیٹھتے اور کافی دیر تک عود کی دھونی لیتے، جب خوشبو میں بس جاتے تو اگر مکروہ وقت نہ ہوتا تو دو رکعت نماز پڑھتے، اس کے بعد تدریس کے لئے باقاعدہ نیت خالص کرتے اور کہتے یا اللہ میں علم کی نشر و اشاعت آپ کے احکامات دوسروں تک پہنچانے کی خاطر کر رہا ہوں، کیونکہ یہ احکام میرے پاس امانت ہیں اور مجھے انہیں دوسروں تک پھیلانے کا حکم دیا گیا ہے۔ (تذکرۃ السامع والمتکلم ص ۲۱)

۲..... آپ ہی کے بارے میں ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جب اپنی کتاب مؤطا لکھ کر فارغ ہوئے تو اللہ سے یہ دعا مانگی کہ یا اللہ یہ کتاب میں نے صرف آپ کی اور آپ کے دین کی اشاعت کے لئے تصنیف کی ہے، اگر میرے خلوص میں اس کتاب کی تالیف کے دوران ذرا بھی کوتاہی رہی ہو تو میں اس کتاب کو پانی میں ڈال دوں گا، یا اللہ آپ اس کے حرف مٹا دیجئے گا، ورنہ اس کو اسی حال پر برقرار رکھئے گا۔ اس کے بعد انہوں نے اسے پانی میں ڈال دیا۔ جب واپس نکالا تو وہ بالکل سالم تھی اور اس کا ایک حرف بھی نہیں مٹا تھا۔

۳..... حضرت قاضی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اے میری قوم! اپنے علم کی غایت اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی

بناؤں، اس لئے کہ میں کبھی کسی مجلس میں نہیں بیٹھا مگر میں نے تواضع کی نیت کی ہے، اس مجلس سے جب میں کھڑا ہوا تو مجلس میں سب سے زیادہ باعزت تھا اور جب میں علو کی نیت کر کے بیٹھا تو سب سے زیادہ ذلیل تھا، اس لئے کہ علم ایک عبادت ہے، اللہ تعالیٰ کی بندگی اور قربت کا ذریعہ ہے اس کو دنیا کے لئے استعمال کیا جائے تو سوائے ذلت کے کچھ حاصل نہ ہوگا، اس لئے دین سے دنیا کمانے کی نیت نہیں ہونی چاہیے۔

۴...... حضرت امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

شیطان پر اخلاص سے زیادہ کوئی چیز گراں اور شاق نہیں ہے، وجہ یہ ہے کہ اخلاص کی وجہ سے شیطان کو اس عمل میں سے کوئی حصہ نہیں ملتا ہے اس لئے اس کی گرانی کا سبب ہوتا ہے۔

۵...... حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جس کام میں بھی کوئی نفسانی خواہش ہوتی ہے، اس میں برکت نہیں رہتی ہے اور دل صراط مستقیم سے بھٹک کر دنیاوی کاموں میں مشغول ہو جاتا ہے۔

۶...... شیخ الحدیث محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

واللہ میں نے یہ مدرسہ (جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی، آپ مدرسہ کے بانی ہیں) اس لئے نہیں بنایا کہ مہتمم یا شیخ الحدیث کہلاؤں۔

جلال میں آکر فرماتے ہیں: اس تصور پر لعنت۔ پھر فرماتے ہیں: اگر کوئی مدرسہ کا اہتمام اور بخاری شریف پڑھانے کا کام اپنے ذمے لے لے، تو مجھے خوشی ہوگی اور میں ایک عام خادم کی طرح مدرسہ کا ادنیٰ سے ادنیٰ کام کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کروں گا۔

۷...... محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ کی مرکزی تقریب میں طلباءِ علوم نبویہ، مہمانانِ رسول اللہ ﷺ سے مخاطب ہوتے ہوئے دو باتوں کی بہت اہمیت کے ساتھ تلقین فرماتے تھے: ان میں سے ایک اصلاح نیت سے متعلق ہوتی یعنی علوم قرآن وحدیث کا مقصد صرف وصرف رضائے الٰہی اور اشاعتِ دین ہونا چاہئے، ورنہ آج ہی اس مدرسہ سے رخصت ہو جایئے، کیونکہ دینی علوم کو دنیاوی اغراض کے لئے حاصل کرنے والے بدبختوں کی فہرست میں پہلے نمبر پر ہیں۔

۸...... مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

تم شروع سال ہی سے اپنی نیت کو درست کرلو اپنی نیت یہ رکھو کہ ہم جو کچھ پڑھ لکھ رہے ہیں اس سے رضائے الٰہی حاصل کرنا ہے، اگر اس مقصد کو مدنظر رکھ کر تم نے تعلیم کی ابتداء کی تو انشاء اللہ تم کو پڑھنے کا پورا پورا ثواب ملے گا اگر خدانخواستہ یہ علم پڑھنے کا کوئی اور ارادہ ہے مثلاً یہ کہ لوگ تمہاری عزت کریں۔ تمہیں مفتی صاحب کہیں اور تمہارے ہاتھوں اور قدموں کو بوسہ دیں، اگر یہ نیت ہے تو فوراً توبہ کرلو اور اپنی نیت کو فوراً صحیح کرو۔

اسی طرح ایک مرتبہ طلباء سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: میں اپنی اسّی سالہ زندگی کا نچوڑ اور حاصل آپ کو بتلا رہا ہوں اس کو توجہ سے سنو! یہ خلاصہ ساری دنیا دیکھ کر اور دنیاداروں اور دینداروں کا تجربہ کر کے اور زندگی کے تمام اتار چڑھاؤ دیکھ کر بیان کر رہا ہوں۔

وہ یہ ہے کہ آپ جس کام میں لگے ہیں (یعنی تعلیم وتعلم) اگر یہ خلوص کے ساتھ محض حق تعالیٰ شانہ کی رضا کے لئے ہے، تب تو یہ ایسا عظیم الشان کام ہے کہ دنیا کا کوئی کام اس کے برابر نہیں یہ سب سے بہتر اور افضل ہے اور اگر خدانخواستہ مقصود اس سے رضائے الٰہی نہیں دنیا کمانا پیشِ نظر ہے جیسا کہ آج کل یہ کام صرف ایک پیشہ بن کر رہ گیا ہے تو میرے عزیزو! پھر دنیا میں اس سے بدتر کوئی کام نہیں۔ (العیاذ باللہ)

طالبِ علم کیا نیت کرے؟

علامہ زرنوجی رحمۃ اللہ علیہ تعلیم المتعلم میں لکھتے ہیں:

لا بدله من النية في زمان تعلم العلم اذ النية هي الاصل في جميع الاحوال لقوله عليه الصلوٰة و السلام انما الاعمال بالنيات (تعلیم المتعلم، فصل فی النیۃ، ص ۱۰)

ترجمہ: طالبِ علم کے لئے ضروری ہے کہ علم حاصل کرنے کے زمانے میں نیت کو درست رکھے، تمام حالات میں نیت ہی اصل چیز ہے، کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

پھر چند سطر کے بعد لکھتے ہیں:

و ينبغي ان ينوي المتعلم بطلب العلم رضاء الله تعالىٰ و الدار الأخرة و ازالة الجهل عن نفسه و عن سائر الجهال و احياء الدين و ابقاء الاسلام فان بقاء الاسلام بالعلم و لا يصح الزهد و التقوىٰ مع الجهل (الى ان قال) و ينوي به الشكر على نعمة العقل و صحة البدن و لا ينوي به اقبال الناس اليه و لا استجلاب حطام الدنيا و الكرامة عند السلطان و غيره (تعلیم المتعلم، فصل فی النیۃ، ص ۱۲)

ترجمہ: علم حاصل کرنے سے طالبِ علم کی نیت اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور آخرت کی کامیابی ہونی چاہئے، اور یہ بھی نیت کرے کہ میں جہالت کو اپنے نفس سے اور دوسرے جاہلوں سے دور کروں گا تاکہ میں اور تمام مسلمان علم کی روشنی میں اسلام پر چل سکیں نیز علم کے ذریعے دین کو زندہ رکھنے کی بھی نیت کرے، جہالت کے ساتھ زہد اور

تقوی صحیح نہیں ہوسکتا اور علم حاصل کرنے میں یہ بھی نیت کرنی چاہئے
کہ اللہ تعالیٰ نے جو مجھے عقل عنایت فرمائی ہے اور بدن تندرست رکھا
ہے، اس کا شکر ادا کر رہا ہوں، علم سے یہ نیت نہ کرے کہ لوگ میری
طرف متوجہ ہوں گے اور دنیا کھنچ کر آئے گی اور بادشاہ وغیرہ کے
نزدیک علم کے ذریعہ عزت پانے کی بھی نیت نہ کرے۔

امام زرنوجی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ اشعار نقل
کرتے ہیں:

من طلب العلم للمعاد فاز بفضل من الرشاد

فیا لخسران طالبیہ لنیل فضل من العباد

ترجمہ: جس شخص نے آخرت کے لئے علم حاصل کیا تو وہ اللہ تعالیٰ
کے فضل کے ذریعے ہدایت سے سرفراز ہوا۔ اور ان طالب علموں
کے لئے خسارا ہے جو لوگوں میں بزرگی (کے حصول) کے لئے (علم
حاصل کریں)۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆

وقت
کی قدر کیجئے

وقت ایک قیمتی سرمایہ ہے

وقت زندگی کا بڑا قیمتی سرمایہ ہے اس لئے اس کی قدر کرنی چاہئے، اس کے لئے ضروری ہے کہ صبح وشام تک زندگی میں جس قدر مشاغل ہیں ان کے لئے نظام الاوقات مرتب کیا جائے تاکہ ہر کام مناسب وقت پر آسانی سے ہوجائے۔ حدیث شریف میں آتا ہے:

فرصت کو غنیمت جانو مشغولیت سے پہلے۔

آج اللہ پاک نے ہمیں وقت دیا ہے اور ہم لوگ وقت گزارنے کے لئے فضول قسم کی مصروفیات ڈھونڈتے پھرتے ہیں کہ وقت کٹ جائے، جو سچا مسلمان ہوتا ہے وہ نیکی کے کام کرکے اپنے آپ کو تھکاتا ہے، اور آخرت کے کاموں میں مصروف دکھائی دیتا ہے۔

حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میرا جو وقت کھانے پینے میں صرف ہوتا ہے، اس پر بھی افسوس ہوتا ہے کہ اس وقت میں مطالعہ نہیں کرسکتا۔

ہمارے سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم کی مصروفیات ایسی ہوتی تھیں کہ وہ اپنے ہر لمحہ سے فائدہ اٹھاتے تھے کہ وقت جو گزرگیا وہ دوبارہ کسی صورت میں نہیں مل سکتا اس لئے وہ وقت کو سب سے قیمتی متاع سمجھتے تھے، وہ اپنی زندگی کے ہر لمحے کو آخرت کا سرمایہ سمجھتے تھے اور کوئی نہ کوئی نیکی کا کام کرتے رہتے تھے۔

اپنا نظام الاوقات بنایئے

۱۔ مدرسے سے چھٹی کے بعد بجائے گھومنے کے سیدھے گھر جانا چاہیئے۔ ہاں اگر راستے میں کسی نماز کا وقت ہوجائے اور خدشہ ہو کہ گھر جانے سے جماعت فوت ہوگی تو پہلے جماعت کی نماز مسجد میں ادا کریں پھر گھر روانہ ہوجائیں

۲۔ گھر میں ہمیشہ دعا پڑھتے ہوئے داخل ہوں۔

۳۔ باآواز بلند سلام کریں۔

۴۔ سامان و کتابیں ادھر ادھر نہ ڈالیں بلکہ محفوظ جگہ پر رکھیں تا کہ چھوٹے بچے خراب نہ کریں۔

۵۔ اپنے مسلمان بھائیوں کی اصلاح کے لئے دوستوں کے ساتھ عصر کے بعد جا کر نیکی کی دعوت کی ترتیب بنائیں۔

۶۔ نمازِ مغرب باجماعت ادا کرنے کے بعد عشاء تک یکسوئی اور توجہ سے سبق یاد فرمائیں۔

۷۔ عشاء کی نماز باجماعت ادا کریں اور جو سبق رہ گیا ہو اسے مکمل کرلیں۔

۸۔ تعلیمی معمولات سے فراغت کے بعد کھانا کھائیں۔

۹۔ مختصر چہل قدمی کریں اور جلد سو جائیں۔

۱۰۔ ہو سکے تو تہجد میں اٹھنے کی کوشش کریں ورنہ فجر باجماعت ضرار ادا کریں۔

۱۱۔ مدرسے روانہ ہونے سے قبل تیاری اچھی طرح کرلیں، کتابیں اور دیگر سامان بھی صحیح طور پر دیکھ لیں۔

۱۲۔ مدرسہ روانہ ہوتے وقت والدین کو سلام کرکے اور دعائیں لے کر جائیں۔

۱۳۔ چھٹی والے دن پچھلے اسباق دہرائیں اور گھریلو معاملات پر بھی توجہ دیں۔

ہمارا ایک ایک منٹ ہیرے موتی اور جواہرات سے زیادہ قیمتی ہے۔ ہمیں اس کی قدر کرنی چاہئے بہت ضروری ہے کہ ہم ہر وقت حصولِ علم، عمل اور اس کے دوسروں تک پہنچانے میں مشغول رہیں۔

سستی اور کاہلی سے بچیئے

جنابِ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: تندرستی اور فرصت کے لمحات دو ایسی نعمتیں ہیں جن میں اکثر لوگ گھاٹے میں مبتلا ہیں۔ (صحیح البخاری، ج ۲ ص ۹۴۹)

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد پاک ہے جس کا ترجمہ ہے:

اللہ تعالیٰ نوجوانوں سے سستی پر نفرت کرتے ہیں۔ (فلفہ اخلاص)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے:

میں اس بات کو بہت معیوب سمجھتا ہوں کہ تم میں سے کوئی لایعنی زندگی بسر کرے نہ دنیا کے لئے کوئی عمل کرے نہ آخرت کے لئے۔

اور اسی بنا پر رسول اکرم ﷺ نے سستی، کاہلی سے پناہ مانگی ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْھَمِّ وَ الْحُزْنِ وَ الْعَجْزِ وَ الْکَسَلِ وَ الْبُخْلِ وَ ضَلَعِ الدَّیْنِ وَ قَھْرِ الرِّجَالِ

(جامع ترمذی، ج ۲ ص ۱۰۶)

اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں فکر اور غم سے اور عاجزی اور سستی سے اور بزدلی سے اور بخل سے اور قرض کے بوجھ سے او لوگوں کے دباؤ سے۔

امام عبدالرحمٰن ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

آئندہ ٹالنے والے کی مثال اس آدمی کی سی ہے جسے ایک درخت اکھاڑنے کی ضرورت ہو وہ دیکھے کہ درخت بہت زیادہ مضبوط ہے، شدید مشقت سے اکھڑے گا، تو وہ کہے کہ میں ایک سال بعد اکھیڑنے کے لئے آؤں گا، وہ یہ نہیں جانتا کہ درخت جتنی مدت باقی رہے گا مضبوط ہوتا جائے گا، اس کی جتنی عمر لمبی ہوتی جائے گی، یہ خود کمزور ہوتا جائے گا جب وہ طاقتور ہونے کے باوجود درخت کی کمزوری کی حالت میں اسے نہیں اکھاڑ سکتا تو جب وہ خود کمزور ہو جائے گا اور درخت مزید طاقتور ہوگا تو پھر اس پر کیسے غالب آسکے گا۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا:

سستی اور کسل مندی سے تم بہت ہی بچو، کیوں کہ یہ بہت ہی منحوس اور بری بلا ہے۔

حضرت ابونصر صفار انصاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے نفس سے مخاطب ہو کر اشعار میں ارشاد فرماتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے:

اے میرے نفس! فرصت کے ایام میں، احسان، عدل اور نیکی کے اعمال میں سستی مت کر، کیوں کہ نیکیوں پر تو لوگ رشک کرتے ہیں اور ست آدمی مصیبت اور نحوست میں ہوتا ہے۔

علامہ زرنوجی رحمۃ اللہ علیہ اپنے اشعار میں اپنے نفس سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

اے میرے نفس! سستی اور کاہلی کو چھوڑ دے ورنہ ذلت میں پڑا رہے گا کیوں کہ کاہلوں کو سوائے ندامت اور محرومی کے کچھ حاصل ہوتے ہوئے میں نے نہیں دیکھا۔

محبوب العلماء والصلحاء، پیر ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

مہلتِ زندگی کی قدر کریں اگر کسی انسان کو کہا جائے کہ تو اپنی مقررہ میعاد سے تین سال پہلے مر جائے گا تو وہ شخص بہت مغموم ہوگا، مگر وہی انسان فارغ رہ کر اپنی زندگی کے اتنے لمحات بے کار گزار دیتا ہے جنہیں یکجا کریں تو چھ سال کی مدت بنے اور اس عمل پر اسے کوئی افسوس نہیں ہوتا۔

خوش قسمتی محنت کی اولاد ہے، محنت ہمارے ہاتھ میں ہے اور نصیب اللہ کے ہاتھ میں ہے، ہمیں اس سے کام لینا چاہئے جو ہمارے اختیار میں ہے۔

جسے خورد و نوش کا چسکا ہے وہ حیوان ہے، جسے پڑے رہنے کی عادت ہے وہ بے جان ہے اور جسے محنت کی عادت ہے وہ صحیح انسان ہے۔

آپ زندگی کے ہر لمحے میں نیکی کا بیج بوتے جائیں تا کہ ایک دن باغ لگا ہوا پائیں، آپ جانتے ہیں کہ اجرام فلکی ہر وقت گردش میں رہتے ہیں یہ قدرت کی طرف

سے سبق ہے کہ ہم بھی متحرک رہیں۔ (از افادات حضرت شیخ ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ)

آج کل سستی، سستی ہے اور چستی مہنگی ہے، سستی کا مجرب علاج عملی میدان میں نکل کر ایک دوسرے کو دعوت دیتے رہنا، جیسے اپنا اور دوسرے کا ہاتھ ٹھنڈا ہو اور دونوں آپس میں پنجہ آزمائی کریں تو دونوں میں گرمی اور حرارت پیدا ہو جاتی ہے۔

بہت سی شرمندگی اور ندامت انسان کو کاہلی سے اٹھانی پڑتی ہے، کسی شبہ کو دور کرنے کے لئے سستی مت کرو، جو خود سمجھ جاؤ تو ٹھیک ہے اور جو مشکل ہو اس کو پوچھ لو۔

لوگ ہمیشہ سے سست نہیں ہوتے بلکہ ان کی سابقہ زندگی کسی وجہ سے بہت بے کار اور ناکام گزری ہوتی ہے، اس لئے وہ اس احساس کا شکار ہو جاتے ہیں کہ جو کچھ ہمیں سابقہ زندگی میں حاصل ہو گیا ہے وہی کچھ آئندہ زندگی میں بھی ہو جائے گا، اس لئے وہ کسی ہمت وصلاحیت کو بروئے کار لانے کی ضرورت محسوس نہ کرتے ہوئے سستی اور کاہلی میں ہی عافیت سمجھتے ہیں۔

یاد رکھیے! محنت میں عظمت ہے جب کہ کاہلی اپنے چاہنے والوں کو صرف محتاجی اور ذلت کا تحفہ پیش کرتی ہے جو فرد سستی کا شکار ہو جاتا ہے وہ انتہا درجے کا حاسد بن جاتا ہے۔

مانا کہ محنت سے بھی آدمی تھک جاتا ہے اور کاہلی سے بھی مگر محنت کا نتیجہ صحت اور دولت ہے اور کاہلی کا نتیجہ بیماری وافلاس، کامیابی کسی کی ملکیت اور میراث نہیں ہے، ہر وہ شخص جو کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے کامیاب ہو سکتا ہے۔

اسلاف نے سستی، کاہلی چھوڑ کر اپنا وقت کیسے قیمتی بنایا

ہمارے اسلاف جو سستی کو قریب بھی نہیں پھٹکنے دیتے تھے، وقت کے صحیح استعمال اور محنت سے اللہ تعالیٰ نے انہیں سرفرازی اور سربلندی سے اس طرح نوازا کہ دنیا کے ہر میدان میں تعمیر، ترقی اور عظمت انہی کا مقدر تھی۔

وہ کیا تھے؟ ان کی زندگی کیسی تھی؟ اس پر چند ایک مثالیں یہ ہیں:

☆ ..... عامر بن قیس رحمۃ اللہ علیہ ایک تابعی تھے، ایک شخص نے ان سے کہا: آؤ

بیٹھ کر باتیں کریں۔ انہوں نے جواب دیا: ''تو پھر سورج کو بھی ٹھہرالو'' یعنی زمانہ ہمیشہ متحرک رہتا ہے اور گزرا ہوا زمانہ واپس نہیں آتا، اس لئے ہمیں اپنے کام سے غرض رکھنی چاہیے اور بے کار باتوں میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

☆...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ محمد بن سلام بیکندی رحمۃ اللہ علیہ امام بخاری کے شیوخ میں سے تھے، ایک دفعہ ان کا قلم ٹوٹ گیا تو انہوں نے صدا لگائی کہ مجھے نیا قلم ایک دینار میں کون دیتا ہے؟ لوگوں نے ان پر نئے قلموں کی بارش کردی، یہ ان کی دریادلی کا حال تھا کہ وہ ایک قلم کو ایک دینار (اس دور کی خطیر رقم) کے بدلے خرید لیتے تھے تاکہ لکھتے لکھتے ان کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہو اور ان کے خیالات کا تسلسل جاری رہے۔

☆...... امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی چھوٹی بڑی کتابوں کی تعداد ایک سو سے کم نہ ہوگی، صرف تفسیر کبیر تیس جلدوں میں ہے، وہ کہا کرتے تھے کہ کھانے پینے میں جو وقت ضائع ہوتا ہے، ہمیشہ اس پر افسوس کرتا رہتا ہوں۔

☆...... علامہ شہاب الدین محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ مفسر قرآن نے اپنے رات کے اوقات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا، پہلے حصے میں آرام واستراحت فرماتے تھے، دوسرے میں اللہ کو یاد کرتے تھے، تیسرے میں لکھنے پڑھنے کا کام کرتے تھے۔

☆...... جاحظ تاریخ بغداد کے مصنف خطیب بغدادی لکھتے ہیں جاحظ کتاب فروشوں کی دکانیں کرائے پر لے کر ساری رات کتابیں پڑھتے رہتے تھے۔

☆...... امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: انسان کوشش کے بعد ہر مشکل کام سرانجام دے لیتا ہے، جس طرح ہر بند دروازہ کوشش کے بعد کھل جاتا ہے۔

☆...... حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: تم اتنے ذہین تو نہ تھے مگر تمہاری کوشش ومداومت نے تمہیں آگے بڑھا دیا۔

☆...... مشہور محدث، امام جرح وتعدیل یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے دس لاکھ حدیثیں خود اپنے دستِ مبارک سے لکھیں اور جب ان کا انتقال ہوا تو کتابوں کے ایک سو چودہ کارٹن اور چار بڑے بڑے مٹکے چھوڑے (جن

میں اس زمانے میں حفاظت کی نیت سے کتابیں رکھی جاتی تھیں)۔

☆...... علامہ ابنِ جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ جنھوں نے تین ہزار صفحات پر مشتمل تفسیر اور تاریخ لکھی ہے، ان کی وفات کے بعد جب یومیہ تالیف کا حساب لگایا گیا تو بچپن کی عمر کو چھوڑ کر روزانہ چودہ صفحے لکھنے کا اوسط نکلا۔ اس حساب سے انہوں نے بہتر سال میں تین لاکھ اٹھاون ہزار صفحات تصنیف فرمائے۔

☆...... خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ علامہ ابنِ جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس سال میں روزانہ چالیس صفحات لکھنے کا التزام کیا۔

☆...... مشہور محدث ابنِ عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ۸۰ جلدوں میں تاریخِ دمشق لکھی ہے جو اسلامی تاریخ وسیر کا بے نظیر مجموعہ ہے، موصوف ہر وقت افادہ استفادہ میں مشغول رہنے کے ساتھ عبادات میں بھی کثرت سے وقت لگاتے، ہر ہفتہ ایک ختم قرآن اور رمضان المبارک میں یومیہ ایک ختم قرآن کا معمول تھا۔

☆...... محدث ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میں نے تین سو تیس تصانیف لکھیں ہیں جن میں ''تفسیرِ کبیر'' ۱۰۰۰ اجزا (تقریباً ۳۰ ہزار صفحات) ''مسند'' ۱۳۰۰ اجزا (تقریباً ۳۹ ہزار صفحات) اور ''زہد'' ۱۰۰ اجزا (۳۰۰۰ صفحات) پر مشتمل ہے۔

☆...... امام ابو الفراج ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہاتھوں سی دو ہزار کتابیں لکھی ہیں۔ آپ کے انتقال کے بعد جب آپ کے تحریر کردہ مسودے اکھٹے کئے گئے اور انہیں عمر کے ایام پر تقسیم کیا گیا تو یومیہ نو کاپیوں کا اوسط ہوا۔ اور یہ بھی مشہور ہے کہ آپ نرسل کے قلم کا چھیلا ہوا حصہ جمع کرتے تھے، جب زیادہ لکھنے کی وجہ سے وافر مقدار میں جمع ہوگیا تو وصیت فرمائی: میرے انتقال کے بعد انہیں قلموں کی چھیلن سے میرے غسل کا پانی گرم کیا جائے، چنانچہ آپ کی وصیت پوری کرنے کے باوجود ایندھن بچ گیا۔

☆...... حافظ عبد العظیم منذری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے علم حدیث میں دوسروں کی جمع کردہ نوے جلدیں اور سات سو اجزاء اپنے ہاتھ سے نقل کی ہیں

اوران کی اپنی تصنیفات اس کے علاوہ ہیں۔

☆...... علامہ ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے پانچ سو کے قریب تصانیف تحریر کیں اور دیگر مشغولیات اور خدمات اس کے علاوہ ہیں۔

☆...... قاضی ابوبکر باقلانی رحمۃ اللہ علیہ رات کو اس وقت تک سوتے نہ تھے جب تک کہ اسّی رکعت نماز اور پینتیس صفحات تصنیف کے نہ لکھ لیتے۔

☆...... صاحب مستدرک علامہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کی تعداد ہزار پانچ سو اجزاء یعنی ۴۵ ہزار صفحات تک پہنچ گئی تھی۔

☆...... حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نابینا تھے ان کو وقت کا بہت احساس تھا، کھانے کے وقت بھی آپ کو احساس ہوتا اور آپ اس پر روتے تھے کہ کھانے میں بھی وقت ضائع ہوتا ہے، اور اگر اس کو مطالعہ اور دوسرے دینی امور میں صرف کرتے تو اچھا ہوتا یہاں تک قضاء حاجت کے وقت بھی اس کا احساس تھا حالانکہ یہ امور طبعی ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ دنیا میں جن لوگوں نے ترقی کی ہے ان کو وقت کا احساس تھا۔

☆...... امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ جب اس دنیا سے رخصت ہو رہے تھے تو اس وقت شاگرد عیادت کرنے آئے، جب شاگردوں سے بات ہونے لگی تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ ''رمی ماشیاً افضل ہے یا راکباً افضل ہے؟'' تو شاگردوں نے بتایا آپ کو اس وقت تکلیف ہو رہی ہے یہ وقت ان مسائل کو چھیڑنے کا نہیں۔

اس لئے کہ آپ نے دین کی بہت خدمت کی ہے آپ نے ساری زندگی فقہی مسائل تلاش کرنے میں صرف کی ہے اور ہزاروں فرضی (متوقع) مسائل کی وضاحت کی ہے، اس لئے (جو ابھی تک واقع بھی نہیں ہوئے ہیں) لیکن پھر بھی ان کا حل بیان فرمایا، اس لئے یہ وقت ان مسائل کا نہیں، تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک مسئلہ واضح ہو جائے اس کے ساتھ مرنا افضل ہے یا یہ کہ ایک مسئلہ ادھورا رہ جائے؟

اس بات چیت کے بعد شاگرد گھر کے دروازے تک پہنچے تو اندر سے رونے کی آواز آئی اور معلوم ہوا کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔

☆...... ہمارے قریبی دور میں علامہ عبدالحئی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف انتالیس سال کی عمر پائی، مگر ایسی لازوال کتابیں اور حاشیئے تالیف فرمائے کہ حیرت ہوتی ہے۔

☆...... حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ہزار کتب و رسائل کا ایک عظیم ذخیرہ امت کو عطا کیا ہے، جن میں سے اکثر کتابیں انقلابی شان رکھتی ہیں جن کا فیض کھلی آنکھوں نظر آتا ہے۔

☆...... شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ کے زمانۂ قیام میں روزانہ پندرہ اسباق مسجد نبوی میں پڑھاتے تھے، اس مصروفیت کی وجہ سے روزانہ بقدرِ ضرورت سونا بھی نصیب نہیں ہوتا چنانچہ چھٹی والے دن ہفتہ بھر کی نیند پوری کیا کرتے تھے۔ (نقش حیات ہفت روزہ ختم نبوت)

''یاد رکھیے! تساہل...... سست روی...... تاخیر اور پھر کبھی'' ہمارے دشمن ہیں ہمارے مستقبل کے لئے انتہائی تباہ کن ہیں، یہ نشہ آور چیزوں سے زیادہ نقصان دہ ہیں، کیونکہ جو شخص نشہ کرتا ہے وہ معاشرے سے کافی حد تک کٹ جاتا ہے، مگر تساہل اور سست روی کا شکار فرد معاشرے میں رہ کر معاشرے کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے۔ (شاہراہ زندگی پر کامیابی کا سفر)

پھل پھول آپ کو ضرور ملیں گے اور ضرور ملیں گے صرف تھوڑی سی تکلیف کانٹوں کے ہاتھوں اٹھانی پڑے گی، یہ تکلیف عارضی ہوگی اور خوشی دائمی، بلند مراتب کا شائق راتوں کو سویا نہیں کرتا، موتیوں کا شوقین سمندر میں غوطہ لگایا کرتا ہے، محنت کے بغیر ترقی کی آرزو کرنے والا ناممکن کی تلاش میں اپنی عمر گنواتا ہے۔ لہٰذا سستی و کاہلی کو چھوڑ دیئے اور وقت جیسی قیمتی چیز سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کامیابی حاصل کیجئے۔

طالب علم کے لئے
تقویٰ کی ضرورت

یعنی

تقوے کے ذریعہ باطن کی اصلاح کیجئے

تقویٰ کی ضرورت

تقویٰ سے کیا چیز حاصل ہوتی ہے؟

تقوی سے تفقہ فی الدین اور قرآن کا فہم حاصل ہوتا ہے۔

مگر یہ فہم کیا چیز ہے؟ اور کس درجہ کی ہوتی ہے؟ اس کے بیان سے الفاظ قاصر ہیں۔ اس کے سمجھنے کا طریقہ یہی ہے کہ تقویٰ اختیار کر کے دیکھ لو الفاظ سے کمالات حقیقیہ کی تعبیر نہیں ہوسکتی۔ مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امور ذوقیہ کی حقیقت بیان سے سمجھ نہیں آسکتی۔ دیکھو اگر کسی نے آم نہ کھایا ہو اور تم اس سے آم کی تعریف کرو کہ ایسا لذیذ میٹھا ہوتا ہے تو وہ کہے گا گڑ جیسا؟ تم کہو گے نہیں۔ وہ کہے گا، شکر جیسا؟ یا انگور اور انار جیسا؟ تم کہو گے نہیں۔ پھر وہ اصرار کرے گا بتاؤ کیسا ہوتا ہے؟ تم بھی کہو گے بھائی ہم کو اس کے بیان پر قدرت نہیں ایک دفعہ کھا کر دیکھ لو خود پتہ چل جائے گا۔ اس وقت اس شخص کو تعجب ہوگا اور اس بات کا یقین نہ کرے گا کہ بیان پر قدرت نہیں مگر جب کھائے گا تو اب وہ بھی بیان پر قادر نہ ہوگا۔ یہ بات کمالاتِ حقیقیہ ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ محسوسات میں بھی جس چیز کا ذوق کے ساتھ تعلق ہے وہ الفاظ سے بیان نہیں ہوسکتی۔

اہلِ علم اور طلبہ کو تقویٰ کی ضرورت ہے

عربی پڑھنے والے بھی سب عالم نہیں ہوتے کیونکہ زبان اور چیز ہے اور علم اور چیز ہے۔ .... کہ اگر علم دین بھی ہو اور عمل نہ ہو تو وہ بھی محقق عالم نہیں۔ اور دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ علماء یہود کے بارے میں فرماتے ہیں: لو کانوا یعلمون، چونکہ وہ عمل نہ کرتے تھے اس لئے باوجود اس کے کہ اس کے قبل ان کی نسبت و لقد علموا (یعنی ضرور یہ جانتے ہیں) کا ارشاد ہے۔ پھر بھی لو کانوا یعلمون میں ان کے علم کی نفی کی اور ان کے علم کو کالعدم سمجھا گیا۔ پس معلوم ہوا کہ علم مطلوب وہی ہے جس کے ساتھ عمل ہو۔ پس اہل علم ناز نہ کریں کہ ہم نے کتابیں پڑھ لی ہیں ہم مولوی ہیں۔

یادر کھیئے! علم کی حقیقت یہ ہے کہ احکام کو صحیح صحیح سمجھ جائیں.......... کہ وہ بدون تقویٰ کے نصیب نہیں ہوتا۔ اگر دو آدمی ہم عمر ہوں اور ایک ہی استاد سے انہوں نے پڑھا ہو اور فہم و حافظہ میں بھی برابر ہوں لیکن فرق یہ ہو کہ ایک متقی ہو اور دوسرا غیر متقی تو کے علم میں جو برکت اور نور ہوگا اور جیسا فہم اس کا صحیح ہوگا اور جیسے حقائق حقہ اس کے ذہن میں آئیں گے وہ بات غیر متقی میں ہرگز نہ ہوگی۔ اگرچہ اصطلاحی عالم ہے اور کتابیں بھی پڑھا سکتا ہے مگر خالی اس سے کیا ہوتا ہے۔

اگر تقویٰ ہوگا تو علوم حقہ قلب پر وارد ہوں گے اب بھی جس طالب علم کا جی چاہے تجربہ کر لے اور تقویٰ اختیار کر کے دیکھ لے کہ کیسے کیسے علوم حاصل ہوتے ہیں اگر خلاص سے تقویٰ اختیار کیا جائے تو اس کی برکت کی تو حد نہیں۔ اگر خلاص نہ ہو تو امتحان کے لئے کر کے دیکھ لو اس کی برکت بھی کچھ نہ کچھ دیکھ لو گے۔ طلبہ کو خصوصیت کے ساتھ تقویٰ اختیار کرنا چاہیے۔ (دعوات عبدیت، ج ۱۵ ص ۱۲۶)

عمل وتقویٰ کے بارے میں طلبہ کی کوتاہی

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

"تقویٰ زیادہ علم کا سبب ہے۔ طلبہ کو اس کا بالکل اہتمام نہیں، اس میں وہ بہت کوتاہیاں کرتے ہیں۔ ان کوتاہیوں کی تفصیل میں کہاں تک کروں اور کس کس بات کو بتاؤں۔ ذرا کوئی شخص دو ہفتہ کسی محقق کے پاس رہے اور اس سے اپنی اصلاح کی درخواست کرے اور وہ محقق بھی ایسا ہو جو بے تکلف روک ٹوک کر سکتا ہو تب ان کو اپنی کوتاہیوں کی حقیقت معلوم ہو۔

طلبہ میں جو تقویٰ کی کمی ہے اس کا سبب یہی ہے کہ خدا تعالیٰ سے خوف نہیں ہے۔ اب تو یہ حالت ہے کہ جس کام کو کرنا چاہتے ہیں اس کو گھیر گھار کر جائز کر لیتے ہیں گو دل میں جانتے ہیں کہ ناجائز ہے۔

بعض طلباء کہتے ہیں ہم تو ابھی بچے ہیں یادرکھو یہی عمر تمہاری پختگی کی ہے جس بات کی ابھی عادت ہو جائے گی وہ چھوٹے گی نہیں اس واسطے تو ارشاد ہے:

مروا صبیانکم اذا بلغوا سبعا

یعنی اپنے بچے کو نماز کا حکم کرو جب وہ سات برس کو پہنچ جائے۔

حالانکہ نماز فرض ہوتی ہے بلوغت کے بعد اور بالغ ہوتا ہے اکثر پندرہ برس کی عمر میں اور حکم سات برس کی عمر سے پڑھوانے کا ہے تو وجہ اس کی یہی ہے کہ عادت پڑے گی۔

(دعوات عبدیت، ج ۱۵ص ۱۲۷)

طلباء کی غلطی اور نفس وشیطان کا دھوکہ

بعض طلباء یہ خیال کرتے ہیں کہ ابھی تو ہمارا تحصیل علم کا زمانہ ہے، اس میں عمل کی چنداں ضرورت نہیں، یہ سراسر شیطانی دھوکہ ہے۔ نصوص نے وجوب احکام میں طلباء وعلماء میں کہیں فرق نہیں کیا۔ البتہ اعمال زائدہ جیسے طویل اوراد یا مجاہدات وریاضت کہ ان میں مشغول ہونے سے طالب علم کے لئے مطالعہ اور تکرار سبق کا افضل ہے۔

صاحبِ ہدایہ کا تقویٰ

ان حضرات کے خلوص کی یہ کیفیت تھی کہ صاحب ہدایہ کی تصنیف (جب تک) تمام نہیں ہوئی روزہ برابر رکھتے تھے اور طرفہ یہ کہ کسی کو روزہ رکھنے کی خبر نہیں ہوتی تھی۔ خدا جانے کتنے سال میں ہدایہ لکھی ہوگی، اور برابر روزہ رکھنا اور کسی کو خبر نہ ہونا کس قدر اخلاص کی بات ہے۔ مردانہ مکان میں بیٹھ کر لکھتے تھے، لونڈی مکان سے کھانا لاتی اور رکھ کر چلی جاتی تھی۔ جب کوئی مسافر نا آشنا سامنے سے گزرتا اس کو وہ کھانا دے دیتے لیکن چونکہ اپنے مخصوصین سے پردہ نہیں ہوتا اس لئے تحدیث بالنعمة کے طور پر کبھی خاص لوگوں سے یہ سب قصہ ذکر فرمایا ہوگا اس لئے ہم تک منقول ہوا۔ (دعوات عبدیت، ج ۳ص ۳۲)

تقویٰ کی حقیقت

تقویٰ سے مراد یہ نہیں کہ ذکر وشغل اور مراقبات کیا کرو، یہ تو تقویٰ کی زینت ہیں، اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کی حقیقت کو بیان فرمایا:

اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ تا هُمْ یُوْقِنُوْنَ (سورۃ البقرۃ)

اس جگہ حق تعالیٰ نے عقائد اور عبادات بدنیہ و مالیہ کے اصول بیان فرمائے ہیں۔ پس حاصل یہ ہوا کہ متقی وہ لوگ ہیں جو دین میں کامل ہوں، ان کے عقائد بھی صحیح ہوں اور عبادات بدنیہ و مالیہ میں بھی کوتاہی نہ کرتے ہوں۔

شرعاً تقویٰ کی حقیقت کمال فی الدین ہے جس پر دوسری آیت یہ ہے:

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ لٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِکَةِ وَ الْکِتَابِ و النَّبِیّٖنَ

یہاں تک تو عقائد کا ذکر ہے تو بِرّ کامل کا ایک جزء تو تصحیح عقائد ہے۔

آگے فرماتے ہیں:

و آتی الْمَالَ علٰی حُبِّهٖ ...... فِی الرِّقَابِ

اس میں عبادات بدنیہ و مالیہ کا ذکر ہے اور:

وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عَاهَدُوْا وَ الصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِیْنَ الْبَاْسِ

اس میں اصول اخلاق کا ذکر ہے۔ غرض اعمال ظاہرہ اور طاعات مالیہ و بدنیہ اور اعمال قلبیہ وغیرہ سب اس آیت میں موجود ہیں۔ ان سب کا بیان ہو کر ارشاد ہوتا ہے:

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ

اس سے صاف معلوم ہوا کہ متقی وہ ہے جو ان سب اوصاف سے متصف ہو۔ پس ثابت ہوا کہ تقویٰ کی حقیقت کمال فی الدین ہے اور تصحیح عقائد و ادائے طاعات بدنیہ و مالیہ اصلاح معاملات و معاشرت اس کے جز ہیں۔ (التبلیغ، ج ۲۲ ص ۱۳۴)

اصل تقویٰ

تقویٰ کے لئے تمام معاصی سے اجتناب ضروری ہے اور وہ جب ہی ہو سکتا ہے

کہ ماموارت کو بھی بجالائے کیونکہ ترک ماموربہ بھی معصیت ہے اس کا ترک بھی تقویٰ کے لئے ضروری ہے۔

تقویٰ کے لئے آپ ایک گُر کو یاد رکھئے۔ وہ یہ کہ گو نوافل اور ذکر و شغل زیادہ نہ ہو مگر ورع یعنی ترک معاصی و مناہی کا (یعنی گناہوں سے بچنے کا) زیادہ اہتمام کرو۔

حدیث میں ہے:

لا تعدل بالرعة (ليس الورع كالكف) (التبلیغ ص۱۳۲ـ۱۴۱)

ترجمہ: گناہوں سے رکے رہنا سب سے بڑا تقویٰ ہے۔

تقوے کے ذریعے باطن کی اصلاح کیجیئے

حضرت اسامہ بن شریک سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

جس کام کو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے ناپسند کرتے ہیں اپنی تنہائی میں (بھی) اس کام کو مت کرو۔ (الفوائد للفلا کی ص۱۹۰)

عقل کا پہلا شعبہ

چنانچہ عقل کا پہلا شعبہ اللہ تعالیٰ سے خوف رکھنا یعنی تقوے کو لازم رکھنا اور باطن کی اصلاح کرنا ہے کیونکہ جو شخص اپنے باطن کی اصلاح رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو اچھا بنا دیتا ہے اور جو شخص اپنے باطن کو خراب رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو خراب بنا دیتے ہیں۔

کسی شاعر نے خوب کہا ہے:

اذا ما خلوت الدهر يوما فلا تقل
خلوت و لكن قل! على رقيب

و لا تحسبن الله يغفل ساعة — و لا ان ما يخفى عليه يغيب

الم تر ان اليوم اسرع ذاهب — و ان غدا للناظرين قريب

ترجمہ: جب تو زمانے (کی نظروں) سے کسی دن (چھپ

کر) تنہائی میں ہو تو یہ مت کہہ کہ میں تنہا ہوں لیکن یہ کہہ کہ مجھ پر
ایک نگہبان موجود ہے اور اللہ تعالیٰ کو ایک لمحے کے لئے بھی غافل
گمان مت کر اور نہ یہ کہ جو چھپا ہے وہ اس سے مخفی ہے۔ کیا تو نہیں
دیکھتا کہ ''آج'' تیزی سے جا رہا ہے اور دیکھنے والوں کے
لئے ''کل'' قریب ہے۔

حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ
اللہ تعالیٰ کی اطاعت فرمانبرداری کو تجارت کی طرح اپنا لے تجھے
بغیر سامان کے منافع ملیں گے۔

ابو حاتم کہتے ہیں کہ کسی بھی انسان کے لئے دنیا میں فرمانبرداری کا محور و مدار باطن کی اصلاح اور تنہائی کے بگاڑ کو ترک کرنا ہے۔

باطن کی اصلاح کیجئے

عقلمند کو اپنے باطن کی اصلاح کے لئے اہتمام کرنا چاہئے اور دل کے معیار کی بلندی اور تنزل و حرکت و سکون کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے۔ اس لئے کہ اوقات کا تکدر اور لذتوں کی کمزوری صرف دل کی خرابی کی بناء پر ہوتی ہے۔

اگر باطن کی اصلاح کے لئے کوئی سبب نہ ہوتا تو جو عقلمندوں کو اس کے استعمال تک لے جاتا سوائے اللہ تعالیٰ کے کہ اس کی کیفیت باطن کو اس پر ظاہر کرنے کے چاہے وہ بری ہوتی یا اچھی تو اس شخص پر اپنے معمولات سے بے توجہی اور غفلت کو کم کرنا ہی واجب ہوتا۔ (یعنی اگر صرف ایسا ہوتا تو انسان اصلاح باطن کا سبب اختیار نہ کرتا اور اللہ تعالیٰ اس کے نتیجے میں اس کی تنہائی اور باطن کی حالت کو اس کے ظاہر پر جاری کر دیتا جو کہ حقیقت ہے کہ کسی شخص کی باطنی کیفیت کو اگر وہ اس کی اصلاح نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر پر آشکارا کر دیتے ہیں جو لوگوں کو نظر آتی ہے (چاہے اچھی ہو یا بری) تو پھر انسان خود اپنی اصلاح کرنے پر مجبور ہو جاتا)۔

اللہ تعالیٰ دلوں کے راز لوگوں کی زبان پر لے آتے ہیں

اعمش ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کوئی بات زبان سے نکالتا ہے اور اس میں بھلائی کی نیت ہوتی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ بندوں کے دل میں القاء کر دیتے ہیں کہ اس شخص کا اس بات سے مقصد صرف بھلائی ہے۔ اور جو شخص برائی کی نیت سے کوئی بات کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے دل میں القاء کر دیتے ہیں اور لوگ کہہ دیتے ہیں کہ اس شخص کی مراد صرف برائی ہے۔

دل کی پاکیزگی اعضاء کی پاکیزگی ہے

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند کے لئے ضروری ہے کہ تقویٰ اور عملِ صالح کو اختیار کرنے کے بعد باطن کی اصلاح کی فکر کرے اس پر توجہ دے اور دل قبول کرے یا نہ کرے فرمانبرداری میں فساد کے خلل کو دور کرے اگر درستگی کا کوئی راستہ اس کی توجہ کے وقت موجود ہو تو اسے اپنے اعضاء پر نافذ کرے اور موجود نہ ہو تو اس کو اس خرابی سے روکے۔ کیونکہ اعضاء دل کی پاکیزگی سے ہی پاک ہوتے ہیں۔

حضرت لقمان کی عملی نصیحت

حضرت لقمان نسلاً حبشی اور غلام تھے ایک مرتبہ انہیں ان کے آقا نے بکری ذبح کرنے کو کہا، انہوں نے ذبح کر دی تو اس نے کہا کہ اس کے سب سے اچھے اعضاء (حصے) مجھے کھلاؤ، تو وہ بکری کی زبان اور اس کا دل اس کی خدمت میں لے چلے۔ پھر کچھ دن بعد اس نے دوبارہ بکری ذبح کروائی اور کہا کہ میرے پاس اس کے سب سے برے اعضاء لاؤ تو وہ پھر زبان اور دل لے کر گئے۔ تو اس نے کہا میں نے جب سب سے اچھا حصہ کھلانے کو کہا تو تم بکری کا دل اور زبان لے آئے تھے اور اب جب کہ سب سے برے حصے لانے کو کہا تو بھی تم زبان اور دل لے آئے ہو؟ اس پر حضرت لقمان نے جواب دیا:

اگر یہ دونوں حصے اچھے ہوں تو ان سے اچھا حصہ اور عضو کوئی نہیں
اور اگر یہ دونوں خراب ہوں تو ان سے زیادہ خراب کوئی عضو نہیں۔

عقلمند دل کا جائزہ لیتا رہے

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند شخص مختلف اوقات میں اپنے دل کا جائزہ لیتا رہتا ہے اور اپنے نفس کو تمام نواھی سے بچاتا ہے اور احکامات (اوامر) کو بجالانے پر اسے مجبور کرتا ہے اگر حالات میں کوئی گڑبڑ ہو تو وہ فوراً متنبہ ہوتا ہے اور ایسا کوئی شخص جائزہ اس وقت لے پاتا ہے جب افعال پر صحیح غور وفکر کرتا ہو۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ
بہترین عمل تقویٰ اور غور وفکر ہے۔

زبان اور دل کو تقویٰ کا پابند بنایئے

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند شخص صحیح تقویٰ سے اپنے احوال کی تدبیر کرتا ہے اور اپنی زبان کو تقویٰ کا پابند بناتا ہے اس لئے کہ یہ عقل کا پہلا شعبہ ہے اور دل کی اصلاح و درستگی کے سوا اس کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

عقلمند کے دل کی مثال ''جب وہ عقل کی رعایت کو باقی رکھے'' ایسی ہے جیسے اس کے دل کو تقوے کی چھری سے چیر کر اس پر خشیت کا نمک ملایا گیا ہو اور اسے عظمت کی ہواؤں سے سکھایا گیا ہو اور پھر قربت کے پانی سے دھو کر اسے زندہ کیا گیا ہو۔ چنانچہ اب اس میں مولا کی رضا کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ اور جو شخص ان اوصاف کا حامل ہو اسے کچھ پروا نہیں ہوتی کہ وہ لوگوں کی نظر میں کمتر اور نکو ہے۔ (اور ایسا ہونا تو ہمیشہ کے لئے محال ہے)۔

ابو بدر احمد بن خالد بن عبداللہ بن مالک بحران کے یہ اشعار ہیں:

یا نفس ما ھو الا صبر ایام ۔۔۔ کان لذاتھا اضغاث احلام

یا نفس جوزی عن الدنیا مبادرۃ ۔۔۔ و خلّ عنھا فان العیش قدامی

ترجمہ: اے نفس زندگی کیا ہے سوائے صبر کے، گویا کہ اس کی لذتیں

الجھے ہوئے خواب ہیں۔ اے نفس دنیا کو جلدی سے پار کر لے اور
اسے چھوڑ دے کیونکہ زندگی تو آگے ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان دلوں کی کبھی چستی اور رضا کی حالت ہوتی ہے اور کبھی سستی اور ناراضگی کی۔ لہٰذا رضا کی حالت میں اسے تھام لو اور ناراضگی کی حالت میں چھوڑ دو (نیک اعمال اس کی رضا و رغبت میں کرو)۔

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند پر واجب ہے کہ اپنے دل کی دیکھ بھال سختی لانے والے کسی سبب کے آنے کی وجہ سے نہ چھوڑے اس لئے کہ بادشاہ ٹھیک ہو تو لشکر بھی ٹھیک رہتا ہے اور اس کی خرابی کے وقت لشکر بھی خراب ہو جاتا ہے۔ اور جب دل کسی دو خصلتوں کو چاہے تو اس کی خواہش کی قریب والی خصلت (معاملے) کو چھوڑ دے اور ہلاکت سے بچنے کے لئے دل کی خواہش سے دور والے معاملے کو اختیار کر لے۔

عون بن عبداللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ
توبہ کرتے رہنے والے لوگوں کے ساتھ اٹھا بیٹھا کرو کیونکہ وہ نرم
دل ہوتے ہیں۔

ایک شخص نے حضرت حسن بصری سے فرمایا کہ اے ابو سعید آپ کیسے ہیں؟ کیا حال ہے؟ تو انہوں نے فرمایا ''اس شخص کا حال کیا ہو جو صبح و شام موت کا منتظر ہو اور اسے معلوم ہی نہ ہو کہ اس کے ساتھ کیا کیا جائے گا؟

ابو حاتم کہتے ہیں کہ دلوں میں موجود میل کی وجہ سے دل پاکیزہ اور خالص نہیں ہو سکتے جب تک اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایک ہی سوچ نہ ہو جائے اور جب ایسا ہو جائے گا تو یہ سوچ و فکر دوسری تمام سوچوں، فکروں اور غموں کے بدلے کافی ہو جائے گی جس کا انجام اللہ تعالیٰ کی رضا کی طرف لے جاتا ہے۔ اور ایسا تنہائی اور مجلس میں االلہ تعالیٰ کے خوف (تقویٰ) کو اختیار کرنے سے ہوگا کیونکہ یہی عقلمندوں کا دونوں جہاں میں توشہ اور دونوں احوال میں دانا لوگوں کی سواری ہے۔''

طالبِعلم کو چاہئے کہ اپنے نفس کو بری صفات اور ناپسندیدہ عادات سے پاک کرے

احیاء علوم میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جس طرح نماز جو کہ ظاہری اعضاء کی عبادت ہے بغیر طہارت کے درست نہیں ہوتی اسی طرح علم جو باطنی عبادت ہے بغیر باطنی طہارت کے حاصل نہیں ہوتا۔

سلف صالحین سے منقول ہے کہ جو شخص زمانہ طالب علمی میں گناہوں سے احتیاط نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس کو تین چیزوں میں سے ایک چیز میں ضرور مبتلا کر دیتے ہیں۔ یا تو وہ عین جوانی میں مر جاتا ہے یا پھر وہ باوجود فضل و کمال کے ایسی ایسی جگہوں پر مارا مارا پھرتا ہے جہاں اس کا علم ضائع ہو جاتا ہے اور علم کی اشاعت نہیں کر پاتا یا کسی بادشاہ یا رئیس کی کاسہ لیسی اور خدمت کی ذلتیں برداشت کرتا ہے۔ جس طرح چراغ جلائے بغیر روشنی نہیں ہوتی اسی طرح علم بھی عمل کے بغیر فائدہ نہیں دیتا ہے۔ حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ طالب علموں کو تین باتوں پر عمل کئے بغیر فائدہ نہیں ہوتا خواہ اسّی صندوق کتابوں کے پڑھ لے۔

۱۔ دنیا سے محبت نہ رکھے کیونکہ یہ مسلمان کا گھر نہیں ہے

۲۔ شیطان سے دوستی نہ کرے کیونکہ وہ مسلمان کا رفیق نہیں ہے

۳۔ کسی کو تکلیف نہ دے کیونکہ یہ مسلمان کا پیشہ نہیں ہے

میمون بن مہران رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے کہ علم کا پڑھنا اور اس کا پڑھانا بے فائدہ ہے جب تک کہ اطاعت اور خوف بھی ساتھ ساتھ نہ بڑھے

علم چنداں کہ بیشتر خوانی
چوں عمل در تو نیست نادانی
نہ محقق بود نہ دانش مند
چار پائے برو کتابے چند

عبدالرحمن بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں امام مالک کی خدمت میں بیس سال تک رہا۔ ان میں سے اٹھارہ سال ادب اور اخلاق کی تعلیم میں خرچ ہوئے اور دو سال علم کی تحصیل میں۔ حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علم حاصل کرتے ہوئے روتے رہا کرو کیونکہ تم فقط علم حاصل نہیں کر رہے بلکہ اپنے اوپر حجتِ الٰہی کو اچھی طرح قائم کر رہے ہو۔

حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ہے کہ طالبعلمی کے زمانے میں بازار سے صرف روٹی خریدتے اور سالن اس وجہ سے نہ لیتے تھے کہ دوکان میں جو سالن پکتا تھا اس میں اچور کا ڈالنا لازمی تھا اور آموں کے باغات کی بیع کا جو رواج تھا وہ شرعاً ناجائز تھا اس لئے سالن کے بغیر ہی روٹی کھا لیتے تھے۔

حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ محدث سہارنپوری مدرسہ کے کسی کام کی وجہ سے کلکتہ گئے۔ احتیاط کا یہ عالم کہ وہاں کسی عزیز سے ملنے کے لئے گئے تو رکشے کے پیسے اپنے پاس سے دیئے۔ حالانکہ ان سے ملنے میں مدرسہ کا بھی فائدہ تھا۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ کی کوئی چیز اپنے اوپر استعمال نہیں کرتے تھے۔ حتیٰ کہ مدرسے کے فرش پر بھی مدرسے کے کام کے علاوہ نہیں بیٹھتے تھے۔ بعض حضرات کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ دارالعلوم کے سالانہ جلسہ کے موقع پر ناظم مطبخ بنتے مگر اپنا کھانا گھر سے منگوا کر کھاتے۔

ایک طالبعلم نے نماز عشاء کے تھوڑی دیر بعد ایک چراغ بجھا کر دوسرا چراغ جلایا اور مطالعہ کے لئے بیٹھ گیا۔ اتفاق سے ایک صاحب وہاں موجود تھے۔ انہوں نے وجہ دریافت کی تو طالب علم نے کہا کہ یہ مسجد کا چراغ ہے جتنی دیر اس کے جلنے کی اجازت ہے اس کو جلاتا ہوں بعد میں اپنا تیل جلا کر مطالعہ کرتا ہوں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ طالب علم اگر طالب علمی کے زمانے میں صاحب نسبت نہ ہوا تو کچھ نہ ہوا۔ طالب علم کو چاہئے کہ اتباع سنت کا بہت التزام کرے۔ دو طالب علموں نے تحصیل علم کے لئے سفر کیا۔ جب دو سال بعد واپس آئے تو ایک فقیہ کامل

تھا اور دوسرا علم و کمال سے خالی تھا۔ شہر کے علماء نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ جو فقیہہ کامل بنا وہ اتباع سنت کا زیادہ اہتمام کرتا تھا۔

طالبعلم کو چاہئے کہ کھانے پینے میں احتیاط برتے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا

مفسرین نے نکتہ لکھا ہے کہ اکل طیب کو اسی لئے مقدم کیا کہ عمل صالح کرنے میں اسے بڑا دخل ہے۔ نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی:

اللھم انی اسئلک رزقا طیبا و علما نافعا و عملا متقبلا

معلوم یہ ہوا کہ اکل حلال کے بغیر علم نافع اور عمل صالح کا حصول نہیں ہوتا۔

آجکل بعض طلباء تو دوسروں کی چیزیں بلا اجازت مال غنیمت سمجھ کر کھاتے ہیں۔ مدرسے کی چیزوں کو تو اپنی میراث سمجھتے ہیں۔ اگر تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی گزاریں تو دنیا کی نعمتیں خود بخود ان کے قدموں میں آئیں۔

ایک طالب علم کا قصہ کتابوں میں لکھا ہے کہ وہ دہلی کے ایک مدرسہ میں پڑھتا تھا۔ مگر کسی مسجد میں رات کے وقت قیام کرتا تھا۔ قریبی محلّہ میں ایک لڑکی اپنے رشتہ داروں کے یہاں کسی کام کی غرض سے جا رہی تھی کہ اچانک فرقہ وارانہ فساد ہو گیا۔ لوگوں کا ہجوم اور کشت و خون کو دیکھ کر وہ لڑکی گھبرائی اور مسجد میں داخل ہو کر پناہ حاصل کی۔ عشاء کے بعد کا وقت تھا طالبعلم اس کو دیکھ کر گھبرایا اور اس سے معذرت کی کہ آپ کا یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں۔ لوگ دیکھیں گے تو میری ذلت ہوگی۔ مجھے مسجد سے بھی نکال دیں گے میری تعلیم کا بھی نقصان ہوگا۔ لڑکی نے کہا کہ باہر جو ہنگامہ ہو رہا ہے وہ آپ سے مخفی نہیں۔ باہر نکلنے میں میری جان کا بھی خطرہ ہے اور عزت و ناموس کا بھی خطرہ ہے۔ مسجد اللہ کا گھر ہے مجھے یہاں امان نہ ملی تو پھر کہاں ملے گی۔ طالبعلم لا جواب ہو کر کہنے لگا چلو ایک کونے میں بیٹھ جاؤ۔ کمرہ چونکہ چھوٹا تھا لہٰذا طالب علم دوسرے کونے میں بیٹھ کر تعلیم میں مشغول ہو گیا۔ مطالعہ کے دوران بار بار اپنی انگلی چراغ کی بتی پر رکھ دیتا۔ ساری رات اسی طرح گزاری۔ لڑکی دوسرے کونے میں بیٹھی یہ ماجرا دیکھتی

رہی۔ جب صبح قریب ہوئی تو طالب علم نے کہا فسادی اپنے اپنے گھر چلے گئے ہیں اس وقت راستہ صاف ہے آپ چلئے میں آپ کو گھر پہنچادوں۔ لڑکی نے کہا میں اس وقت تک نہ جاؤں گی جب تک آپ مجھے اس کا راز نہ بتادیں گے کہ آپ بار بار انگلی چراغ کی بتی پر کیوں رکھ دیتے تھے۔ طالب علم نے کہا کہ آپ کو اس سے کیا غرض۔ لڑکی نے جب اصرار کیا تو طالب علم نے بتایا کہ شیطان بار بار میرے دل میں وسوسے ڈال رہا تھا اور مجھے گناہ کی ترغیب دے رہا تھا۔ جب نفس کی خواہش بھڑکتی میں اپنی انگلی چراغ کی لو سے جلاتا اور اپنے نفس کو مخاطب کرتا کہ اے نفس تو دنیا کی آگ کی تکلیف برداشت نہیں کرسکتا بھلا جہنم کی آگ کی تکالیف کیسے برداشت کرے گا۔ لڑکی یہ سن کر حیران ہوئی اور گھر چلی گئی۔ گھر جا کر اس نے والدین کو سارا قصہ من وعن سنایا۔ لڑکی کا والد بہت مالدار اور دین دار تھا۔ لڑکی بھی ماہ پارہ اور مہ جبین تھی۔ بڑے بڑے مالدار لڑکوں کے رشتے آرہے تھے۔ مگر لڑکی نے والدین سے کہا کہ اگر اس طالبعلم سے میرا نکاح کردیں تو ساری زندگی اسکی خدمت کرنا سعادت سمجھوں گی۔ چنانچہ طالب علم سے اس کا نکاح ہو گیا اور وہ اس گھر کا مالک بن گیا۔ سچ ہے جو حرام سے بچتا ہے اللہ تعالیٰ وہ نعمت حلال طریقے سے عطا فرمادیتا ہے۔ طالب علموں کو چاہئے کہ اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں تاکہ عبادت میں خشوع کی توفیق نصیب ہو اور علم کی حلاوت سے حصہ ملے۔

بد نگاہی کا مرض

آنکھوں کے بہت سے گناہ ہیں۔ لیکن یہاں ایک خاص گناہ کا ذکر ہے، وہ کیا ہے؟ بد نگاہی۔ لیکن اس گناہ کو لوگ گناہ نہیں سمجھتے۔

بعض لوگ بدنظری میں مبتلا ہوتے ہیں۔ یعنی غیر محرموں کی طرف بے باکانہ دیکھتے ہیں اور اس کی ذرا پرواہ نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ یہ ایسا مرض ہے کہ اس سے بہت کم لوگ پاک ہیں۔ کیونکہ اکثر لوگ ان گناہوں سے بچتے ہیں جن کے ارتکاب میں فوتِ جاہ یا رسوائی کا خیال ہو اور اس گناہ میں جاہ (عزت) فوت نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ اول تو دوسرے کو نظر کی خبر ہی کیونکر ہوسکتی ہے۔ دوسرے اگر نظر کی اطلاع بھی ہو جائے تو نیت

کی کیا خبر۔ بعض لوگ اس سے بھی بچتے ہیں، کیونکہ سمجھتے ہیں کہ ممکن ہے کہ اس کے وقوع (اور علم) سے کسی کو بدگمانی پیدا ہو جائے۔ اس لئے اس سے بھی بچتے ہیں لیکن ان کے قلب میں یہ مرض شہوت ہوتا ہے اور لطف یہ کہ باوجود اس قلبی مرض کے یہ شخص اپنے آپ کو متقی سمجھتا ہے حالانکہ خیالات اس کے نہایت گندے ہوتے ہیں اور اکثر وہ حدیث نفس (نفس سے باتیں کر کے مزے لینے) میں مبتلا ہوتا ہے۔ بعض اوقات عزم بھی ہو جاتا ہے یعنی اگر موقع مل جائے تو یہ ہرگز نہ بچے۔ جب اس کی عادت ہو جاتی ہے تو اس کا چھوٹنا انتہائی دشوار ہو جاتا ہے۔

بدنگاہی سے بہت کم لوگ بچتے ہیں

ہم کو اپنی حالت دیکھنی چاہئے کہ ہمارے اندر اس معصیت سے بچنے کا کتنا اہتمام ہے۔ شاید ہزاروں میں سے ایک اس سے بچا ہوا ہو، ورنہ ابتلائے عام ہے اور اس کو نہایت درجہ خفیف سمجھتے ہیں

جو جوان ہیں ان کو تو اس کا احساس ہوتا ہے اور جن کی قوتِ شہوت ضعیف ہو گئی ہے ان کو احساس بھی نہیں ہوتا۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم کو تو شہوت ہی نہیں، اس لئے کچھ حرج نہیں ہے۔ سو ان کو مرض کا پتہ بھی نہیں لگتا۔ (دعوات عبدیت، ج ۵ ص ۷۷)

یہ مرض تاک جھانک کا اکثر پرہیزگاروں میں بھی ہے۔ ان کو دھوکہ اس سے ہو جاتا ہے کہ وہ بعض اوقات اپنی طبائع میں اکثر شہوت کی خلش نہیں پاتے۔ اس سے سمجھتے ہیں کہ ہماری نظر شہوانی نہیں۔ لیکن بہت جلد ظاہر ہو جاتی ہے اس لئے ابتدا ہی سے احتیاط واجب ہے۔ (دعواتِ عبدیت)

ایک کوتاہی طلبہ میں یہ ہے کہ امارد (حسین لڑکوں) کی طرف نظر کرنے اور ان کے ساتھ اختلاط کرنے سے نہیں بچتے۔ حالانکہ یہ تقویٰ کے لئے سم قاتل ہے۔ آخرت کا مواخذہ تو شدید ہے ہی اس سے دنیا میں اہل علم کی سخت بدنامی ہوتی ہے۔ علم دین پڑھنے والوں کو اس باب میں سخت احتیاط کرنی چاہئے۔ (التبلیغ، ج ۲ ص ۳۹)

افسوس ہے کہ لوگ بدنگاہی کو ایسا خفیف سمجھتے ہیں کہ گویا حلال ہی ہے۔ حالانکہ

معصیت کا حلال سمجھنا قریب بہ کفر ہے۔ کسی عورت کو دیکھ لیا، کسی لڑکے کو گھور لیا اس کو ایسا سمجھتے ہیں جیسے کسی اچھے مکان کو دیکھ لیا، کسی پھول کو دیکھ لیا اور یہ وہ گناہ ہے کہ اس سے بوڑھے بھی بچے ہوئے نہیں ہیں۔

بدنگاہی بھی بدکاری اور بدترین معصیت ہے

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ گناہ اللہ تعالیٰ کو بہت ناپسند ہے۔

چنانچہ حدیث میں ہے:

انا غیور و اللہ اغیر منی و من غیرۃ حرم الفواحش ما ظھر منھا و ما بطن

میں بہت غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت مند ہے اور اسی غیرت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بے شرمی کی باتوں کو حرام قرار دے دیا ہے چاہے اس کی برائی کھلی ہو یا اندرونی ہو۔

اور یہ سب فواحش ہیں۔ آنکھ سے دیکھنا، ہاتھ سے پکڑنا، پاؤں سے چلنا۔ کیونکہ ان سب کو شارع نے زنا ٹھرایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

العینان تزنیان الخ

آنکھیں زنا کرتی ہیں، ان کا زنا دیکھنا ہے۔ کان زنا کرتے ہیں، ان کا زنا سننا ہے۔ زبان زنا کرتی ہے اس کا زنا بولنا ہے۔ ہاتھ زنا کرتے ہیں، ان کا زنا پکڑنا ہے۔

(دعوات عبدیت، ج ۵ ص ۸۵)

اس وقت لوگوں میں یہ مرض شدت سے پھیل رہا ہے کوئی تو خاص اصلی ہی گناہ میں مبتلا ہے اور کوئی اس کے مقدمات میں یعنی اجنبی لڑکے یا اجنبی عورت پر نظر کرنے میں۔

حدیث میں ہے:

اللسان یزنی و زناہ النطق و القلب یتمنی و یشتھی

اس میں ہاتھ لگانا، بری نگاہ سے دیکھنا سب داخل ہو گئے۔ یہاں تک کہ جی خوش

کرنے کے لئے کسی حسین لڑکے یا لڑکی سے باتیں کرنا یہ بھی زنا و لواطت میں داخل ہے۔ اور قلب کا زنا سوچنا ہے جس سے لذت حاصل ہو تو جیسے زنا میں تفصیل ہے ایسے ہی لواطت میں بھی اور یہ نہایت ہی افسوس اور رنج کی بات ہے باوجود یہ کہ عورت کی طرف طبعاً میلان ہوتا ہے مگر لوگ پھر بھی لڑکوں کی طرف مائل ہیں اور وجہ اس کی زیادہ تر یہی ہے کہ عورت سے ملنے میں بدنامی ہو جاتی ہے دوسرے عورت ملتی بھی مشکل سے ہے اور لڑکے سے ملنے میں زیادہ بدنامی کا اندیشہ بھی نہیں ہوتا اور ملتے بھی ہیں آسانی سے۔ بالخصوص دیکھنا اور تصور کرنا تو اس سے بھی سہل ہے کہ اس کی کسی کو خبر بھی نہیں ہوتی اور یہ سب بدکاری ہے۔ (دعوات عبدیت ص١١٩ ج٩)

اس تعلق بد کا انجام

اس فعل کی خباثت عقلاً و نقلاً ہر طرح ثابت ہے اور طبیعت سلیمہ اس سے خود ہی انکار کرتی ہے۔ اس فعل پر بد طینت آدمی کے اور کوئی سبقت نہیں کر سکتا۔

ایک کھلا ہوا فرق شہوت بالنساء اور شہوت بالرجال میں یہ ہے کہ عورت سے قضاء شہوت کرنے کے بعد آپس میں طبیعت بڑھتی ہے اور مرد کی عزت عورت کی نظر میں بڑھ جاتی ہے۔ وہ سمجھتی ہے کہ یہ مرد ہے نامرد نہیں اور لڑکوں سے قضاء شہوت کر کے ایک دوسرے کی نظر میں اسی وقت ذلیل و خوار ہو جاتا ہے۔ پھر بہت جلد مفعول کے دل میں عداوت ایسی قائم ہو جاتی ہے کہ ایک دوسرے کی صورت سے بیزار ہو جاتا ہے۔ (دین و دنیا ص٢٧٢)

امارد (حسین لڑکوں) سے تعلق بہت خبیث النفس ہوتا ہے اور اس کا نام لوگوں نے محبت رکھا ہے یہ محبت ہرگز پاک نہیں۔ ایسے ناپاکوں کو مر جانا ہی بہتر ہے۔

بدنگاہی و بدنظری

بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو شہوت بالرجال سے پاک و صاف ہیں مگر ان میں بھی نظر کے مرض میں اکثر مبتلا ہیں۔ حالانکہ حدیث سے معلوم ہو چکا ہے کہ زنا آنکھ سے بھی

ہوتا ہے۔ پس امردوں کو بنظر شہوت دیکھنا بھی حرام ہے۔ اس میں بہت کم لوگ احتیاط کرتے ہیں حالانکہ نظر (بدنگاہی) مقدمہ ہے فعل کا اور مقدمة الحرام حرام قاعدہ فقہیہ ہے یعنی حرام کے مقدمات بھی حرام ہوتے ہیں۔ (لہٰذا بدنگاہی بھی حرام ہے) اس لئے نگاہ کی حفاظت بہت ضروری ہے۔

بدنگاہی کا وبال اور اس کا عذاب

اہل کشف نے لکھا ہے کہ بدنگاہی آنکھوں میں ایک ایسی ظلمت ہوتی ہے کہ جس کو تھوڑی سی بصیرت ہو وہ پہچان لے گا کہ اس شخص کی نگاہ پاک نہیں۔

اگر دو شخص ایسے لئے جائیں کہ عمر میں حسن و جمال میں اور ہر امر میں وہ برابر ہوں۔ فرق ان میں صرف اس قدر ہو کہ ایک فاجر ہو اور دوسرا متقی ہو۔ جب چاہے دیکھ لو فاجر کی آنکھ میں ایک قسم کی ظلمت اور بے رونقی ہوگی، لیکن اہل کشف خصوصیت سے کسی کو کہتے نہیں بلکہ عیب پوشی کرتے ہیں۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو اپنی بارگاہ سے مردود کرنا چاہتے ہیں، اس کو لڑکوں کی محبت میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ یہ نہایت مضرت کی چیز ہے۔ حضرت ابو قاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

النظر سهم من سهام ابليس

یعنی نظر ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔

بعض اکابر کا قول

بعض اکابر کا قول ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ اپنے دربار سے نکالنا چاہتا ہے اس کو امارد (حسین خوبصورت لڑکوں) کی محبت میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ محبت گو فعل اختیاری نہیں مگر اس کے اسباب اختیاری ہیں یعنی ان کو دیکھنا، ان سے اختلاط کرنا وغیرہ۔ پس مطلب یہ ہوا کہ جس کو اللہ تعالیٰ اپنے دربار سے مطرود (یعنی مردود راندہ درگاہ) کرنا چاہتے ہیں اسی کو **نظر الی الامارد واختلاط بالامارد** (یعنی لڑکوں سے بدنگاہی اور

خلط ملط) میں مبتلا کر دیتے ہیں اور یہ افعال اختیار یہ ہیں جس کا انجام طرد عن الحق (اللہ کی طرف سے دھتکار) ہے۔ (العیاذ باللہ) (دین ودنیا، ص ۲۷۲)

بدنگاہی کا انجام، سلب ایمان کا خطرہ

ایک روایت ہے کہ

النظر سهم من سهام ابليس

یعنی نظر ایک تیر ہے شیطان کے تیروں میں سے۔

نظر کرنے سے دل میں آگ بھڑک اٹھتی ہے اور نظر کو روکنے سے وہ آگ گھٹتی ہے جس سے تکلیف ضرور ہوتی ہے لیکن وہ آگ وہیں دب کر رہ جاتی ہے جہاں تھی۔ اور نظر کرنے سے موت تک نوبت آجاتی ہے۔ کیونکہ مقصد حاصل نہیں تو پھر تقاضہ پیدا ہوگا تکرار نگاہ کا اور پھر بھی مقصد حاصل نہیں ہوتا تو پھر تقاضہ پیدا ہوتا ہے۔ غرض یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا تو نگاہ کر لینے کا نقصان تو ختم نہیں ہوتا اور نگاہ کو روک لینے کی تکلیف ذرا دیر میں ختم ہو جاتی ہے۔

شہوت بالا مارد کی ابتداء

یہ ناپاک فعل سب سے پہلے قوم لوط میں رائج ہوا۔ ان سے پہلے آدمیوں میں اس کا وقوع نہ ہوا تھا۔ چنانچہ لوط علیہ السلام نے ان سے فرمایا:

اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِيْنَ

گو حیوانات میں بعض کی نسبت کہا جاتا ہے کہ ان میں پہلے سے وقوع تھا۔ کتب سیر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فعل بد (خبیث) قوم لوط نے خود بھی نہیں ایجاد کیا بلکہ شیطان نے ان کو سکھایا۔ یہ فعل ایسا خبیث ہے کہ انسان کا نفس باوجود امارۃ بالسوء ہونے کے اس طرف خود منتقل نہیں ہوا بلکہ شیطان خبیث نے اس طرف قوم لوط کو متوجہ کیا۔

جس کا قصہ اس طرح کتابوں میں ملتا ہے کہ شیطان خوبصورت لڑکے کی شکل میں ایک شخص کے باغ میں سے انگور توڑ توڑ کر کھایا کرتا تھا۔ باغ والا اس کو دھمکاتا، مارتا مگر

یہ باز نہ آتا تھا۔ ایک دن اس نے تنگ آ کر اس سے کہا کمبخت تو نے میرے باغ کا پیچھا کیوں لے لیا، سارے درخت برباد کر دیئے، تو مجھ سے کچھ روپے لے لے اور میرے باغ کا پیچھا چھوڑ دے۔ شیطان نے امرد (حسین لڑکے) کی صورت میں کہا کہ میں اس طرح باز نہ آؤں گا اگر تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہارے درختوں کے پاس نہ آؤں تو جو بات میں کہوں اس پر عمل کرو۔ اس نے کہا وہ کیا بات ہے۔ ابلیس نے اس کو اس فعل کی تعلیم دی کہ میرے ساتھ تو یہ فعل کر پھر میں تیرے باغ کو چھوڑ دوں گا۔ چنانچہ پہلی بار تو اس نے اپنے باغ کے بچاؤ کے لئے جبراً و کرھاً یہ فعل کیا پھر خود اس کو مزہ پڑ گیا۔ وہ اس کی خوشامدیں کرنے لگا کہ تو روز آیا کر اور جتنے انگور چاہے کھا لیا کر۔ پھر اس نے دوسرے آدمیوں کو اس کی اطلاع دی اور لوگ بھی یہ فعل کرنے لگے۔ پھر کیا تھا، عام رواج ہو گیا اس کے بعد شیطان تو غائب ہو گیا لوگوں نے لڑکوں کے ساتھ یہ فعل کرنا شروع کر دیا۔ خدا تعالیٰ کو یہ فعل بہت ناگوار گزرا۔ چنانچہ حضرت لوط علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اپنی قوم کو اس فعل سے روکو ورنہ سخت عذاب آئے گا۔ انہوں نے بہت سمجھایا مگر وہ باز نہ آئے۔ آخر عذاب نازل ہوا اور اس کے سبب تباہ ہو گئے۔ حق تعالیٰ نے قوم لوط پر جو سخت عذاب نازل کیا وہ سب کو معلوم ہے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اسی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ فعل کیسا سنگین ہے کیونکہ کفر تو تمام کفار میں مشترک تھا لیکن عذاب کی نوع کا مختلف ہونا بظاہر خصوصیت افعال ہی کی وجہ سے تھا۔ (الکمال فی الدین ص ۲۶۸ ملحقہ دین و دنیا)

شہوت کی اقسام

اچھے کھانوں اور فضول باتوں کا نشہ

ایک بات یہ بھی یاد رکھنے کی ہے کہ شہوت عورتوں اور لڑکوں ہی کے تعلق میں منحصر نہیں بلکہ لذیذ غذاؤں کی فکر میں رہنا بھی شہوت ہے

عمدہ لباس کی دھن میں رہنا بھی شہوت ہے، ہر وقت باتیں بگھارنے کی عادت ہونا بھی شہوت ہے اور ان سب شہوتوں سے نفس کو روکنا یہ بھی صبر عن الشہوت میں داخل ہے۔

بدنگاہی سے بچنے کی تدبیر

شیطان اول تو اچھی نیت سے دکھاتا ہے چند روز بعد جب محبتیں جاگتی ہیں تو پھر نگاہ کو ناپاک کر دیتا ہے۔تو ضروری عمل یہ ہے کہ تعلق ہی نہ رکھو اور تعلق ہوتا ہے نظر سے۔لہٰذا نظر ہی نہ کرو غالباً حدیث میں ہے یا کسی بزرگ کا قول ہے:

النظر سهم من سهام ابليس

نظر کرنا ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔

یہ نظر ایسی چیز ہے کہ اس کا اثر پیدا ہونے کے بعد بھی مدت تک یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ ہم کو تعلق ہو گیا ہے بلکہ جب کبھی محبوب جدا ہوتا ہے اس وقت قلب میں ایک سوزش سی پیدا ہوتی ہے اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ تعلق ہو گیا۔اور جس قدر یہ سوزش بڑھتی ہے خدا کی محبت کم ہوتی جاتی ہے اور اس سے خدا تعالیٰ کو بہت غیرت آتی ہے۔

(دعوات عبدیت،ص۲۲۲ج۹)

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆
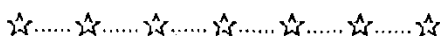
طالب علم کے لئے
ادب کی ضرورت

یعنی

با ادب با نصیب
بے ادب بے نصیب

ادب کی اہمیت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰى (سورۃ النجم)

آپ کی نگاہ نہ کج ہوئی اور نہ کسی اور طرف کو ہٹی۔

کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد بارگاہ رب العزت کے آداب کا لحاظ رکھنا ہے، نیز فرمایا:

قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا

اپنے آپ کو اور گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر یوں کی ہے کہ انہیں عقل مند اور سمجھ دار بناؤ اور انہیں ادب سکھاؤ۔ علی بن احمد الاہوزی نے کہا کہ ان سے ابوالحسن صفاء البصری نے کہا کہ غسام نے ان سے بیان کہ عبدالصمد بن النعمان نے ان سے کہا عبدالملک بن الحسین نے عبدالملک بن عمیر سے اور انہوں نے مصعب بن شیبہ سے روایت کی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

بچے کا اپنے باپ پر حق یہ ہے کہ وہ اس کا اچھا نام رکھے، اچھی دایہ مقرر کرے اور اس کا ادب بہتر بنائے۔

ایک حکایت ہے کہ سعید بن المسیب نے فرمایا بس شخص کو یہ معلوم نہیں کہ اس پر اللہ تعالیٰ کے کیا حقوق ہیں اور اللہ کے اوامر ونواہی پر کاربن نہ رہا تو وہ شخص ادب سے بے بہرہ ہے۔

روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

اَدَّبَنِىْ رَبِّىْ فَاَحْسَنَ تَادِيْبِىْ

اللہ تعالیٰ نے مجھے ادب سکھایا اور اچھا ادب سکھایا۔

ادب کیا ہے؟

ادب، درحقیقت نیک خصلتوں کے اجتماع کا نام ہے اور ادیب وہ شخص ہے جس میں

نیک خصلتیں جمع ہوں، اس سے لفظ ''مادبۃ'' نکلا ہے جس کا معنی کھانے کے لئے جمع ہونے کے ہیں۔

ادب مشائخ عظام کی نظر میں

ادب کی اہمیت سے متعلق اکابرین امت کے چند اقوال نقل کئے جاتے ہیں:

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
پہلے ادب سیکھو پھر علم سیکھو۔

☆ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
میرے پاس ایسے شخص کا ذکر آئے جسے اولین وآخرین کا علم ہو مگر وہ آداب نفس سے کورا ہو تو مجھے اس کی ملاقات میسر نہ ہونے پر کبھی افسوس نہیں ہوتا اور جب کبھی سننے میں آتا ہے کہ فلاں شخص آداب نفس کا حامل ہے تو اس کی ملاقات نصیب نہ ہونے پر افسوس ہوتا ہے۔

☆ حضرت مخلد بن حسین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
ہم کثرت سے حدیث کی بہ نسبت ادب کے زیادہ محتاج ہیں۔

☆ فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
اسلام کے پانچ قلعے ہیں، پہلا یقین، دوسرا اخلاص، تیسرا فرائض، چوتھا تکمیل سنن، پانچواں حفظ آداب، جب تک آدمی آداب کی حفاظت ونگرانی کرتا رہتا ہے شیطان اس سے مایوس رہتا ہے اور جب یہ آداب چھوڑنے لگتا ہے تو شیطان سنتیں چھڑوانے کی فکر میں لگ جاتا ہے حتی کہ پھر فرائض، اخلاص اور یقین تک نوبت جا پہنچتی ہے۔

☆ حضرت ابوعبداللہ بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
آداب نفس کا حاصل کرنا علم کے حصول سے زیادہ اہم ہے۔

☆ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

بے ادب خالق ومخلوق دونوں کا معتوب ومغضوب ہوتا ہے۔

☆ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب کشف المحجوب میں لکھتے ہیں:

تارک ادب اخلاق محمدی ﷺ سے بہت دور ہوتا ہے۔

☆ حضرت رویم رحمۃ اللہ علیہ نے ابوعبداللہ بن خفیف رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا:

یا بنی اجعل عملک ملحا ادبک دقیقا ای استکثر من الادب حتی تکون نسبۃ الدقیق الی الملح

اے بیٹے! اپنے عمل کو نمک بنا اور ادب کو آٹا بنا، یعنی ادب میں اضافہ کر حتی کہ کثرت عمل و ادب کی نسبت نمک اور آٹے جیسی ہو جائے۔

☆...... ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بندہ اللہ کی عبادت کرنے سے جنت تک پہنچ جاتا ہے اور اللہ کی اطاعت میں ادب بجالانے سے اللہ تک پہنچ جاتا ہے۔

☆...... الجلاجلی البصری فرماتے تھے کہ توحید ایسا موجب ہے جس سے ایمان (بالرسالۃ) واجب ہو جاتا ہے، لہٰذا جس کا ایمان نہیں، اس کی توحید بھی نہیں، اور ایمان موجب ہے جو شریعت کو قرار دیتا ہے، لہٰذا جس کی شریعت نہیں اس کا نہ ایمان ہے نہ توحید اور شریعت ایسا موجب ہے جس سے ادب واجب ہوتا ہے، لہٰذا جس کے پاس ادب نہیں اس کی نہ شریعت ہے نہ ایمان اور نہ توحید۔

☆...... ابن عطاء کہتے ہیں: ادب یہ ہے کہ تو اچھے کاموں پر لگا رہے، کسی نے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا: یہ کہ تو اللہ کے ساتھ ظاہر و باطن میں ادب سے پیش آئے، جب تو ایسا ہوگا تو خواہ تو عجمی کیوں نہ ہو ادیب کہلائے گا۔ پھر یہ شعر پڑھا۔

اذا نطقت جاءت بکل ملاحۃ و ان سکتت جاءت بکل ملیح

ترجمہ: جب بولتی ہے تو ہر طرح کی نمکین باتیں کرتی ہے اور جب چپ رہتی ہے تو بھی ہر طرح کی ملاحت ظاہر ہوتی ہے۔

☆...... عبداللہ الحریری فرماتے ہیں کہ خلوت میں بیٹھتے وقت میں نے بیس سال اپنے پاؤں نہیں پھیلائے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اچھے آداب کا لحاظ رکھنا

بہتر ہے۔

☆......اُستاد ابوعلی دقاق فرماتے ہیں کہ جو شخص ادب کا لحاظ رکھے بغیر بادشاہ کی صحبت میں بیٹھے گا تو اس کی جہالت اسے قتل کروا دے گی۔

☆......کسی نے ابن سیرین سے پوچھا کہ کون سے آداب بندے کو اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب کر دیتے ہیں، تو فرمایا اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کو جاننا، اس کی اطاعت گزاری کرنا، خوشی پر اس کا شکریہ ادا کرنا، اور مصیبت پر صبر کرنا۔

☆......یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب عارف باللہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ادب کا لحاظ نہ رکھے تو سمجھ لو کہ وہ ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک ہو گیا۔

☆......استاد ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ادب کے ترک کر دینے سے انسان دھتکارا جاتا ہے، لہٰذا جس نے بساطِ ادب پر سوء ادبی کی اسے دروازے کی طرف دھکیل دیا جاتا ہے اور جس نے دروازے پر بے ادبی کی اسے دھکیل کر جانوروں کی دیکھ بھال پر مقرر کر دیا جاتا ہے۔

☆......کسی نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ لوگ علم و ادب حاصل کرنے کی طرف کثرت سے راغب ہو رہے ہیں، ان میں سے دنیا میں کون سا علم زیادہ نفع رساں ہے اور آخرت میں کون سا علم اللہ تعالیٰ تک زیادہ پہنچا دینے والا ہے؟ فرمایا: تفقہ فی الدین، دنیا سے کنارہ کشی اور یہ جاننا کہ اللہ کا تم پر کیا حق ہے۔

☆......یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے آدابِ خداوندی کا لحاظ رکھا وہ ان لوگوں میں سے ہو گیا جن سے اللہ کو محبت ہے۔

☆......سہل فرماتے ہیں: صوفیاء نے اللہ تعالیٰ کے احکام پر کاربند رہنے کے لئے اللہ ہی سے مدد طلب کی ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے آداب خداوندی پر ثابت قدم رہے ہیں۔

☆......ابنِ مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہمیں زیادہ علم حاصل کرنے کے مقابلے میں تھوڑا سا ادب حاصل کرنے کی زیادہ ضرورت ہے۔

☆...... احمد بن ابی الحواری فرماتے ہیں کہ ولید بن عقبہ نے بیان کیا کہ ابن مبارک کہتے تھے: ہم نے ادب کی تلاش اس وقت کی جب سکھانے والے گزر چکے تھے، کہا جاتا ہے کہ تین خصلتوں کے ہوتے ہوئے انسان اجنبی معلوم نہیں ہوتا: (۱) مشکوک لوگوں سے کنارہ کشی، (۲) حسن ادب، (۳) کسی کو ایذا نہ پہنچانا۔

☆...... شیخ ابوعبداللہ مغربی اپنے اشعار میں فرماتے ہیں کہ:

یزین الغریب اذا ما اغترب ثلاث فمنهن حسن الادب

و ثانية حسن اخلاقه و ثالثة اجتناب الريب

ترجمہ: جب کوئی مسافر سفر میں جائے تو تین چیزیں اس کی زینت ہوتی ہیں: (۱) حُسنِ ادب، (۲) حسن اخلاق، (۳) شکوک اور تہمت کی باتوں سے بچنا۔

☆...... جب ابو حفص بغداد میں آئے، تو جنید رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے کہا: آپ نے اپنے مریدوں کو شاہی آداب سکھا رکھے ہیں، اس پر ابو حفص نے جواب دیا: ظاہری حسنِ ادب باطنی حسنِ ادب کا آئینہ دار ہے۔

☆...... عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں: عارف باللہ کے لئے پاس ادب اسی طرح ضروری ہے جس طرح مبتدی کے لئے توبہ۔

☆...... منصور بن خلف مغربی فرماتے ہیں کہ کسی صوفی کو کسی نے بے ادب کہا، اس پر اس نے جواب دیا: میں بے ادب نہیں ہوں، اس پر سوال ہوا کہ تجھے کس نے ادب سکھایا؟ جواب دیا: صوفیاء نے۔

☆...... سہل بن عبداللہ نے فرمایا: جس شخص نے اپنے نفس کو ادب کے ساتھ مغلوب کر لیا وہ شخص اخلاص کے ساتھ اللہ کا عبادت گزار ہو گیا۔

کہا جاتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور صدیقین کے سوا کسی کو کمال ادب حاصل نہیں۔

☆...... عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں، لوگ ادب کے متعلق بہت کچھ کہتے ہیں مگر ہم کہتے ہیں کہ ادب نفس کی معرفت کا نام ہے۔

☆...... شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ بات کرتے ہوئے شرم وحیا کو ترک کر دینا بے ادبی ہے۔

☆...... ذوالنون فرماتے ہیں کہ عارف باللہ کا ادب ہر قسم کے ادب سے بلند ہے کیونکہ جس سے اس کی جان پہچان ہے یعنی حق تعالیٰ، وہی اس کے دل کو ادب سکھانے والا ہے۔

☆...... کسی صوفی کا قول ہے کہ حق سبحانہ فرماتا ہے: جس شخص کو میں نے اپنے اسماء وصفات میں غور وفکر کرنے پر لگائے رکھا، اسے میں نے ادب کا لحاظ رکھنے کا بھی حکم دیا مگر جس کے لئے میں نے اپنی ذات کھول دی، میں نے اس کے لئے ہلاکت لازم قرار دے دی، اب تم ان میں سے جو چاہو اختیار کرو، خواہ ادب، یا عطب (ہلاکت)۔

☆...... کہتے ہیں کہ ایک دن ابن عطاء نے اپنے ساتھیوں کی موجودگی میں پاؤں پھیلا دیئے اور فرمایا کہ اہل ادب کے درمیان ہوتے ہوئے ادب ترک کر دینا بھی ادب ہے، اس حکایت کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے، جس میں روایت کی گئی ہے کہ نبی ﷺ کے پاس ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بیٹھے تھے کہ عثمان رضی اللہ عنہ آ گئے تو آپ نے اپنی ران ڈھانپ لی اور فرمایا کہ جس شخص سے فرشتے حیاء کرتے ہیں، کیا میں اس سے حیاء نہ کروں؟ اس واقعہ میں آنحضرت ﷺ نے اس بات کی تنبیہ کر دی کہ اگرچہ عثمان رضی اللہ عنہ کا احترام بڑا تھا مگر آپ کی جو کیفیت ابوبکر وعمر کے ساتھ تھی اس میں زیادہ دوستی اور بے تکلفی پائی جاتی ہے۔ یہ اشعار تقریباً اسی مفہوم کے ہیں:

فی انقباض و حشمة فاذا صادفتُ اهل الوفاء و الكرم

ارسلت نفسی علی سجیتها و قلت ما قلت غیر محتشم

ترجمہ: مجھ پر انقباض واحترام پایا جاتا ہے مگر جب اہلِ وفاء وکرم سے صحبت ہوتی ہے تو اپنے نفس کو اس کی طبیعت پر چھوڑ دیتا ہوں، اور پھر جو بھی کہنا ہوتا ہے بے دھڑک کہہ دیتا ہوں۔

☆...... جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب آپس میں صحیح محبت پیدا ہو جاتی

ہے تو ادب کے شروط ساقط ہو جاتے ہیں۔

☆..... ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب آپس میں صحیح محبت پیدا ہو جاتی ہے تو محب پر پاسِ ادب رکھنا اور بھی ضروری ہو جاتا ہے۔

☆..... ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب کوئی مرید (جو مبتدی ہے) ادب کا خیال نہیں رکھتا تو وہ لوٹ کر وہیں پہنچ جاتا ہے جہاں سے چلا تھا۔

آلاتِ علم کا ادب

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایک روز بیت الخلاء میں تشریف لے گئے، اندر جا کر نظر پڑی کہ انگوٹھے کے ناخن پر ایک نقطہ روشنائی کا لگا ہوا ہے، جو عموماً لکھتے وقت قلم کی روانی دیکھنے کے لئے لگالیا جاتا تھا، فوراً گھبرا کر باہر آ گئے اور دھونے کے بعد تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اس نقطہ کو علم کے ساتھ ایک تلبّس ونسبت ہے، اس لئے بے ادبی معلوم ہوئی کہ اس کو بیت الخلاء میں پہنچاؤں۔ (مجالس حکیم الامت، ص ۲۸۱)

ایک بزرگ لفافے کو الٹا کر کے دوسری طرف ٹکٹ لگا کر دوبارہ استعمال فرماتے اور فرمایا کرتے کہ لفافے کی ایک طرف کو ضائع کر دینا کاغذ کی بے ادبی ہے، اسی طرح باریک باریک مگر صاف صاف لکھتے تاکہ کاغذ کی ذرا سی جگہ بھی ضائع نہ ہو۔

ایک چمڑہ کا بیگ تھا کسی مخلص خادم نے بنوایا تھا اور چمڑہ کا لفظ (محمد اشرف علی) کندہ کرا دیا تھا اس کا حضرت (تھانوی نور اللہ مرقدہ) اتنا ادب کرتے تھے کہ حتی الامکان نیچے اور جگہ بے جگہ نہ رکھتے تھے۔ (حسن العزیز، ج ۴ ص ۳۲)

ایک جگہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قلم اور روشنائی کا بھی خوب خیال رکھو اور لکھنے کے بعد قلم کان کے اوپر لگا دیا کرو کہ اس طرح کرنے سے یاد بھی رہتا ہے اور احترام بھی ہے، بعض طلبہ قلم سے کھیلتے ہوئے پیر کی انگلیوں میں پھیرتے رہتے ہیں یہ بہت برا ہے، اسی طرح ہر جگہ اور ہر چیز پر مت لکھو کہ یہ روشنائی کے بے قدری ہے۔

ایک لفافہ پر روشنائی گر گئی تھی تو اس پر یہ لکھ دیا کہ ''بلا قصد روشنائی گر گئی'' اور وجہ بیان فرمائی کہ یہ اس لئے لکھ دیا کہ قلت اعتناء پر محمول نہ کریں جس کا سبب قلتِ احترام

ہوتا ہے۔ (الفصل للوصل، ص ۱۹۷)

ادب شعراء کی نظر میں

اہمیت ادب کے عنوان پر دنیا کی مختلف زبانوں میں اشعار کا بڑا ذخیرہ موجود ہے، یہاں پر مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر عربی فارسی اور اردو زبان کا ایک ایک شعر درج کیا جاتا ہے۔

ادبوا النفس ایھا الاصحاب   طرق العشق کلھا آداب

اے دوستو! اپنے آپ کو آداب سکھاؤ اس لئے کہ عشق کے سب طریقے ادب ہی ادب ہیں۔

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از لطف رب

ہم اللہ تعالیٰ سے ادب کی توفیق مانگتے ہیں اس لئے کہ بے ادب اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں سے محروم رہتا ہے۔

خموش اے دل بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا
ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

طالب علم کے لئے
اساتذۂ کرام کے ادب واحترام
کی اہمیت

استاذ کے ادب اور عظمت واحترام کیسے ہو؟

۱۔ علم حاصل کرنے کیلئے اہل علم وتقوی کو منتخب کرنا

طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ پہلے غور کرے اور جس سے علم اور حسن اخلاق اور حسن آداب حاصل کرے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرے۔ اگر ممکن ہو سکے تو ایسے استاذ کا انتخاب کرے جن کی اہلیت کمال کو پہنچی ہو اور شفقت و مروت اور عفت و صیانت میں معروف ہو۔ بہترین تعلیم اور اعلیٰ تفہیم کا حامل ہو اور ایسے استاذ کی طرف راغب نہ ہو کہ علم میں تو مشہور ہو مگر تقوی، دین اور اخلاق میں کمزور ہو۔ کسی بزرگ کا فرمان ہے:

هذا العلم دين فانظروا عمن تاخذون دينكم

یعنی یہ علم دین ہے جن سے تم اپنا دین حاصل کر رہے ہو ان کو پہلے دیکھو۔

امام غزالی وغیرہ علماء نے اس کو کبر قرار دیا ہے اور عین حماقت سے تعبیر کیا ہے۔ اس لئے کہ حکمت مومن کا گمشدہ متاع ہے جہاں سے ملے اس کو حاصل کرے جس طرح ملے غنیمت جانے اور پہنچانے والے کا احسان مند ہو۔ اس لئے کہ جہالت سے ایسا بھاگا جاتا ہے جیسا شیر سے بھاگا جاتا ہے اور شیر سے بھاگنے والا یہ نہیں دیکھتا کہ کون اس کو بتاتا ہے کوئی بھی اس کی رہنمائی کرے قبول کرتا ہے۔

اور اگر کمزور سے برکت کی امید ہے تو مشہور کے مقابلے میں اس سے زیادہ فائدہ ہوگا۔ اگر اسلاف کے احوال کا جائزہ لو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ نفع کا حصول اکثر ان مشائخ سے ہوا ہے جو دولت تقویٰ سے مزین ہوں اور طلبہ کے لئے خیر خواہ اور شفیق ہوں۔

اس طرح اسلاف کی تصنیفات کو دیکھیں تو سب سے زیادہ فائدہ ان بزرگوں کی تصانیف سے ہوا جو تقویٰ للّٰہیت اور زہد میں وافر حصہ پائے ہوں۔

اور انتخابِ استاذ میں کوشش یہ ہو کہ استاذ علوم شریعت کا مکمل درک رکھتا ہو، اور ان علوم کو وقت کے چیدہ مشائخ سے حاصل کر چکا ہو۔ محض مطالعہ کے زور سے عالم نہ بنا

ہو۔ اور علوم کو استاذ کے بغیر محض ذہانت سے اخذ نہ کیا ہو۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے:

من تفقّه من بطون الکتب، ضیّع الاحکام

جو (استاذ کے بغیر) محض کتابوں سے فقہ حاصل کرے گا وہ احکام کو ضائع کرے گا۔

کسی امام کا قول ہے:

"من اعظم البلیة تشیخ الصحیفة"

محض کتاب کے ذریعے (استاذ کے بغیر) شیخ بننا بھی بڑی مصیبت ہے۔

۲۔ استاذ کی فرمانبرداری اور تواضع

تمام معاملات میں استاذ کا تابع فرماں بردار ہو اور کسی کام اور تدبیر میں استاذ کی رائے سے نکلنے نہ پائے بلکہ استاذ کے سامنے ایسا ہو جیسا کہ ماہر ڈاکٹر کے سامنے مریض ہوتا ہے، اپنے تمام کام استاذ کے مشورہ سے کرے۔ استاذ کے احترام میں انتہاء کر دے ان کی خدمت کر کے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرے۔ اور یقین کر لے کہ استاذ کے سامنے پامال ہونا عزت کی معراج ہے۔ ان کے سامنے عاجزی اور تواضع مرتبے کی بلندی ہے۔ حکایت ہے کہ علماء کے زیادہ احترام پر کسی نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو عتاب کیا تو فرمایا:

اُھِینُ لھم نفسی فھم یکرمونھا

ولن تکرم النفس التی لاتھینھا

میں ان کے لئے اپنے نفس کو پامال کرتا ہوں تو وہ اس کا احترام کرتے ہیں۔ اس نفس کی کبھی تکریم نہیں ہوگی جس کو پامال نہ کیا گیا ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مع اپنی جلالت شان و مرتبہ کے حضرت

زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کے رکاب کو پکڑ کر چلتے اور فرماتے:

ھکذا امرنا ان نفعل بعلمائنا

ہمیں اپنے علماء کرام کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام خلف الاحمر سے فرمایا:

لا اقعد الا بین یدیک

میں آپ کے سامنے ہی بیٹھوں گا۔

ہمیں اساتذہ کرام کے ساتھ تواضع سے پیش آنے کا حکم دیا گیا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

علم تواضع اور فرماں برداری ہی سے حاصل ہوگا۔

اور یہ بھی فرمایا! اگر شیخ جب بھی تعلیم کی طرف کوئی راہنمائی کرے اس کو بلا چوں وچرا قبول کرے اور اپنی رائے کو ترک کردے۔ استاذ کی خطا پر عمل کرنا اپنی صحیح رائے پر عمل کرنے کے مقابلے میں زیادہ نفع بخش ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں اس کی طرف ان الفاظ سے تنبیہ فرمائی:

اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا

آپ میرے ساتھ (رہ کر) صبر نہیں کر سکتے۔

رسالت وعلم اور عظیم المرتبت ہونے کے باوجود خاموش رہنے کا حکم دیا گیا، چنانچہ فرمایا:

فَلَا تَسْئَلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰی اُحْدِثَ لَکَ مِنْهُ ذِکْرًا (الکھف)

۳۔ شیخ کی تعظیم کرنا اور ان کے شایانِ شان صفات بیان کرنا

استاذ کو قدر کی نگاہ سے دیکھے۔ اور اس کو باکمال سمجھے۔ اس سے حصولِ نفع زیادہ ہوگا۔ بعض اسلاف کا طریقہ رہا ہے کہ جب وہ اپنے استاذ کے پاس جانے کا ارادہ کرتے تو صدقہ کرتے اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے: کہ اے اللہ استاذ کے عیب کو مجھ

سے پوشیدہ رکھ اور ان کے علم کی برکات سے مجھ کو محروم نہ فرما۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بوجہ ان کی ہیبت ورعب کے کتاب کے اوراق آہستہ سے پلٹتا تھا۔

حضرت ربیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم جس وقت حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ میری طرف دیکھ رہے ہوں تو میں نے کبھی بھی پانی پینے کی جرأت نہیں کی ان کی ہیبت کی وجہ سے۔

امام شریک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس خلیفہ مہدی کے بیٹوں میں سے کسی نے حاضری دی اور دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ اور حضرت شریک رحمۃ اللہ علیہ سے کسی حدیث کے متعلق سوال کیا تو امام صاحب نے اس کی طرف توجہ نہ دی۔ پھر اس نے پوچھا تو امام صاحب کا رویہ وہی رہا تو اس نے کہا: آپ خلفاء کی اولاد کو کوئی اہمیت نہیں دیتے؟ تو امام شریک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ لیکن علم اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی عظمت رکھتا ہے اس کو ضائع نہیں کیا جاتا۔ اور یہ بھی فرمایا: علم کو ضائع کرنے سے بہتر ہے کہ وہ اہل علم کے پاس ہی رہے۔

استاذ کو تُو اور تم کہہ کر مخاطب کرنا چاہئے اور نہ ہی دور سے آواز دی جائے، بلکہ خطاب میں یا سیدی، یا سیدی! کہہ کر مخاطب ہونا چاہئے۔

خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا، ایھا العالم یا ایھا الحافظ یا اس جیسے احترام کے کلمات استعمال کرنے چاہئیں، حتیٰ کہ ان کی غیر موجودگی میں ان کے نام کے ساتھ تعظیمی کلمات ملا کر بولنے چاہئیں۔

جیسا کہ میرے شیخ نے فرمایا، یا میرے استاذ محترم کا ارشاد ہے یا اس جیسے محترم الفاظ کہے۔

۴۔ استاذ کے فضل کو فراموش نہ کرنا

حضرت امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، جس شخص سے میں حدیث سنتا ہوں زندگی بھر اس کا غلام بنتا ہوں۔ اور فرمایا اس بنا پر ان کی تعظیم کرے۔ اس کی غیبت کی سختی

سے تردید کرے۔ اور اس پر غصہ کرے اور اگر ایسا نہ کر پائے تو اس مجلس سے اٹھے اور جدا ہو جائے۔

استاذ کی زندگی میں ان کے لئے دعا کرتا رہے اور وفات کے بعد ان کی اولاد، رشتہ دار اور دوست احباب کے ساتھ رعایت کا معاملہ کرے۔ اور کبھی ان کے مزار کی زیارت کرے ان کے لئے استغفار کرے اور صدقہ دے کر ان کے لئے ایصال ثواب کرے، اور ان کی راہ چلے۔ علم اور دوسرے امورِ دینی میں ان کی عادات کی پیروی کرے۔

۵۔ استاذ کے خلافِ طبع فعل پر صبر کرنا

اگر استاذ سے کوئی زیادتی سرزد ہو جائے یا ان کی ترش روئی اور سوء خلق ان سے حسن عقیدت اور ان کی صحبت کی راہ میں رکاوٹ نہ بنے۔ استاذ کی ان حرکات کی تاویل کرے اور استاذ کی زیادتی یا ظلم کے وقت عذر خواہی کرے تو یہ استغفار کرے اور استاذ کے عتاب کو برداشت کرے یہ استاذ کی محبت کو برقرار رکھنے کا سبب ہے۔ طالب علم کی دنیا وآخرت کے لئے نافع ہونے کا ذریعہ ہے۔

کسی بزرگ کا قول ہے۔ جو تعلیم کے لئے ذلت برداشت نہیں کرسکتا وہ ساری زندگی جہالت کی اندھیریوں میں ہی رہے گا۔ اور جو اس کو برداشت کرے گا، دنیا و آخرت میں عزت پائے گا۔

اصبر لدائک ان جفوت طبیبہ　　　واصبر لجھلک ان جفوت معلما

اگر تو اپنے طبیب سے بدعنوانی کرے گا تو ہمیشہ بیمار ہی رہے گا اور
اگر شاگرد نے معلم سے بدتمیزی کی تو وہ ہمیشہ جاہل رہے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، طالب علم بن کر ذلت برداشت کرو گے تو مطلوب بن کر عزت پاؤ گے۔ انہی کا قول ہے:

ان المعلم والطبیب کلیھما　　　لاینصحان اذا ھما لم یکرما

اگر استاذ اور ڈاکٹر کی تکریم و تعظیم نہ کی جائے تو وہ خیر خواہی نہیں
کرتے۔

معافی بن عمران فرماتے ہیں، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا لوگ آپ کے پاس دنیا کے کونے کونے سے آتے ہیں اور آپ ان پر غصہ کرتے ہیں۔ ہوسکتا ہے یہ لوگ آپ کو چھوڑ دیں آپ کے پاس نہیں آیا کریں۔ تو کہنے والے سے فرمایا، اگر وہ میرے سوءِ خلق کی وجہ سے اپنے نفع وفائدے کو چھوڑ دیں تو وہ تیری طرح احمق ہوں گے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: پانچ چیزوں کی مدارات انسان پر واجب ہے۔ ان میں سے ایک وہ عالم بھی ہے جس سے علمی فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔

۶۔ استاذ کے ارشادات وافادات پر شکر گزار ہونا

استاذ اگر کسی اچھی صفت کی طرف نشاندہی کرے یا کسی بری صفت پر توبیخ کرے یا کسی کمی وخامی کی طرف اشارہ کرے، تو استاذ کا شکریہ ادا کرے۔ اور استاذ کے ڈانٹ ڈپٹ کو نعمت الٰہی سمجھے اور یہ سمجھے کہ استاذ کی نظر توجہ اس کی طرف مبذول ہوتی ہے۔ یہ استاذ کے دل کو مزید اس کی طرف متوجہ کرنے کا باعث بنے گا۔

استاذ اگر کسی دقیق ادب یا شاگرد سے صادر شدہ کسی نقص پر تنبیہ کرے اور شاگرد پہلے سے اس سے متنبہ ہو تو شاگرد یہ باور نہ ہونے دے کہ اس کو بات کا علم پہلے سے ہے بلکہ اس پر استاذِ محترم کا شکریہ ادا کرے اور اس کا کوئی عذر ہو تو استاذ کو مطلع کرنے میں کوئی حرج نہیں، اور نہ بتانے میں مفسدہ کا خطرہ ہو تو بتانا ہی ضروری ہے۔

۷۔ استاذ سے اجازت طلب کرنے کے آداب

عام درس کے علاوہ اوقات میں بلا اجازت نہ آئے۔ چاہے استاذ اکیلا بیٹھا ہو یا اس کے پاس کوئی موجود ہو۔ اجازت چاہنے پر اجازت نہ ملے تو واپس چلا جائے۔ بار بار اجازت طلب نہ کرے۔ ہاں اگر اس کے آنے کے متعلق استاذ کے باخبر نہ ہونے کا شک ہو تو بھی تین مرتبہ سے زیادہ دروازہ کھٹکھٹانا نہیں چاہئے۔ اور دروازہ کھٹکھٹانے میں بھی استاذ کا ادب ملحوظ رہے۔ پہلے ناخن سے آہستہ آہستہ کھٹکھٹائے، پھر انگلیوں سے، پھر کواڑ

سے، ہاں اگر استاذ کی نشست گاہ دروازے سے دور ہوتو اتنی آواز میں کھٹکھٹائے جو استاذ تک پہنچے۔ اور اجازت مل جائے اور ملنے والے جماعت کی صورت میں ہوں تو بڑا سب سے آگے ہواور سلام عرض کرے پھر دوسرے ساتھی سلام کریں۔ استاذ کے پاس اچھی ہیئت پاک اور صاف ستھرا ہو کر جانا چاہئے۔

ناخن وغیرہ صحیح کر کے جائے اور کوئی بدبودار چیز وغیرہ ساتھ نہ ہو۔ خصوصاً سبق کے لئے جانا ہوتو اس کا اہتمام ضروری ہے کیوں کہ یہ مجلس ذکر وعلم ہے۔

استاذ کے پاس اگر کوئی بیٹھا ہو اور باتیں کر رہا ہو تو خاموشی کے ساتھ بیٹھ جائے۔ یا استاذ نماز پڑھ رہا ہو یا ذکر میں مشغول ہو یا لکھنے پڑھنے میں مصروف ہو اور وہ اس کو چھوڑ دے تو کلام کرنے میں پہل نہ کرے اور کلام کو طویل نہ کرے۔ ضرورت کی بات کر کے سلام کر کے جلدی اٹھ جائے۔ ہاں اگر استاذ اس کو ٹھہرنے کا حکم دے تو ٹھہر جائے۔ پھر زیادہ دیر نہ ٹھہرے۔

بہتر یہ ہے کہ استاذ کے پاس ایسے وقت میں جانا چاہئے کہ جس میں وہ مصروف نہ ہو۔ سونے یا کھانے یا کسی اور مصروفیت کے وقت اس کے پاس نہ جائے بلکہ فارغ وقت میں جائے تا کہ خوب انشراح کے ساتھ جو کچھ کہنا ہو کہہ دے۔

استاذ کو اگر اپنی نشست پر نہ پائے تو انتظار کرے۔ تا کہ سبق ضائع نہ ہو۔ اس لئے کہ سبق کا کوئی بدل نہیں ہے۔ استاذ کو باہر نکالنے کے لئے دروازہ نہ کھٹکھٹائے۔ اگر آرام فرما رہے ہوں تو بیداری تک صبر کے ساتھ انتظار کرے یا جا کر دوبارہ آ جائے۔ مگر صبر کرنا زیادہ نفع مند ہے۔

روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما طلب علم کے لئے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بیٹھے رہتے جب تک وہ بیدار نہ ہوتے۔ لوگ کہتے: ان کو اٹھا نہ دیں۔ فرماتے نہیں۔ بسا اوقات کافی وقت بیٹھے رہتے۔ اساتذہ کے ساتھ اسلاف کا یہی طرز عمل تھا۔ بے وقت استاذ سے پڑھانے کا مطالبہ نہ کیا جائے، اور نہ عام درس سے ہٹ کر اپنے لئے مخصوص وقت طلب کرے۔ اگر چہ بڑا رئیس کیوں نہ ہو۔

بعض دفعہ استاذ حیاء کی وجہ سے انکار تو نہیں کر سکتا مگر اس سے طالب علم کو فائدہ نہیں ہوگا۔

۸۔ استاذ کے سامنے ادب کے ساتھ بیٹھنا

استاذ کے سامنے انتہائی ادب کے ساتھ دوزانو ہوکر بیٹھے۔ سکون، خشوع و خضوع کے ساتھ بیٹھے۔ شیخ کی طرف دیکھتے ہوئے ہمہ تن گوش ہوکر ان کی باتوں کو سنے اور سمجھنے کی بھرپور کوشش کرے۔ بلاضرورت دائیں بائیں، اوپر نیچے نہ دیکھے۔ خصوصاً دوران سبق یا استاذ کے ساتھ بات چیت کے وقت تو اس پر سختی سے عمل کرنا چاہئے۔

اور اس وقت استاذ ہی کی طرف نظر کرنی چاہئے۔ استاذ کے سامنے نہ آستین کو جھاڑے نہ آستین چڑھائے نہ ہی ایسے ہاتھ پیر کے ساتھ کھیلے، اور ہاتھ کو منہ یا داڑھی پر نہ رکھے، نہ ہی ناک میں ہاتھ رکھے اور اس سے کچھ نکالے، اور زمین پر ہاتھ نہ مارے اور نہ ہی فرش پر ہاتھوں سے خط کھینچے۔ استاذ کی طرف پہلو اور پیٹھ بھی نہ کرے۔ بلا ضرورت زیادہ کلام نہ کرے۔ اور ہنسانے والی بات بھی نہ کرے۔ ایسی کوئی حرکت یا کوئی بات جس سے بے ادبی کی بو آتی ہو نہ کرے۔ بلا وجہ نہ ہنسے، اگر ہنسنے کی ضرورت ہو تو روک لے اور تبسم پر اکتفاء کرے۔ استاذ کی موجودگی میں کسی دیوار یا کسی اور چیز پر ٹیک نہ لگائے نہ ہی ہاتھوں کو پیچھے کر کے اس پر ٹیک لگائے۔

بلاضرورت بار بار نہ کھانسے، نہ تھوکے، اگر تھوکنے کی ضرورت ہو تو رومال یا اور کوئی کپڑا وغیرہ منہ میں رکھ کر اس میں لعاب ڈال دے۔ اور یہ سارا عمل پوشیدہ طور پر کرنے کی کوشش کرے۔ استاذ کے ساتھ بات چیت یا بحث و مباحثہ کرتے وقت ہاتھوں کو نہ ہلائے۔ اگر چھینک آئے تو حتی المقدور آواز پست کرنے کی کوشش کرے، رومال سے چہرے کو ڈھانپ دے اگر جمائی آجائے تو روکنے کی کوشش کرے، اگر روکنے پر قادر نہ ہو تو منہ پر ہاتھ رکھ دے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: عالم کا تجھ پر یہ حق ہے کہ ان کی مجلس کے لوگوں پر عمومی سلام اور ان پر خصوصی سلام کیا جائے۔ ان کے سامنے بیٹھا جائے، ان کے سامنے ہاتھوں سے اشارے ہرگز نہ کرے۔ نہ ہی آنکھوں سے اشارے ہوں۔ ان کو

ہرگز یہ نہ کہے کہ فلاں شخص تیری بات کی مخالفت کرتا ہے، ان کے سامنے کسی کی غیبت کرنے سے گریز کرے۔ ان کی غلطی کے درپے نہ ہو، اگر ان سے غلطی ہو بھی جائے ان کو معذور سمجھے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ان کا احترام کرے اگر ان کو کسی کام کی ضرورت ہو تو دوسروں سے بڑھ کر کرنے کی کوشش کرے۔ اگر وہ سستی یا کاہلی کا مظاہرہ کرے تو الحاح نہ کرے۔ ان کی مجلس اور صحبت کو غنیمت جانے ان کی مثال ثمراور درخت کی سی ہے۔ انتظار میں رہنے سے پھل پھینک دیتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس وصیت میں استاذ کے ادب کے متعلق تمام ضروری باتیں بتادی ہیں۔

بعض بزرگوں کا کہنا ہے، استاذ کی تعظیم میں سے یہ بھی ہے کہ ان کے پہلو اور برابر میں نہ بیٹھا جائے، اگر استاذ حکم بھی دے تو ایسا نہ کرے ہاں اگر وہ سختی سے حکم دے تو اس پر عمل کرنے میں مضائقہ نہیں ہے، پھر بھی بعد میں ایسا نہ کرے۔

اس مقام پر بعض علماء نے کلام کیا ہے کہ آیا ایسے موقع پر ادب کے تقاضے پر عمل کرنا اولیٰ ہے یا استاذ کے حکم کی تعمیل بہتر ہے۔ راجح قول یہ ہے کہ اگر استاذ جزم کے ساتھ حکم دے اور اس کی خلاف ورزی دشوار ہو تو امتثال امر اولیٰ ہے۔ اگر استاذ جزم سے حکم نہیں دے رہا ہو محض اس کی دل جوئی کے لئے کہہ رہا ہو، امتثال امر کے بجائے تقاضۂ ادب پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔ کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ استاذ اس کے ادب واحترام کا امتحان لے رہا ہو۔

۹۔ استاذ سے سوال کرتے وقت ادب کوملحوظ رکھنا

استاذ سے خطاب کے وقت حتی المقدور ادب کے پہلو کوملحوظ رکھنا چاہئے۔ کیوں، نہیں، میں نہیں مانتا، نہیں اس کو کس نے نقل کیا ہے، یہ بات کہاں ہے، اور اس جیسے کلمات ہرگز نہ کہے۔ اگر ان سے استفادہ مقصود ہو تو انتہائی نرم لہجے میں ادب کے ساتھ ہم کلام ہو۔ کسی بزرگ کا قول ہے۔ جو اپنے استاذ سے کہے کیوں، وہ کبھی بھی کامیاب نہیں ہوگا۔ استاذ اگر کوئی بات ارشاد فرمائے تو یوں نہ کہے میں بھی یہی کہتا ہوں۔ یا میرے دل میں یہ بات آئی ہے یا میں نے بھی یہ بات سنی ہے۔ یا فلاں شخص نے بھی یہی کہا ہے۔ ہاں اگر شیخ اس کو پسند کرتا ہو تو علیحدہ بات ہے، یوں بھی نہ کہے کہ فلاں شخص

نے اس کے خلاف کا قول کیا ہے اور یہ بھی نہ کہے یہ صحیح نہیں ہے۔

اگر استاذ سہواً کوئی خلاف واقعہ بات کہدے یا کسی غیر مدلل بات پر اصرار کرے تو اپنے چہرے پر تغیر نہ لائے۔ اور نہ آنکھوں سے اس کی طرف اشارہ کرے، اور نہ ہی ہاتھوں سے اس کی طرف اشارہ کرے۔ بلکہ خوشی سے اس کو قبول کرنے کا تاثر دے۔ اور دل میں یہ خیال کرے کہ انسان غلطی کا پتلا ہے۔ معصوم صرف انبیاء کرام ہیں۔ استاذ کے ساتھ خطاب میں عامیانہ گفتگو نہ کرے، اور ایسے کلام سے گفتگو نہ ہو جو عام لوگ آپس میں کرتے ہیں، مثلاً یوں کہہ دیا کہ تجھے کیا ہوا۔ سمجھتے کیوں نہیں، سمجھ گئے؟ آپ سمجھے نہیں، اے انسان، یار اور اس جیسے الفاظ استعمال کرنا مناسب نہیں ہے۔ حتی کہ دو آدمیوں کی آپس میں ایسی مخاطبت بھی نقل نہ کرے جس میں بے ادبی کا عنصر ہو۔ مثلاً یوں کہنا کہ فلاں نے فلاں سے کہا تو بڑا بے فائدہ شخص ہے۔ تیرے اندر کوئی خیر نہیں ہے، بلکہ ان جیسے خطابات کو کسی احسن پیرائے میں بیان کرے اور یوں کہے کہ فلاں نے فلاں سے کہا کہ اس میں خیر و بھلائی نہیں وغیرہ۔

اور استاذ کو تردیدی کلمات نہ کہے۔ جس کا اکثر لوگ اہتمام نہیں کرتے مثلاً استاذ کہہ دے تو نے ایسا ایسا کہا ہے؟ اور جواب میں کہدے میں نے ایسا نہیں کہا ہے۔ یا استاذ کہدے تیری مراد یہ ہے۔ جواب میں کہے میری مراد یہ نہیں ہے۔ بلکہ کسی احسن اور لطیف پیرائے میں اپنا دفاع کرے۔

اسی طرح اگر استفہام تقریری کے طور پر یوں پوچھے کہ کیا تو نے ایسا نہیں کہا ہے تو جواب میں نفی میں تردید نہ کرے یوں نہ کہے کہ نہیں میں نے نہیں کہا ہے، بلکہ خاموشی اختیار کرے، یا کسی لطیف پیرائے میں توریہ سے کام لے کہ جس سے استاذ سمجھ سکے اگر صاف کہے بغیر کوئی صورت نہیں بنتی ہو تو یوں کہے۔ اب میں یوں کہتا ہوں، اب میری رائے یوں ہے۔

۱۰۔ استاذ کے سوال کا جواب دینے کے آداب

شیخ کو کسی ایسے مسئلے کا حکم یا عجیب نکتہ بیان کرتے ہوئے سنے جو پہلے سے اس کو

آتا ہو یا کوئی حکایت یا شعر جو پہلے سے اس کو یاد ہو کہتے ہوئے سنے تو بے رخی سے نہ سنے بلکہ شوق وذوق کا اظہار کرتے ہوئے اور خود کو ضرورت مند ظاہر کرتے ہوئے اس کو سنے اپنی خوشی کا اظہار کرے جس سے یہ تاثر ہو کہ اس کو کوئی نئی چیز مل گئی۔

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، بسا اوقات کسی شخص سے کوئی حدیث سنتا ہوں حالانکہ میں اس سے زیادہ واقف ہوتا ہوں مگر سنانے والے کو میں تاثر دیتا ہوں کہ گویا اس کے متعلق مجھے کوئی علم نہیں ہے۔

اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ بعض دفعہ کوئی نوجوان مجھے کوئی ایسی حدیث سناتا ہے جس کے متعلق میں اس کی پیدائش سے بھی پہلے واقف ہوتا ہوں، مگر اس کو اس سے سنتا ہوں۔ اگر استاذ حدیث سنانے سے پہلے یہ پوچھے کہ فلاں حدیث یاد ہے؟ اگر یاد ہو تو نعم ''ہاں'' سے جواب نہ دے کیوں کہ اس میں استاذ سے استغناء مترشح ہوتا ہے اور ''نہیں یاد ہے'' بھی نہ کہے کیوں کہ یہ جھوٹ ہے۔ بلکہ یوں کہے، استاذ سے سننے کا کوئی اور مزا ہے۔ آپ سے بھی سننا چاہتا ہوں وغیرہ الفاظ کہے۔ اگر استاذ پہلے سے یاد کرنے کو پسند کرتا ہو یا اس نے حفظ کرنے کا حکم دیا اور یاد کے بارے پوچھے تو ہاں کہنا ہی افضل ہے کیوں کہ اس میں استاذ کی رضا مندی ہے۔ اور اس کا حکم ہے، اسی میں برکت ہے۔ بار بار اعادہ کا مطالبہ نہ کرے۔

حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اعادة الحديث اشد من نقل الصخر.

حدیث کو دوہرانا چٹان اٹھانے سے بھی بھاری ہے۔

سننے اور سمجھنے میں سستی ہرگز نہ ہونے پائے۔ خیال کو کسی اور جگہ متوجہ کر کے پھر استاذ سے حدیث دوہرانے کا مطالبہ ہرگز نہ ہو۔ کیوں کہ یہ بے ادبی ہے، بلکہ شروع سے ہمہ تن گوش ہو کر سننے اور سمجھنے کی بھرپور کوشش کرے۔

بعض مشائخ ایسے لوگوں کے کہنے پر نہ صرف سبق نہیں دوہراتے بلکہ ایسوں کو سزا بھی دیتے ہیں۔ ہاں شیخ سے فاصلے پر ہونے کی وجہ سے نہ سن سکے یا بھرپور سننے اور سمجھنے

کی کوشش کے باوجود نہ سمجھ سکے تو دوہرانے کی درخواست کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ساتھ اپنا عذر بھی ادب کے ساتھ بیان کرے۔

۱۱۔ بات چیت میں استاذ سے سبقت نہ کرے

کسی مسئلہ کی تشریح یا سوال کا جواب دینے میں پہل نہ کرے۔ نہ ہی اپنی معرفت کا اظہار کرے۔ ہاں اگر استاذ خود حکم دے تو تشریح کرنے یا سوال کا جواب بتانے میں کوئی حرج نہیں۔

استاذ کے کلام کو قطع نہ کرے فارغ ہونے تک صبر کرے۔ اگر استاذ اس سے بات کر رہا ہو تو وہ کسی اور سے بات نہ کرے۔ ہر وقت دماغ حاضر کر کے رہے۔ استاذ اگر کسی کام کا حکم دے یا کسی چیز کے متعلق پوچھے تو فوراً جواب دے۔ دوبارہ پوچھنے کی ضرورت نہ ہو۔

۱۲۔ استاذ سے کوئی چیز لینے دینے کے آداب

استاذ اگر کوئی چیز پکڑا دے تو دائیں ہاتھ سے پکڑے۔ اگر استاذ کوئی چیز دے تو دایاں ہاتھ دے۔ خط یا کتاب یا اور کوئی دستاویز وغیرہ ہو تو کھول کر استاذ کی خدمت میں پیش کرے۔ لپیٹ کر نہ دے۔ استاذ سے ورق یا کوئی کتاب لے تو لپیٹنے سے پہلے لے، اگر استاذ کو کوئی کتاب دے تو کھول کر بلکہ جس مقام کو استاذ دیکھنا چاہتا ہو وہ مقام نکال کر دے۔ استاذ اگر دور بیٹھا ہو تو دور سے ہاتھ نہ بڑھائے، جس سے استاذ کو ہاتھ آگے بڑھانا پڑے، بلکہ کھڑے ہو کر استاذ کے سامنے جا کر ان کی خدمت میں پیش کرے۔ اور اگر سامنے بیٹھ جائے تو بہت زیادہ قریب نہ ہو۔ یہ بھی بے ادبی ہے۔ اپنا پیر یا ہاتھ یا اپنے بدن کا کوئی حصہ یا کوئی کپڑا استاذ کے کپڑوں یا ان کے تکیہ یا جائے نماز وغیرہ کے اوپر نہ رکھے۔

ہاتھ سے استاذ کی طرف اشارہ بھی نہ کرے اور نہ ہی اتنا قریب ہو کہ بدن کا کوئی حصہ لگ جائے۔ استاذ کو اگر قلم پکڑائے تو قلم کا ڈھکنا کھول کر دے۔ اس طرح اگر

دوات ان کے سامنے رکھے تو ڈھکن کھول کر لکھنے کے لئے تیار کر کے رکھ دے۔ چھری یا چاقو پکڑانا ہو تو دھار کو استاذ کی طرف نہ کرے بلکہ اس کی نوک خود پکڑے اور دستہ کا رخ استاذ کی طرف بڑھا دے۔

اگر نماز کے لئے مصلی وغیرہ پیش کرنا ہو تو کھول کر پیش کرے بلکہ بہتر اور ادب کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو بچھا دے۔ جب بچھا چکے تو بائیں طرف پیچھے کو کھسک جائے جیسا کہ صوفیاء کرام کا طرزِ عمل ہے۔

استاذ کی موجودگی میں جائے نماز پر نہ بیٹھے۔ اور نہ اس پر نماز پڑھے۔ اگر استاذ اٹھے تو تمام لوگوں سے پہل کرتے ہوئے جائے نماز کو اٹھا دے اور اگر استاذ کو تکلیف نہ ہو تو جوتے ان کے سامنے پہننے کے لئے تیار کر کے رکھ دے۔

ان تمام امور میں اللہ تعالیٰ اور اپنے استاذ کی رضا مطلوب ہو، کسی کا قول ہے:
چار چیزیں ایسی ہیں جن کی ادائیگی سے کوئی شریف انسان ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتا اگرچہ وہ حکمران کیوں نہ ہو۔

۱۔ اپنے والد کے احترام میں مجلس سے اٹھنا۔

۲۔ استاذ کی خدمت۔

۳۔ جس چیز کو نہیں جانتا ہو اس کے بارے میں پوچھنا۔

۴۔ مہمان کی خدمت کرنا۔

۱۳۔ استاذ کے ساتھ راہ چلنے کے آداب

اگر استاذ کے ساتھ چلنے کا موقع آجائے اور رات کا وقت ہو تو استاذ کے آگے آگے چلے اور دن ہو تو ان کے پیچھے چلے۔ الا یہ کہ کسی ضروری وجہ سے اس کے خلاف کرنا پڑے تو آگے ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ مثلاً زیادہ رش ہو، یا آگے راستہ مجہول ہو، یا کیچڑ وغیرہ ہو یا خطرہ وغیرہ ہو، اگر رش میں چل رہے ہوں تو اپنے ہاتھ آگے رکھ کر یا پیچھے رہ کر ان کی حفاظت کرے۔

اگر استاذ کے آگے آگے چل رہا ہو تو کچھ دیر چلنے کے بعد پیچھے مڑ کر دیکھے۔ اگر

وہ اکیلا ہو اور استاذ کھڑے ہو کر اس سے کوئی بات کر رہا ہو تو استاذ کے دائیں جانب کھڑا ہو، بعض نے کہا ذرا آگے ہو کر بائیں جانب کھڑا ہو اور استاذ کی طرف ملتفت ہو۔ چلتے وقت استاذ کے ساتھ ساتھ نہ چلے نہ ان کے مزاحم ہی کندھے یا رکاب وغیرہ لگ رہا ہو ایسا نہ کرے۔ گرمی کے موسم میں اگر سایہ میں کھڑے ہوں تو زیادہ سایہ استاذ کے لئے چھوڑے اور سردی کے موسم میں دھوپ۔ استاذ اگر کسی سے بات چیت کرتے ہوئے چل رہے ہوں، تو دونوں کے درمیان حائل نہ ہو، نہ قریب ہو کر سننے کی کوشش کرے۔ استاذ اگر باتوں میں ان کو شامل کرنا چاہے تو درمیان میں نہ آئے بلکہ ایک طرف سے آئے۔

اگر دو ساتھی استاذ کے ساتھ چل رہے ہوں تو استاذ کے دائیں بائیں چلیں، بہتر ہے بڑا دائیں طرف اور چھوٹا بائیں ہو کر چلے۔ اگر راہ چلتے ہوئے استاذ سے ملاقات ہو تو سلام کرنے میں پہل کرے۔ اگر دور ہو تو سلام کرنے کا قصد کرے۔ البتہ دور سے آواز نہ دے۔ اور نہ ہی دور سے سلام کرے۔ اور نہ پیچھے آتے ہوئے پیچھے سے سلام کرے بلکہ آگے ہو کر سلام کرے۔ کسی راستہ کو اختیار کرتے ہوئے استاذ سے مشورہ کرے۔ اگر اختلاف ہو مؤدب انداز سے سمجھا دے۔ یوں نہ کہے کہ یہ درست نہیں ہے یا یہ غلط ہے، بلکہ یوں کہے اس میں میری سمجھ میں یہ آتا ہے یا ایسا ہو شاید بہتر ہوگا وغیرہ۔

طالب علم کو چاہیئے کہ اساتذہ کا ادب واحترام اپنے اوپر لازم سمجھے

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بوڑھے مسلمان، عالم دین، حافظ قرآن، عادل بادشاہ اور استاد کی عزت کرنا تعظیم خداوندی میں داخل ہے۔ ابن وہب کہا کرتے تھے کہ مجھے جو کچھ ملا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ادب کی وجہ سے ملا۔ طالبعلم کو چاہئے کہ استاد کی بات توجہ سے سنے۔ کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو ادب سے پوچھ لے۔ استاد کے سامنے زیادہ بولنا بے ادبی میں داخل ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ادب کی وجہ

سے اپنے استاد کا نام نہیں لیتے تھے بلکہ ان کا ذکر ان کی کنیت کے ساتھ کرتے تھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے دل میں کوئی خواہش ہے؟ فرمایا! میرا جی چاہتا ہے کہ میرے استاد علی مدینی رحمۃ اللہ علیہ حیات ہوتے اور میں جا کر ان کی صحبت اختیار کرتا۔ امام ربیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اپنے استاد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کبھی پانی پینے کی جرأت نہ ہوئی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ادب کی وجہ سے کتاب کا ورق آہستہ الٹتا تھا کہ میرے استاد کو اس کی آواز نہ سنائی دے۔

طالبعلم کو چاہئے کہ اگر استاد اسے کوئی نکتہ بتائے اور وہ اسے پہلے سے معلوم تھا تب یہ ظاہر نہ کرے کہ مجھے معلوم تھا۔ استاد کو کسی حال میں بھی برا نہ کہے ورنہ تلانذہ اسے بھی برا کہا کریں گے۔

استاد کا یہ بھی حق ہے کہ طالبعلم اپنی تعلیم سے فراغت کے بعد بھی ملاقات کرتا رہے۔ ''شرح الطریقة المحمدیه'' میں لکھا ہے کہ جس وقت امام حلوانی بخارا سے دوسری جگہ تشریف لے گئے تو امام زرنوجی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ اس علاقہ کے تمام شاگرد سفر کر کے ان کی زیارت کو گئے۔ مدت کے بعد امام زرنوجی سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے غیر حاضری پر افسوس ظاہر کرتے ہوئے معذرت پیش کی کہ ماں کی خدمت کی وجہ سے نہیں آسکا۔ اس وقت امام حلوانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ کو عمر تو لمبی نصیب ہوگی مگر درس نصیب نہیں ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

شاہ عبدالرحمٰن محدث پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ طالبعلمی میں پانی پت سے سہارنپور پہنچے۔ رخصت ہوتے وقت سب اساتذہ سے اچھی طرح ملے مگر ایک استاد جن سے ابتدائی کتابیں پڑھی تھیں ان سے نہ مل سکے۔ جب سہارنپور پہنچ کر کتابیں شروع کیں تو سبق یاد کرنے میں مشکل ہوئی۔ کئی دن اسی پریشانی میں گزر گئے۔ ایک دن خیال آیا تو انہوں نے فوراً اپنے استاد کو معذرت نامہ لکھ بھیجا۔ استاد نے جواب میں لکھا کہ جب آپ دوسرے سب اساتذہ سے مل کر گئے اور مجھے نہ ملے تو میرے دل میں یہ خیال آیا کہ شاید آپ مجھے چھوٹا استاد سمجھتے ہوئے نظر انداز کر گئے ہوں۔ اب آپ کے

معذرت نامے سے مجھے شرح صدر حاصل ہوا۔ میں آپ کے لئے دعا گو ہوں۔ جیسے ہی یہ خط آپ کو ملا آپ کو ذہنی سکون نصیب ہوا اس کے بعد آپ کو سبق یاد کرنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئی۔

طالبعلم کو چاہئے کہ استاد کی شان میں کوئی گستاخی ہو جائے تو انتہائی عاجزی سے فوراً معافی مانگ لے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ کسی وجہ سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ گفتگو کے دوران ان کے استاد ابراہیم بن طعمان کا ذکر آیا۔ ان کا نام سنتے ہی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فوراً سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا یہ نازیبا بات ہوگی کہ بڑوں کا نام لیا جائے اور ہم ٹیک لگا کر بیٹھے رہیں۔

طالبعلم کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ استاد کے متعلقین سے بھی محبت کرے ان سے ادب واحترام سے پیش آئے۔ علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ طالبعلم کے عمل میں کوتاہی کی نشانی یہی کافی ہے کہ وہ استاد کا ادب نہ کرے۔ جب استاد کا انتقال ہو جائے تو اس کے وظیفہ یا قیامگاہ کے حصول کی کوشش کرے۔ استاد کی اولاد سے ان امور میں مقابلہ کرے اور اپنے آپ کو ان سے زیادہ مستحق سمجھے۔

ان المعلم والطبیب کلاھما لاینصحان اذا ھما لم یکرما
فاصبر لدائک ان جفوت طبیبا واقنع بجھلک ان جفوت معلما

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن حسن سے کتاب الزکوۃ پڑھنا شروع کی تو استاد نے فرمایا کہ تمہارے لئے علم حدیث کا پڑھنا مناسب ہے کیونکہ میں تمہارے اندر اس کی مناسبت پاتا ہوں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مشورہ قبول کر لیا اور پھر دنیا نے دیکھا کہ وہ علم حدیث میں امیر المومنین بنے۔

تعلیم المتعلم میں لکھا ہے کہ جو طلباء اساتذہ کو بدلتے رہتے ہیں کبھی کسی کے پاس، کبھی کسی کے پاس چلے گئے اس سے علم کی برکت ختم ہو جاتی ہے۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے علم حدیث کی سند حضرت حاجی محمد افضل صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی تھی۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ تحصیل علم سے

فراغت کے بعد حاجی صاحب نے اپنے کلاہ جو پندرہ برس تک آپ کے عمامہ کے نیچے رہ چکی تھی مجھے عنایت فرمائی۔ میں نے رات گرم پانی میں وہ ٹوپی بھگودی۔ صبح تک وہ پانی جو املتاس کے شربت سے زیادہ سیاہ ہوگیا تھا۔ میں اس کو پی گیا۔ اس پانی کی برکت سے میرا دل روشن ہوگیا کہ کوئی کتاب مشکل نہ رہی۔

اساتذہ کی ٹوپیاں اچھالنے والے اور مدرسہ کی اینٹ سے اینٹ بجادینے والے طلباء ذرا ان باتوں پر غور کریں۔

حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ درس حدیث دے رہے تھے کہ ایک مقام کو حل کرنے میں مشکل پیش آئی۔ کافی دیر غور وخوض کرنے کے بعد بھی کوئی نکتہ یاد نہ آیا۔ طلباء انتظار میں تھے کہ حضرت نے فرمایا عزیز طلباء! مجھے اس مقام کو حل کرنے میں دقت پیش آرہی ہے، آپ تھوڑی دیر انتظار کریں، میں فلاں استاد (جو حضرت کے شاگرد رہ چکے تھے) سے پوچھ کر آتا ہوں۔ طلباء حیران تھے کہ اتنے جلیل القدر استاد کی بے نفسی کا یہ عالم......!!! حالانکہ چاہتے تو اس بات کو اگلے دن پر بھی موخر کر سکتے تھے۔ مگر خلوص اور للّٰہیت بھی عجیب نعمت ہے۔ جب حضرت! کمرے سے نکل کر دوسرے استاد کے دروازے پر پہنچے تو وہ دیکھتے ہی باہر آگئے اور پوچھا کہ حضرت آپ کیسے تشریف لائے؟ فرمایا مولانا! مجھے ایک مقام پر بات سمجھ نہیں آرہی تھی میں نے سوچا کہ آپ سے پوچھ لوں۔ وہ بھی آپ ہی کے صحبت یافتہ تھے۔ انہوں نے کتاب ہاتھ میں لے کر بات یوں شروع کی، حضرت! جب میں نے یہ کتاب آپ سے پڑھی تھی تو اس وقت آپ نے اس سوال کا جواب یوں دیا تھا۔ یہ الفاظ کہہ کر مشکل مقام کا حل تفصیل سے بیان کردیا۔

طالبعلم اپنے استاد کے ادب کے بغیر نہ علم حاصل کر سکے گا اور نہ ہی اس سے نفع اٹھا سکے گا۔ جو شخص منزل مقصود پر پہنچا وہ ادب ہی کی وجہ سے پہنچا اور جو گرا وہ بے ادبی کی وجہ سے گرا۔ مثل مشہور ہے!

لحرمة خير من الطاعة

ادب عبادت سے بہتر ہے

اے مخاطب! کیا تو نے نہیں دیکھا کہ انسان گناہ کرنے کی وجہ سے کافر نہیں ہوتا بلکہ گناہ کو ہلکا سمجھنے کی وجہ سے اور بے ادبی کی وجہ سے کافر ہوتا ہے۔ شیخ امام سعد الدین شیرازیؒ فرماتے تھے کہ جو شخص چاہے کہ اس کا بیٹا عالم ہو جائے تو اسے چاہیئے کہ مسکین علماء کی نگہبانی کرے، ان کی تعظیم کرے اور انہیں کھلائے پلائے۔ اگر اس کا بیٹا عالم نہ ہوا تو پوتا ضرور عالم ہو جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بعض اوقات اپنے استاد حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی سواری پکڑ لیتے تھے۔ یہ سب ادب کی وجہ سے تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ استاد کی تعظیم کے متعلق فرماتے تھے:

انا عبد من علمنی حرفا واحدا ان شاء باع وان شاء اعتق وان شاء استرق. (تعلیم المتعلم)

میں اس شخص کا غلام ہوں جس نے مجھے ایک حرف پڑھایا۔ اگر وہ چاہے تو مجھے بیچ دے اگر چاہے تو آزاد کردے اور اگر چاہے تو غلام بنا لے۔

کسی شاعر نے حقوق استاد کے بارے میں عجیب اشعار لکھے ہیں۔

رایت احق الحق حق المعلم — و اوجبه حفظا علی کل مسلم

لقد حق ان یهدی الیه کرامة — لتعلیم حرف واحد الف درهم

میں نے تمام حقوق سے زیادہ استاد کا حق دیکھا ہے۔ میں استاد کے حق کی حفاظت کرنا تمام مسلمانوں پر زیادہ ضروری سمجھتا ہوں۔ بے شک حق یہ ہے کہ استاد کے ایک حرف کی تعلیم کے بدلے میں ادب کی بناء پر ہزار درہم ہدیہ پیش کیا جائے۔

طالبعلم کو چاہیے کہ اپنے استاد کی خدمت کو اپنے لئے فلاح دارین کا ذریعہ سمجھے

حضرت حماد بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ عاتکہ رحمہا اللہ فرماتی ہیں کہ حضرت

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہمارے گھر کی روئی دھنتے تھے۔ ہمارا دودھ ترکاری خرید کر لاتے تھے۔ اور اس طرح کے بہت سے کام کیا کرتے تھے۔ حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے استاد تھے۔ اس وقت کیا کوئی سمجھ سکتا تھا کہ حماد بن سلمہ کے گھر کا یہ خدمتگار شاگرد تمام عالم کا مخدوم بنے گا۔

خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے بیٹے کو حضرت اصمعی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تربیت کے لئے بھیجا۔ ایک دن جب ملنے کے لئے گئے تو دیکھا کہ شہزادہ پانی ڈال رہا ہے اور حضرت اصمعی رحمۃ اللہ علیہ وضو کرتے ہوئے اپنے پاؤں دھو رہے ہیں۔ ہارون الرشید نے اصمعی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ میں نے تو بیٹے کو تربیت کے لئے بھیجا تھا اگر آپ اس کو ادب سکھاتے تو کتنا اچھا ہوتا۔ حضرت اصمعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ پانی ڈال تو رہا ہے۔ ہارون رشید نے کہا کہ حضرت آپ اسے حکم فرماتے کہ یہ ایک ہاتھ سے پانی ڈالتا اور دوسرے ہاتھ سے آپ کے پاؤں دھوتا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ہے کہ ایک مرتبہ ان کے استاد حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں مہمان زیادہ آ گئے۔ بیت الخلاء ایک ہی تھا۔ مہمانوں کا کئی دن قیام رہا۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ روزانہ رات کو آ کر بیت الخلاء صاف کر جاتے اور صبح کے وقت مہمانوں کو بیت الخلاء بالکل صاف ملتا۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مالٹا کی جیل میں تھے کہ سردیوں موسم شروع ہو گیا۔ حضرت شیخ الہند جب رات کو تہجد کے لئے اٹھتے تو پانی بہت زیادہ ٹھنڈا ہوتا۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ طریقہ سوچا کہ رات کو سوتے وقت برتن میں پانی بھر لیتے اور پھر سجدے کی حالت میں سو جاتے۔ جبکہ برتن کو اپنے پیٹ اور بازوؤں کے درمیان رکھ لیتے۔ پانی چونکہ ہر طرف سے ڈھانپ لیتے لہذا جب تہجد کا وقت ہوتا تو وہ پانی نیم گرم حالت میں ہوتا۔ یہ پانی وضو کے لئے اپنے استاد کو پیش کرتے۔ کافی عرصہ اسی طرح گزر گیا۔ ایک دن تھکاوٹ ایسی تھی کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ پر نیند غالب آ گئی۔ جب تہجد کے لئے اٹھے تو ٹھنڈے پانی سے وضو کروانا

پڑا۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کیا پانی وہیں سے لائے ہو جہاں سے پہلے لاتے تھے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ آج مجھ سے غفلت ہوئی، رات کو بھر کر نہیں رکھ سکا۔ تب حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو یہ راز معلوم ہوا کہ شاگرد اپنے استاد کو گرم پانی مہیا کرنے کی خاطر ساری رات سجدے کی حالت میں گزار دیا کرتا تھا۔

قاضی امام فخر الدین ارسابندی رحمۃ اللہ علیہ ''مرو'' کے امام الائمہ تھے۔ بادشاہ ان کی بہت بہت تعظیم کیا کرتا تھا۔ قاضی صاحب فرماتے تھے کہ میں اپنے استاد قاضی امام ابو یزید دبوسی رحمۃ اللہ علیہ کی بہت خدمت کرتا تھا۔ استاد کی اس خدمت کی وجہ سے مجھے یہ رتبہ ملا کہ بادشاہ میرے ساتھ ادب و تعظیم سے پیش آتا ہے۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆

درس ودرسگاہ
کے شب وروز

۱۔ پہلے قرآن کریم پھر ہر فن کے متون پھر شروح پڑھنا

پہلے قرآن کریم کو حفظ کرے اور اس میں پختگی پیدا کرے۔اس کے متعلق تمام علوم حاصل کرے۔اس لئے کہ قرآن کریم ہی تمام علوم کی جڑ اور اصل ہے۔حفظ قرآن کے بعد ہر فن کے متون کو یاد کرے۔مثلاً حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ اور علم نحو وصرف وغیرہ لیکن یہ یاد رہے کہ ان علوم کے حصول کے وقت قرآن کریم سے غافل نہ ہو۔دوسری کتابوں کی یاد میں مگن ہو کر قرآن کو نہ بھول بیٹھے۔ بلکہ روزانہ قرآن کریم کا بھی دور کرتا رہے۔قرآن کریم کو ہرگز نہ بھولنے دے اس لئے کہ اس کو بھلانے پر سخت وعیدیں آئی ہیں۔تمام کتابوں کو استاذوں سے ہی حاصل کرے،خود مطالعہ کر کے حاصل کر کے اس پر اعتماد نہ کرے۔ بلکہ ہر فن کے بہترین استاذ سے اس فن کو حاصل کرے۔

اپنی استعداد کے مطابق سبق لے،نہ اتنا زیادہ ہو کہ اکتا جائے اور نہ ہی اتنا کم ہو کہ کچھ حاصل بھی نہ ہو۔

۲۔ ایک ہی طریق کو لازم پکڑے،خلافیات میں نہ پڑھے

مبتدی کے لئے علماء کے اختلافی مسائل سے بچنا ضروری ہے۔اس لئے یہ ذہنی انتشار اور عقلی پریشانی کا سبب بنے گا۔لہٰذا شروع میں ایک فن کی ایک ہی کتاب یا ایک فن کی مختلف کتابیں اگر پڑھنے کی استعداد ہو تو پڑھنا بہتر ہے۔ایک انداز سے اپنے استاذ کے مشورے سے پڑھے۔

اگر کسی استاذ کا طریقہ تدریس نقلِ مذاہب اور نقل اختلاف ہو اپنا کوئی ذاتی مسلک نہ ہو تو بقول امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ایسے استاذ کے پاس پڑھنے سے احتراز کرنا چاہئے۔اس لئے کہ ایسے استاذ سے فائدہ سے زیادہ نقصان پہنچنے کا خطرہ ہوتا ہے۔اسی طرح ابتداء میں مختلف تصانیف کے مطالعے سے بھی گریز کرنا چاہئے۔اس سے وقت ضائع ہوگا ذہن یکسو نہیں رہے گا،متفرق امور کی طرف بٹ جائے گا۔ بلکہ جس جس کتاب کو پڑھ رہا ہو یا جو فن پڑھ رہا ہو اپنا مکمل وقت اسی کو دے۔اس کو خوب سمجھ کر

پڑھے اور ذہن میں پختہ کرے۔ اسی طرح ایک کتاب شروع کر کے مکمل کئے بغیر اس کو چھوڑ کر بلا وجہ دوسری کتاب شروع نہیں کرنی چاہئے، یہ ناکامی کی علامت ہے۔

ہاں اگر صلاحیت پختہ اور استعداد مضبوط ہو جائے اور علوم میں درک حاصل ہو جائے تو بہتر ہے کہ علوم شریعت میں کسی بھی علم کو پڑھے بغیر نہ چھوڑے۔ تمام علوم کے متعلق معلومات حاصل کرے، بلکہ اگر وقت اور عمر ساتھ دے تو تمام علوم میں تبحر حاصل کرے، اگر تبحر نہ ہو تو کم از کم کسی علم کے بارے جاہل نہ رہے، بلکہ ہر فن وعلم کے اہم اہم مسائل سے ضرور باخبر ہو، اور عمل سے ہرگز غافل نہ ہو اس لئے کہ تمام علوم کے حصول کا مقصود اعظم عمل ہی ہے۔

۳۔ سبق کو سمجھ کر استاذ سے تصحیح کر کے پھر پختہ کرے

سبق کو پہلے استاذ یا کسی اور کو سنا کر تصحیح کرا کر پھر پختہ یاد کرلے اور یاد کرنے کے بعد بھی اس کا تکرار کرتا رہے، پھر وقتاً فوقتاً اس کو دھراتا رہے، تصحیح کے بغیر یاد نہ کرے۔ اس لئے صرف کتاب سے یاد کر کے استاذ کو سنائے بغیر یاد کرنا درست نہیں، بغیر استاذ کے محض کتاب سے یاد کرنا بہت زیادہ مفاسد کا باعث اور نقصان دہ ہے۔

سبق میں قلم دوات اور مٹانے والی سفیدی وغیرہ لے کر حاضر ہو۔ استاذ اگر اس کی کسی لفظ یا مفہوم کی تغلیط کرے اور وہ درحقیقت غلط نہ ہو، یا استاذ سے غفلت یا سہواً یا سبقت لسانی کی وجہ سے کوئی لفظ غلط صادر ہو تو یہ نہ کہے کہ آپ نے غلط کیا بلکہ اچھے انداز سے اس پر مطلع کرے۔ یا استاذ کو پھر بھی پتہ نہ چلے تو یوں کہے کیا ایسا ہوسکتا ہے۔ تو اگر استاذ اپنے قول سے رجوع کرے تو فبہا ورنہ اس کو کسی اور مجلس کے لئے چھوڑ دے۔ استاذ سے نہ الجھ پڑے، اور یہ خیال کرے ہوسکتا ہے استاذ محترم کی رائے درست ہو۔

اسی طرح کسی سوال کے جواب میں استاذ کی غلطی ثابت ہو۔ اور جواب کسی استفتاء کا جواب ہو، یا سائل دور سے آیا ہو دوبارہ نہیں آسکتا ہو تو اشارہ یا کنایہ یا صریح الفاظ سے استاذ کو متنبہ کرنا ضروری ہے۔ اور اس طرح خاموشی سے رہنا استاذ کے ساتھ خیانت ہے۔ البتہ بڑے لطیف انداز سے ادب کو ملحوظ رکھ کر نشاندہی کرنا چاہئے۔

۴۔ علم حدیث میں مشغول ہونا

پہلے حدیث کے الفاظ کو یاد کرے پھر حدیث کے متعلق علوم سے واقفیت حاصل کرے اس کے اسناد، رجال، اس کے معانی، احکام، فوائد، لغت اور تواریخ میں درک حاصل کرے۔ پہلے صحیح بخاری وصحیح مسلم کی احادیث پھر دوسری کتب احادیث سے کسب فیض کرے۔ مثلاً مؤطا امام مالک، سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، جامع ترمذی، مسند امام شافعی وغیرہ۔

ان سے کم کتب پر اکتفانہ کرے۔ اس میں مزید معاونت کے لئے امام ابی بکر البیہقی کی السنن الکبری، مسند امام احمد، مسند بزار، حمید وغیرہ سے استفادہ کرے۔

اصول حدیث سے واقفیت بھی ضروری ہے۔ مثلاً صحیح حدیث، حسن، ضعیف، مسند، مرسل اور دوسرے انواع سے واقفیت لازمی ہے۔ کیوں کہ حدیث علوم شریعت کے دوعظیم بازوؤں میں سے ایک بازو ہے۔ محض سماع پر اکتفاء نہ ہو، جیسا کہ بعض لوگوں کا طریقہ ہے، بلکہ حدیث کے معانی مفہوم سے واقفیت حاصل کرے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو حدیث میں غور وفکر کرے گا وہ دلائل کے اعتبار سے قوی ہوگا، اس لئے کہ حدیث سے مقصود ہی درایت ہے۔

۵۔ فہم محفوظات کے بعد مبسوطات کی طرف متوجہ ہونا

متون اور ان کی شروحات کو حل کرنے کے بعد مبسوطات کی بحث کی طرف دائمی مطالعہ سے ذہن کو مبذول کرے۔ اور ان کے متعلق جو عجیب وغریب فوائد یا حل مشکلات یا احکام متشابہات میں فرق وغیرہ نظر سے گزرے ضبط کرتا رہے، اور کوئی فائدہ یا قاعدہ نظر سے گزرے اس کو بے فائدہ نہ سمجھے اور نہ اس کو ہلکا گردانے، بلکہ اس کو یاد کرے اور قید کتابت میں لائے۔

طلب علم میں ہمت بلند سے بلند تر ہو۔ علوم کثیرہ کو حاصل کرنے کی گنجائش ہوتے ہوئے قلیل پر کبھی اکتفانہ کرے۔ وراثت نبوی ﷺ میں سے جتنا زیادہ سے زیادہ

حاصل کرسکتا ہو کر لے۔ کم پر قانع نہ ہو اور کسی علم کے حصول کا وقت ہو اس کو کل پر نہ ٹالے۔ اس لئے کہ اس کو یاد کرے گا کل کوئی دوسرا حصہ یاد کرے گا، ٹالنا بڑی آفت ہے۔ فراغت، نشاط، عافیت، شباب کے اوقات کو غنیمت جانے، دل جمعی کم مصروفیات اور صحت کے ایام کو نعمت غیر مترقبہ سمجھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

تفقهوا قبل ان تسودوا (اخرجہ الخطیب فی الفقہ ص ۲،۷۷، دارمی ۱/۷۹)

سردار بننے سے پہلے علم حاصل کرو۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، ذمہ دار بننے سے قبل تفقہ حاصل کرو جب ذمہ داری گردن پر آئے گی تو علم حاصل کرنا دشوار ہوگا۔

خود کو باکمال سمجھنے اور مشائخ سے مستغنی سمجھنے سے ہر وقت بچتا رہے۔ کیوں کہ خود کو باکمال اور اساتذہ سے مستغنی سمجھنا عین جہالت اور ناسمجھی ہے۔ اس سے علوم ضائع ہوں گے۔

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

لایزال الرجل عالماً ما تعلّم، فاذاترک التعلم وظنّ انه قد استغنی فهو اجهل مایکون

انسان جب تک علم حاصل کرتا رہے گا اس کا علم برقرار رہے گا۔ جب تعلم کو چھوڑ دے گا اور خود کو علوم سے مستغنی سمجھے گا۔ تو وہ سب سے بڑا جاہل ہوگا۔ (الفقیہ والمتفقہ: ۱۰۵۷)

اگر علمی استعداد کامل ہو فن کی کتابیں نظر سے گزریں اور ان کے علوم میں بحث و مباحثہ اور بار بار مراجعت سے پختگی ہوگئی ہو تو تصنیف کی طرف بھی توجہ مبذول کرنا چاہئے اور علماء کے مذاہب اور ان کے دلائل عدل وانصاف کے دامن کو تھام کر بیان کرے۔

۶۔ حلقہ درس کو لازم پکڑنا اور ساتھیوں کے ساتھ تکرار کرنا

درسگاہ میں حاضری کو لازم بنائے۔ بلکہ اگر ہو سکے تو استاذ کے تمام اسباق میں شامل ہو۔ اس میں فائدہ ہی فائدہ ہے۔

استاذ کی صحبت کو غنیمت جانے۔ طول صحبت سے کبھی سیر نہ ہو۔ اس لئے کہ استاذ کی مثال کھجور کے درخت کی سی ہے۔ کسی وقت بھی پھل گرا سکتا ہے۔ استاذ کی مسلسل خدمت کرنے کی کوشش کرے۔ خدمت میں سب سے سبقت کرے۔ اس لئے کہ اس کو شرف بخشنے اور عزت دلانے کا باعث ہے۔ درسگاہ میں سبق کے صرف سننے پر اکتفاء کرے، یہ کم ہمتی، ناکامی اور ہوشیار نہ ہونے کی علامت ہے۔ بلکہ اگر ہو سکے تمام اسباق کو قید کتابت میں لائے۔ یہ کام وہ آدمی کر سکتا ہے جو علوم کا مشتاق، حصول علم کا حریص ہو۔ اگر سارے اسباق کو ضبط کرنے کی ہمت نہ ہو تو کم از کم اہم اہم باتوں کو ضرور لکھ لے۔ سبق کے بعد استاذ کے درس میں پابندی سے حاضر ہونے والے ساتھیوں کے ساتھ سبق کا تکرار کرے۔ اور باہم مباحث وقواعد کا اعادہ کرے استاذ کے سبق دہرائے۔ اور استاذ کا کلام ایک دوسرے کو سنائے۔ اس لئے کہ اس طرح تکرار میں نفع عظیم ہے۔

اور تکرار کا یہ عمل مجلس درس سے اٹھنے سے پہلے بہتر ہے۔ اس لئے کہ تمام ساتھیوں کا ذہن مشوش نہیں ہے۔ سبق کے متعلق تمام باتیں ان کے اذہان میں موجود ہیں لہٰذا مجلس درس برخاست ہونے سے پہلے مذاکرہ ہو۔ پھر بعد میں بھی اس کو دہرایا جائے۔

خطیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ تکرار کا بہترین وقت عشاء کے بعد ہے۔ بعض اسلاف عشاء کے بعد تکرار کی مجلس قائم کرتے اور تکرار کے لئے بیٹھ جاتے اور فجر کی اذان تک تکرار و مذاکرے میں مصروف رہتے تھے۔

تکرار کے لئے اگر ساتھی نہ ملے تو خود اپنے نفس کو سنائے۔ جو کچھ استاذ سے سنا ہے اس کے معانی اور الفاظ کو سوچے غور کرے، اور دل میں بٹھانے کی کوشش کرے، تاکہ وہ دل میں اپنے لئے جگہ بنالے۔ اس لئے کہ معانی کو دل میں بار بار دھرانا الفاظ کو زبان میں دہرانے کی طرح ہی ہے۔ صرف استاذ سے سن کر بغیر تکرار کے اسی پر اکتفا کرنے والا کم ہی کامیاب ہوتا ہے۔

۷۔ درسگاہ میں آنے اور بیٹھنے کے آداب

درسگاہ میں حاضر ہو کر اہل مجلس کو سلام کرے اور استاذ کو خصوصیت کے ساتھ

سلام عرض کرے۔ اسی طرح واپسی کے وقت بھی سلام کرے۔

بعض حضرات نے حلقہ درس کو ان مقامات میں شمار کیا ہے جہاں سلام کرنا درست نہیں ہے۔ مگر عرف وعمل اس کے مطابق نہیں ہے۔

درسگاہ میں آکر سلام کرنے کے بعد لوگوں کی گردنوں کو پھلانگ کر آگے جانے کی کوشش نہ کرے۔ بلکہ جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جائے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

ہاں اگر استاذ صراحت سے اس کو اپنے قریب آنے کا حکم دے یا حاضرین مجلس اس کے آگے جانے پر راضی ہوں، یا اس کے مرتبے یا کسی اور وجہ سے آگے جانے کو کہیں تو آگے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

قصداً کسی کو اپنی جگہ سے اٹھا کر وہاں نہ بیٹھے، نہ کسی کو بلا وجہ تکلیف دے۔ اگر کوئی ایثار کرکے اس کو اپنی جگہ پیش کرے تو قبول نہ کرے، ہاں اگر قبول کرنے میں مصلحت ہو، یا حاضرین مجلس کو اس میں فائدہ ہو، یا استاذ کے ساتھ بحث وتمحیص سے دوسروں کو علمی فائدہ پہنچ رہا ہو تو قبول کرنا اور اس کی جگہ بیٹھنا ہی بہتر ہے۔ کسی کو یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے کو اپنے پر ترجیح دے۔ بلکہ استاذ کے قریب بیٹھنے کا ہر ایک خواہشمند اور شوقین، حریص ہو، استاذ اگر صدر مجلس میں تشریف فرما ہو تو صاحب فضل شخص استاذ کے دائیں جانب بیٹھے، یا استاذ کے روبرو بیٹھے۔ عام درس گاہوں میں ممتاز طلبہ استاذ کے سامنے بیٹھتے ہیں۔ تمام شرکاء درس کو چاہئے کہ ایسی جگہ بیٹھیں کہ استاذ کی توجہ سب کی طرف بیک وقت ممکن ہو۔ جس میں بعض کی تخصیص نہ ہو۔

۸۔ استاذ کی مجلس کے حاضرین کے ساتھ آداب

استاذ کی مجلس میں تمام حاضر لوگوں کے ساتھ ادب واحترام کے ساتھ پیش آئے اس لئے کہ یہ بھی استاذ ہی کا ادب واحترام ہے۔ اور وہ اس کے رفقاء ہیں اور اپنے رفقاء کی توقیر کرنی چاہئے۔ اپنے سے بڑوں اور ہم عمروں کا اکرام کرے۔

حلقۂ درس میں نہ بیٹھے، نہ کسی ساتھی کے آگے بیٹھے۔ ہاں مجبوری ہو تو جدا ہے۔ دو ساتھیوں کے بیچ میں ان کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے۔ حاضرین پر بھی لازم ہے کہ باہر

سے آنے والے کو مرحبا کہیں، ان کو حلقہ میں جگہ دیں، اور اس کی جگہ بنالیں، ساتھی اگر جگہ دیں اور مجلس میں گنجائش کم ہو تو آنے والے کو چاہئے کہ وہ سمٹ کر بیٹھ جائے۔ کشادہ ہو کر نہ بیٹھے نہ کسی کو پہلو مارے نہ کہنی لگائے۔ نہ ساتھ بیٹھے ہوئے ساتھی کو کسی قسم کی تکلیف دے، اور نہ ہی درسگاہ کے آداب کے خلاف کوئی حرکت کرے۔

دوران سبق بات چیت یا غیر متعلق سوال نہ کرے ہاں شیخ سوال کرنے یا گفتگو کرنے کی اجازت دے تو بات کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ہم درسوں میں سے کوئی کسی کے ساتھ بے ادبی یا بدتمیزی کرے تو استاذ کے علاوہ کسی کو اسے ڈانٹنے کا حق نہیں ہے۔ ہاں اشارہ کے ساتھ یا خیر خواہی کے انداز میں خفیہ طور پر متنبہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ہاں اگر کوئی استاذ کے ساتھ بے ادبی کا ارتکاب کرے تو تمام طلبہ پر لازمی ہے کہ اس کو تنبیہ کریں اور جھڑک دیں اور حتی الامکان استاذ کی مدد کریں۔ اگر کوئی استاذ سے کلام کر رہا ہو تو دوسرا کوئی اس میں شریک نہ ہو۔

بعض حکماء کا کہنا ہے: یہ بھی ادب کا حصہ ہے کہ کسی کے کلام میں شریک نہ ہو اگرچہ کلام کرنے والے سے زیادہ باخبر کیوں نہ ہو، خطیب نے اس مقام پر یہ شعر بھی لکھا ہے،

ولا تشارك في الحديث اهله وان عرفت فرعه و اصله

کسی کی بات چیت میں مت شریک ہو اگرچہ تو اس کے اصول و فروع سے باخبر ہی کیوں نہ ہو۔

۹۔ اشکال پیش آنے پر سوال کرنے سے نہ شرمائے

کسی مسئلے پر اشکال پیش آجائے تو استاذ سے پوچھنے سے نہ شرمائے، بلکہ ادب کے ساتھ سوال کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

من رق وجهه رق علمه.

ترجمہ:

کسی کا قول ہے جو استاذ سے پوچھتے وقت شرمائے تو لوگوں کے سامنے اس کا عیب ظاہر ہوگا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

رحم اللّٰہ نساء الانصار، لم یکن الحیاء یمنعھن ان یتفقھن فی الدین.

اللہ تعالیٰ انصار کی عورتوں پر رحم فرمائے کہ دین کی سمجھ حاصل کرنے میں حیا ان کو نہیں روکتی۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: کہ اللہ تعالیٰ حق سے نہیں شرماتا، اگر عورت کو احتلام ہو جائے کیا اس پر غسل واجب ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں جب وہ پانی (یعنی منی) دیکھے۔ (بخاری ۱۳۰، مسلم ۳۱۳)

کسی شاعر کا شعر ہے:

ولیس العمی طول السوال وانما　　　تمام العمی طول السکوت

زیادہ پوچھنے والا اندھا نہیں ہوتا، اندھا تو وہ شخص ہے جو لمبا خاموش رہتا ہے۔

سبق کے مقام سے ہٹ کر کوئی سوال نہ کرے ہاں استاذ کی طرف سے اس کی اجازت ہو تو جائز ہے، استاذ اگر سوال کا جواب نہ دے، خاموشی اختیار کرے تو جواب دینے پر اصرار نہ کرے۔ جواب میں اگر استاذ سے خطا ہو جائے تو فوراً اس کی تردید نہ کرے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے، صاف بتانے اور یہ کہنے سے بھی نہ شرمانا چاہئے کہ سبق نہیں سمجھ سکا ہوں۔ اس لئے کہ اس سے بہت ساری مصلحتیں اس کی فوت ہو جائیں گی۔ فی الحال یاد نہیں کر پائے گا۔ اس سے اس کے ورع وتقویٰ پر اثر پڑے گا اور عادت بھی خراب ہوگی۔

خلیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جہالت حیا اور تکبر کے درمیان ہے۔

نیز شرمانے والے سے استاذ نہیں پوچھتا بلکہ صرف سبق پڑھانے پر اکتفا کرتا ہے۔ اس طور پر شرمانے والا محروم رہتا ہے۔

۱۰۔اپنی باری کی رعایت، ساتھی کی اجازت کے بغیر عبارت نہ پڑھنا

اپنی باری کا خیال رکھے۔ کسی ساتھی کی باری میں اس کی اجازت کے بغیر آگے نہ پڑھے۔ روایت ہے کہ ایک انصاری صحابی آپ ﷺ کے پاس آکر سوال پوچھ رہے تھے کہ بنو ثقیف کا ایک شخص آیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا، اے ثقفی بھائی انصاری بھائی نے آپ سے پہلے مسئلہ دریافت کیا ہے۔ آپ بیٹھ جایئے ان سے فارغ ہو کر آپ کی ضرورت پوری کروں گا۔ (عبدالرزاق:۸۸۳۰،الطبرانی:۱۳۵۶۶)

خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: پہلے آنے والے کے لئے یہ مستحب ہے کہ اجنبی اور دور سے آنے والے کو موقع دے۔

اس سلسلے میں دو حدیثیں بھی مروی ہیں: ایک عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اور دوسری عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے۔

اسی طرح بعد میں آنے والا جلدی میں ہو اور اس کو کوئی ضروری کام درپیش ہو یا استاذ اس کی طرف اشارہ کردے تو اپنی باری کی قربانی دینا مستحب ہے۔ لیکن اگر کوئی وجہ نہ ہو تو اپنی باری دوسرے کو دینا لوگوں نے ناپسند سمجھا ہے۔ اس لئے کہ قرأت علم عبادت ہے اور عبادت میں دوسرے کو ترجیح دینا مکروہ ہے۔ سبق میں سب سے پہلے حاضر ہونے والے کی نوبت و باری بھی پہلے آتی ہے۔

ہاں کسی مجبوری اور شرعی عذر کی بنا پر تاخیر ہو جائے تو عبارت پڑھنے کی باری ختم نہیں ہوگی۔ اگر عبارت میں اختلاف ہو جائے تو قرعہ اندازی سے فیصلہ ہونا چاہئے یا استاذ کے حکم سے تعیین ہو۔

۱۱۔استاذ کی مصروفیت کے وقت پڑھانے کی درخواست نہ کرنا

استاذ کے سامنے انتہائی ادب و احترام کے ساتھ بیٹھنا چاہئے۔ کتاب ساتھ ہونی چاہئے پڑھتے وقت کتاب کھول کر نیچے نہیں رکھنی چاہئے، بلکہ اپنے ہاتھوں میں اٹھا کر پڑھے۔ اور عبارت کی ابتداء استاذ محترم کی اجازت کے بغیر نہ کرے۔

خطیب نے اسلاف کی ایک جماعت سے نقل فرمایا ہے، وہ فرماتے ہیں، جب تک استاذ کی طرف سے پڑھنے کی اجازت نہ ملے نہیں پڑھنا چاہئے۔ استاذ کی مصروفیت یا بوریت یا غم وحزن کے وقت، یا غصہ، بھوک پیاس، اور آرام کے وقت ان سے پڑھانے کی درخواست کر کے زحمت نہیں دینا چاہیے۔

استاذ سبق کم پڑھانا چاہے تو کم ہی پر اکتفاء کرنا چاہئے، استاذ کو کہنے کی ضرورت نہ پڑھے۔ اگر استاذ صراحۃً کہہ دے تب پڑھنا موقوف کرنا چاہئے اگر مقدار مقرر ہو، تو مقررہ مقدار سے زیادہ عبارت نہ پڑھے، ہاں کسی طالب علم کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ عبارت پڑھنے والے کو کہے کہ بس کرو۔

ہاں شیخ حکم دے یا شیخ کے حکم سے کہہ دے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

۱۲۔ سبق کے شروع میں استاذ کیلئے اور صاحب کتاب کے لئے دعا کرنا

جب عبارت پڑھنے کی باری آجائے تو استاذ کے حکم سے عبارت شروع کرے۔ شروع سے قبل اعوذ باللہ اور بسم اللہ، تحمید اور درود شریف پڑھے۔

پھر اپنے استاذ کے لئے دعا کرے، اور استاذ کے والدین اپنے والدین اور ان کے مشائخ کے لئے اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرے۔ یہ عمل ہر سبق کے شروع میں تکرار و مطالعہ سے قبل استاذ کی موجودگی میں یا غیر موجودگی میں کرنا چاہئے۔ کتاب پڑھتے وقت مصنف کے لئے دعا کرتے رہنا چاہئے، اس لئے سبق کے اختتام پر بھی استاذ محترم کے لئے دعاء عافیت کرنی چاہئے۔ استاذ کو بھی چاہئے کہ وہ اپنے شاگردوں کی کامیابی کے لئے دعا کرتا رہے۔

اگر طالب علم اعوذ باللہ اور بسم اللہ، تحمید اور درود شریف پڑھنا بھول جائے تو استاذ پر لازم ہے کہ وہ اسے تنبیہ کرے اور اس سے عمل کرا کے دکھائے اور یاددہانی کراتا رہے۔

اس لئے کہ یہ اہم ترین ادب ہے۔ حدیث شریف میں اہم امور کی ابتداء کے وقت بسم اللہ اورالحمد للہ کہنے کا حکم آیا ہے۔ اور علم سے بڑھ کر کونسا عمل اہم ہوسکتا ہے؟۔

۱۳۔ اپنے استاذ سے پڑھنے کی ترغیب دینا اور ساتھیوں کے ساتھ خیر خواہی کرنا

دوسرے طلبہ کو تحصیل علم کی ترغیب دیتا رہے، ان کو طریقہ بتلاتا رہے، اور ان کی مدد بھی کرتا رہے۔ ان کے ساتھ تکرار و مذاکرہ کرتا رہے اور ان کے ساتھ خیر خواہانہ رویہ برتے۔ اس سے اس کا دل منور ہوگا۔ عمل پاکیزہ ہوگا، بخل کرنے والے کا علم مضبوط نہیں ہوگا اگر پختہ ہو جائے تو نفع بخش نہیں ہوگا یہ انتہائی مجرب ہے۔ علم پر نہ اترائے، ساتھیوں پر فخر نہ کرے بلکہ اللہ کی تحمید کرے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا رہے۔

۱۴۔ درس گاہ کے آداب

درس گاہ میں بیٹھنے کے بھی کچھ آداب ہوتے ہیں طالب علم کو چاہیئے کہ ان آداب کا خیال رکھے۔

۱۔ درس گاہ میں سلام کر کے داخل ہونا چاہیئے اور اگر جگہیں مقرر نہ ہوں تو جہاں جگہ خالی ہو بیٹھ جائے کسی سے مزاحمت نہ کرے، استاد کے قرب کو ترجیح دے، البتہ عمر، صلاحیت اور علم وغیرہ میں افضل طالب کے علم کے مقابلہ میں ایثار اختیار کرنا چاہیئے، بیٹھنے میں نظم و ترتیب کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ استاد کے حکم کے مطابق صحیح طور پر بیٹھنا چاہیئے۔

۳۔ استاد کی جگہ کے ساتھ ساتھ اپنی جگہ کو صاف رکھیں۔

۴۔ درس گاہ میں کہیں کچرا نظر آئے تو اٹھالیں مگر پڑھائی کے دوران نہیں۔

۵۔ درس گاہ میں ہر وقت باوضو رہیں۔

۶۔ اگر ہو سکے تو درس گاہ میں جانے سے پہلے خوشبو لگالیں۔

۷۔ درس گاہ میں سنجیدہ رہنے کی کوشش کریں۔

۸۔ کتابوں اور تپائیوں پر ٹیک نہ لگائیں نہ ان پر کہنیاں رکھیں۔

۹۔ استاد درس گاہ میں موجود نہ ہوں یا آنے میں تاخیر ہو جائے تو وقت ضائع نہ کریں بلکہ پڑھائی جاری رکھیں۔

۱۰۔ درس گاہ میں سوئیں نہیں اور نہ ہی اونگھیں بلکہ چست ہو کر بیٹھیں۔

۱۱۔ درس گاہ میں لایعنی باتیں نہ کریں۔

۱۲۔ درس گاہ میں اس بات کا خیال رکھیں کہ جس کتاب کا وقت ہو اس کے علاوہ دوسری کتاب نہ پڑھیں۔

۱۳۔ چھٹی کے وقت درس گاہ سے اٹھتے ہوئے کتابیں بند کر کے جائیں اگر ایک ہی سیٹ ہو تو کتابیں لے جائیں۔

درس کے آداب

۱۔ درس کے دوران کتاب کو یاد کرنا، اس بھروسہ پر نہ چھوڑنا کہ آگے اور کتابیں آئیں گی ان میں بھی یہی مسائل ہوں گے انہیں یاد کرلوں گا، شاید موقع نہ ملے اور اگر اس کتاب کو یاد رکھے گا اور آگے موقع نہ ملا تو کتاب تو یاد رہے گی اور کام دے گی اور اگر موقع مل گیا تھا تو آگے کی کتابیں بجائے ایک صفحہ کے چار صفحے پڑھے گا اور اس کتاب سے مدد ملے گی۔

۲۔ درس پر نشان رکھے تاکہ جلدی سے کھول لے، ایسا نہ ہو کہ تمام کتاب الٹنا پڑے۔

۳۔ بے سمجھے رٹا لگا کر نہ سنائے کیوں کہ ایسا یاد کرنا بالکل نہیں ٹھہرتا، سبق خوب سمجھ کر یاد کرنا چاہیے کہ دل پر نقش ہو جائے اور ہمیشہ یاد رہے۔

۴۔ سبق دل لگا کر پڑھا جائے گا تو جلدی پڑھ لے گا ورنہ برسوں میں بھی نہ آوے گا۔

۵۔ درس کے نظام الاوقات ضرور بنالینا چاہیے اور اس کی پوری پابندی کرنی چاہیے۔

۶۔ اساتذۂ فن کی مدد کے بغیر محض کتابوں سے علم وفن حاصل کرنے کی کوشش نہیں

کرنی چاہیے۔

۷۔ قلم اور نوٹ بک اپنے ہمراہ ضرور رکھنا چاہیے، اصول، قواعد کلیہ، مبادی اور دیگر مفید اور ضروری باتیں نوٹ کرنے کی عادت بنالینی چاہیے۔
علم کو تحریر میں لانا ضبط کے لئے زیادہ موزوں رہتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایتیں اس لئے زیادہ ہیں کہ وہ حضور اکرم ﷺ سے حدیث سن کر لکھ لیا کرتے تھے اور میں لکھتا نہ تھا۔

آج بھی عام طور پر دیکھئے کہ ایک طالب علم کے نوٹس سینکڑوں کے کام آتے ہیں اور تجربہ سے یہ بات ثابت ہے کہ طالب علمی کے زمانے میں تیار کردہ نوٹس تاحیات ایک گنجینۂ اصول اور خزینۂ نایاب ثابت ہوتے ہیں اور تاحیات ان سے کام لیا جاتا ہے۔

۸۔ دوران درس کسی کو اذیت پہنچانا مثلاً کسی طالب علم کی استاد سے آڑ لینا یا کسی کے کہنی دینا اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

۹۔ درس کے دوران ہر کام اور ہر بات میں اپنی باری کا انتظار کرنا چاہیے سوال کرنے میں جواب دینے میں، عبارت پڑھنے میں، تحریری کام دکھانے میں۔

۱۰۔ اپنی باری پر استاد کی اجازت کے بعد تعوذ، تسمیہ، حمد وصلوٰۃ اور دعا سے سبق شروع کرنا چاہیے۔

۱۱۔ تعلم اور استفادہ کے مواقع میں ایثار،، بدشوقی اور سستی کا ثبوت ہے، ایثار مادی اشیاء میں ہونا چاہیے، لیکن علمی واخلاقی اور فضیلت وثواب کے کاموں میں مسابقت کا جذبہ کارفرما ہونا چاہیے۔

۱۲۔ دوران درس جو کچھ نوٹ تیار کئے ہوں، استاد سے ان کی تصحیح کرالینی چاہیے۔

۱۳۔ عبارت پڑھتے اور سنتے وقت الفاظ پر نظر رکھنی چاہیے۔

۱۴۔ دوران درس اگر کوئی بات پوچھنی ہو تو استاد کی تقریر ختم ہو جانے کے بعد پوچھنی چاہیے۔ نیز بلاوجہ استاد سے تقریر کا اعادہ نہ کروانا چاہیے۔

درس سے متعلق حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات

بعض طلباء کی عادت ہوتی ہے کہ محض اپنی ذہانت دکھلانے یا استاد کا امتحان لینے یا محض مشغلہ و تفریح کی غرض سے دوراز کار (بے کار) مہمل مہمل سوالات کیا کرتے ہیں ایسے طالب علموں کو کبھی علم نصیب نہیں ہوتا۔

جیسے ایک طالب کی حکایت سنی ہے کہ انہوں نے حدیث میں پڑھا کہ طلوع شمس کے وقت نماز نہ پڑھو تو آپ کیا فرماتے ہیں ''لا تصلوا'' بھی عام ہے، اور طلوع شمس بھی عام ہے خواہ کسی مقام کا طلوع شمس ہو اور یہ مشاہدہ ثابت ہے کہ ہر وقت کہیں نہ کہیں طلوع ہوتا رہتا ہے اس سے لازم آتا ہے کہ کسی شخص کو کسی وقت بھی نماز پڑھنا جائز نہ ہو۔

ہر چند کہ اس کو سمجھایا گیا کہ بھائی جہاں کا طلوع شمس ہو وہاں کے لوگوں کو اس وقت کے اعتبار سے ''لا تصلوا'' کا حکم ہے مگر ان بزرگ نے مانا ہی نہیں، یہی فرماتے رہے کہ صاحب دنوں میں عموم ہے، ان سے کہا گیا کہ بھائی اس سے نماز کی فرضیت ہی لغو ہو جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ خواہ کچھ ہو جائے، انصاف یہی ہے۔

کیا یہ سوال پیش کرنے کے قابل ہے؟ اور کیا سچ مچ اس پاگل کو یہ شبہ تھا؟

محض فضول دِق کرنے کے لئے اس نے یہ حرکت کی، اور بجائے اس کے کہ اس کے زعم کے موافق اس کی ذہانت ظاہر ہوتی اور الٹا اس کا کوڑھ مغز ثابت ہو گیا ایسے طالب علموں کو کبھی علم نصیب نہیں ہوتا، استاد کو کبھی پریشان نہ کرے بلکہ ادب یہ ہے کہ اگر کسی اور سبب سے وہ پریشان ہو تو اس وقت یا تو سبق ملتوی کر دے، یا بجز بہت ضروری بات کے زائد باتیں نہ پوچھے۔ (اصلاح انقلاب، ص ۲۸۰)

ہر کام کا ایک قاعدہ ہوتا ہے اور کام قاعدہ ہی سے اچھا ہوتا ہے پوچھنے کے لئے ہمیشہ الگ جلسہ ہونا چاہیے، بے وقت سوال کرنا بڑی غلطی ہے، جیسے کوئی طبیب راستہ میں چلا جا رہا ہے اور کوئی مریض کہے کہ چلتے چلتے نسخہ ہی لکھتے جاؤ اسی حالت میں کیا نسخہ لکھا جائے گا؟

پوچھنے کے لئے ایک جلسہ ہونا چاہیے جس میں یہی کام ہوتا کہ جواب دینے

والے کے عام خیالات اسی طرف متوجہ ہوں۔

بعض (طلباء) کھانا کھاتے میں کچھ پوچھا کرتے ہیں تو میں منع کر دیتا ہوں کیوں کہ کھانا کھانے میں خلل ہوتا ہے، کھانا کھانے میں تو تفریح کی باتیں کرنی چاہئیں اس وقت کوئی ایسی بات جس میں سوچنا پڑے نہیں کرنی چاہیے، اس سے غذا ہضم ہونے میں فرق پڑتا ہے۔ (حسن العزیز، ج ۳ ص ۴۲)

مجھے ایک مولوی صاحب کی بات بہت پسند آئی وہ دہلی میں رہتے تھے اب انتقال ہوگیا ہے، جب سلم کتاب پڑھانے بیٹھے تو اپنے شاگردوں سے کہا کہ تحقیق سے پڑھاؤں یا نفس کتاب کے حل کرنے پر اکتفا کروں، شاگردوں نے کہا کہ تحقیق سے پڑھائیے۔

چوں کہ سلم کی بہت سی شروح موجود ہیں انہوں نے دیکھ بھال کر خوب (لمبی چوڑی تقریر) ہانکی، طالب علم بہت خوش ہوئے، دوسرے روز کہا کہ اب بھی تحقیق سے پڑھاؤں یا سرسری، طالب علموں نے کہا کہ حضرت تحقیق سے پڑھائیے، مولوی صاحب نے کہا کہ ذرا کل کی تحقیق سنا دو کیا یاد کی ہے۔

اب سب الو بیٹھے دیکھ رہے ہیں، کسی کو کچھ بھی یاد نہیں تھا، مولوی صاحب نے فرمایا جب یاد نہیں کرتے تو میرا مغز کھانے سے کیا فائدہ؟

بولو اب کیسے پڑھاؤں؟ سب نے کہا نفس مطلب ہی کافی ہے۔ پھر مولوی صاحب نے کہا کہ بھائی ہم نے بھی استادوں سے یوں ہی سمجھ کر کتابیں پڑھی تھیں، یہ تقریریں جو تمہارے سامنے کی تھیں یہ خود کتابیں دیکھ کر سمجھ میں آگئیں تم بھی ایسے ہی کتابیں پوری کرلو انشاء اللہ سب کچھ آسان ہو جائے گا۔

حضرت نے فرمایا واقعی انہوں نے بہت خیر خواہی کی جو استادوں کو کرنی چاہیے۔ (فرید المجید، ص ۳۵)

بعض طالب علم بھی بکھیڑے نکالا کرتے ہیں، استاد کو تنگ کرنا چاہتے ہیں یہ بڑی گستاخی اور بے ادبی ہے، اگر استاد سے غلطی بھی ہو جائے تو اس وقت خاموش ہونا چاہیے۔ دوسرے وقت ادب سے عرض کیا جا سکتا ہے، اور اگر اپنی غلطی ہو تو فوراً رجوع کر لینا چاہیے۔

اب تو طالب علم ایسی حرکت کرتے ہیں کہ جس سے خواہ مخواہ غصہ ہی آجائے اور حق یہ ہے کہ اب طالب علم ہی کم رہ گئے ہیں، چنانچہ بعض طالب علم استاد کی تقریر بہت بے پروائی سے سنا کرتے ہیں اور جب مطلب سمجھ میں نہیں آتا تو استاد سے جھگڑتے ہیں، اس کو غصہ نہیں آئے گا۔ (دعوات عبدیت، الدین الخالص، ص۵۷)

بعض طلباء کی عادت ہوتی ہے کہ باوجود استاد کی رائے معلوم ہونے کے پھر بھی اپنی رائے پر اصرار کرتے ہیں کہ ہم تو فلاں کتاب ہی شروع کریں گے یا اتنا ہی سبق پڑھیں گے، یا فلاں شخص ہی سے پڑھیں گے۔

ان امور میں تو طالب علم کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ''هَلْ يَسْتَوِی الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ'' کہاں تجربہ کار اور کہاں ناتجربہ کار۔ (اصلاح انقلاب، ص۲۸۵)

بعض طلباء ایسے حقوق میں کوتاہی کرتے ہیں جن کے سمجھنے میں سلیقہ کی ضرورت ہے مثلاً مطالعہ کم دیکھنا، جس سے عبارت پڑھنے میں غلطیاں ہونے سے یا مقام کے کم سمجھنے کے سبب سے فضول سوال کرنے سے استاد کو تنگی انقباض و پریشانی ہوتی ہے، تو کیا محسن کا یہی حق ہے کہ اس کو بلاضرورت پریشان کیا جائے اور یہاں بلاضرورت ہی ہے، کیوں کہ مطالعہ کے اہتمام سے یہ سب خلجانات دفع ہو سکتے ہیں۔ (اصلاح انقلاب، ص۲۸۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک امیر لشکر کو حکم نامہ لکھ کر دیا اور کسی مصلحت سے فرمایا کہ جب تک فلاں مقام پر نہ پہنچ جاؤ اس کو مت پڑھنا، چنانچہ اسی کے موافق عمل کیا۔ (بخاری)

اس حدیث سے ایک ادب ثابت ہوا جو طالب علموں پر لازم ہے وہ یہ کہ استاد اگر کسی کتاب کے پڑھنے سے کسی خاص وقت منع کرے، مثلاً اس کے نزدیک شاگرد کی استعداد سے زیادہ ہے، اس کی مصلحت سے اس وقت پڑھنے سے منع کرتا ہے تو طالب علم کو چاہیے کہ اس پر عمل کرے، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہر طرح مبارک ہی تھا اور اس کا پڑھنا اور جاننا ہر وقت عبادت تھا، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مصلحت سے ایک وقت معین تک اس کے مطالعہ سے منع فرمایا اور ان صحابی نے ویسا ہی کیا۔ (اصلاح انقلاب، ص۲۸۰)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے لقطہ (گری ہوئی چیز) کے

بارے میں مسئلہ دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا سر بند اور ظرف پہچان کر مالک تک پہنچا دے اس نے کہا کہ گم شدہ اونٹ کا کیا حکم ہے؟

اس سوال پر آپ ﷺ پر غصہ کے آثار نمودار ہوئے رخسار مبارک سرخ ہو گیا آپ نے فرمایا تجھے اس سے کیا کام ہے اس کے ساتھ اس کی مشک ہے اور اس کے موزے ہیں پانی (کے گھاٹ) پر جا کر پانی پیتا ہے اور درختوں سے چارہ کھاتا ہے۔ (بخاری)

تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی بے ڈھنگے سوال پر استاد غصہ کرے تو شاگرد کو چاہیے کہ اس کو گوارا کرے، مکدر نہ ہو، جس طرح یہاں ان صحابی نے برا نہیں مانا۔ (اصلاح انقلاب، ص ۲۸۰)

جب تک استعداد محققانہ نہ ہو جائے اس وقت تک تقلید کرنی چاہیے، اور جب ایسی استعداد ہو جائے تو وہ مبارک ہے، اس وقت جس قسم کے سوالات بھی چاہیں پیش کریں۔

(فرض کرو) ایک شخص کو اسٹیشن جانا ہے اور راستہ کی واقفیت نہیں تو اگر کوئی معمولی آدمی بھی کہے کہ چلو میں اسٹیشن پر پہنچا دوں تو بے تامل اس کے ساتھ ہو لیتے ہیں، کبھی یہ نہیں پوچھتے کہ تمہارے پاس کیا دلیل ہے اس بات پر کہ جس راستے پر تم جا رہے ہو وہ اسٹیشن پہنچا دے گا؟

کیوں کہ وہ جانتا کہ اس چوں چرا کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خفا ہو کر مجھے یہیں چھوڑ دیگا اور پھر نہ پہنچ سکوں گا، اسی طرح اگر کسی کو اسٹیشن پر یہ معلوم نہ ہو کہ دلی اور لکھنو جانے والی گاڑی کون سی ہے تو ایک قلی کے کہنے پر یقین آجاتا ہے اور بغیر کچھ پس و پیش کے اس کو مان لیا جاتا ہے اور اس مفت کے علم کو غنیمت جان کر قلی کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

غرض جب تک کہ استعداد نہ ہو جائے اس وقت تک تقلید کرنی چاہیے۔

(دعوات عبدیت، ج ۶ ص ۵۱)

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆
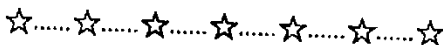
مدرسہ کے ہوسٹل میں رہنے اور مدارس کے انتخاب میں شب و روز کیسے ہوں

۱۔ مدرسہ کا انتخاب

پڑھنے کے لئے حتی الامکان ایسے مدرسے کا انتخاب کرے جس کے بانی متقی و پرہیزگار اور بدعات سے دور ہوں۔ اور یہ یقین کرے یا کم از کم غالب گمان ہو کہ مدرسہ کی زمین اور اس میں استعمال کی ہوئی چیزیں اور اخراجات حلال مال سے ہوں۔ اس لئے کہ جس طرح کھانے پینے میں احتیاط ضروری ہے اسی طرح رہنے کے مکان اور رہائش کا بھی حلال ہونا ضروری ہے۔

اگر ممکن ہو تو ایسے اداروں میں پڑھنے سے احتیاط کرنا چاہئے جو حکومتی یا بادشاہوں کے وقف کردہ اور بنائے ہوئے ہوں۔ اس لئے کہ ایسے ادارے جس کے بنانے والے حکومتی عہدے دار ہوں خرابی سے خالی نہیں ہوتے۔

۲۔ ایسے مدارس کو منتخب کرنا جس کے اساتذہ صاحب فضل و تقوی ہوں

دوسرے نمبر پر ایسے مدرسے کا انتخاب کرے جس کے اساتذہ صاحب ریاست عقلمند، ہیبت وعظمت، تقوی للّٰہیت کی دولت سے بہرہ مند ہوں۔ پڑھنے والوں کے ساتھ محبت اور کمزوروں پر رحم کرنے والے ہوں۔ شوقین طلبہ کو قریب کرنے والے اور غیر شوقین کو شوق دلانے والے ہوں۔ طلبہ کو فائدہ پہنچانے کے حریص ہوں غیر حاضری کے عادی نہ ہوں۔ یہ سارے آداب باب ادب العالم کے تحت گزر چکے ہیں۔

استاذ طلبہ کی حرکات پر صبر کرنے والا، ان کو فائدہ پہنچانے والا اور خیر خواہ ہو اور ان کی ضروریات اور اسباق کا نگہبان ہو۔

مدرسہ کے اندر رہنے والے استاذ کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ بلا ضرورت گھر سے باہر آیا جایا نہ کرے کیوں کہ اس سے طلبہ کی نظروں میں اس کی وقعت کم ہوتی ہے۔ استاذ کو چاہئے کہ نماز باجماعت کا پابند ہو۔ جس کی پیروی میں طلبہ بھی پابندئ جماعت کے

عادی بن جائیں۔

اور مسندِ درس پر وقت مقررہ پر بیٹھ جائے تاکہ طلبہ ان سے اپنے اشکالات اور ضروری سوالات پوچھیں۔

مدرسہ کے ذمے دار اور مہتمم کو چاہئے کہ تعلیمی اوقات میں طلبہ کے امور اور ضروریات کو دوسرے آنے والے لوگوں پر مقدم رکھے۔ کیوں کہ ان کے امور اور ضروریات کو حل کرنا فرض ہے جب کہ دوسرے لوگوں کے کام اداء کرنا نفل اور تبرع ہے۔ اور مدرسہ کے مہتمم کے لئے یہ مناسب ہے کہ مہینہ میں ایک مرتبہ طلبہ کو بحث ومباحثہ اور مناظرہ وغیرہ کا موقع دے۔ ایسا نہ کرنے سے طلبہ کے ذہنوں میں جمود پیدا ہوتا ہے جس سے فکری کمزوری پیدا ہوگی۔ جس سے تحصیل علوم اور تفقہ میں کمی پیدا ہوگی۔ کیوں کہ فکری ارتقاء ہی علم کے حصول اور تفقہ کا ذریعہ ہے۔

اس سلسلے میں مبتدی طلبہ اور منتہی دونوں قسموں سے ان کی استعداد کے مطابق کام لیا جائے۔

۳۔ مدرسہ کی شرائط سے واقفیت

بہتر یہ ہے کہ جتنی گنجائش ہو مدرسہ کے اشیاء استعمال کرنے سے بچا جائے۔ خصوصاً جن مدارس کی شرائط میں تنگی ہو اور اس کی ملازمت میں سختی ہو۔ جیسا کہ اکثر علماء اس ابتلاء میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم ومہربانی سے قناعت نصیب فرمادے۔

ہاں نان ونفقہ کے لئے کام کرنے سے علمی کام میں خلل واقع ہورہا ہے اور کوئی ذریعہ معاش نہ ہو تو مدارس سے استمداد لینے میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ مدرسہ کی شرائط اور اوقات کی پابندی کو ملحوظ رکھ کر کام کرے اور اپنا احتساب کرتا رہے اور لوگوں کو نفع پہنچانے کی نیت ہو اور اس سے دل گرنہ ہو بلکہ اس کو اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتا رہے۔ اس نے حلال رزق عطا فرمایا ہے اور اس کے لئے حلال رزق کا انتظام فرمایا۔ عقل مند انسان عالی ہمت اور مضبوط نفس والا ہوتا ہے۔

۴۔ رہائش کے متعلق مدرسہ کی شرائط پر عمل کرنا

اگر مدرسہ کی انتظامیہ نے مدرسہ کے ملازمین ہی کے لئے رہائش کا انتظام کیا ہے۔تو دوسروں کے لئے اس میں رہائش رکھنا جائز نہ ہوگا۔اگر بلا اجازت رہنے لگیں گے تو گناہگار ہوں گے۔

اور اگر رہائش کی عام اجازت ہے تو رہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔بشرطیکہ وہ صحیح طالب علم ہو اور مدرسہ میں رہنے کا اہل ہو۔

مدرسہ کے ہوسٹل میں رہنے والے طلبہ پر لازم ہے کہ وہاں رہنے والے تمام لوگوں کا اکرام کرے، دوسروں کو اپنے پر ترجیح دے۔ایثار وقربانی سے کام لے۔سبق میں غیر حاضر نہ ہو اس لئے کہ مدرسہ میں رہنے کا اصل مقصد سبق ہے۔اور مدرسہ کے وجود کا مقصد تعلیم وتعلم ہی ہے۔جس میں مدرسہ بنانے والوں اور زمین وقف کرنے والوں کے لئے دعا ہو۔

تعلیم وتعلم سے ان کو ثواب پہنچے۔مدرسہ میں رہنے والے نے سبق وتعلم کی طرف توجہ اگر نہ دی تو اس نے مدرسہ کے مقاصد کی خلاف ورزی کی۔بلاضرورت سبق سے غیر حاضری محرومی کے علاوہ بے ادبی بھی ہے۔اور علم سے استغناء ہے۔

جب درسگاہ میں یا کمرے میں حاضر ہو تو تمام ساتھیوں کے جمع ہونے کے وقت بلاوجہ بار بار آیا جایا نہ کرے۔کسی کو بآواز بلند اپنی طرف نہ بلائے نہ کسی کو باہر نکالے۔اور بآواز نہ خود پڑھے نہ تکرار کرائے نہ ہی بحث ومباحثہ میں شور مچائے۔دروازے کو زور سے بند کرنا یا اس طرح کھولنا بھی ادب کے خلاف ہے اور بے وقوفی ہے۔

میں نے بڑے علماء کو دیکھا کہ وہ بوقت سبق مدرسہ کے ناظم کی آمد کو بھی ناپسند فرماتے تھے حالانکہ وہ ضروری کام کے سلسلے میں حاضر ہوا تھا۔

۵۔ مدرسہ میں رہتے ہوئے وقت ضائع نہ کرنا

سبق کے علاوہ میل جول نہ رکھے، نہ فضول بیٹھا رہے، بلکہ جس مقصد کے لئے

مدرسہ کا قیام ہوا اسی میں لگا رہے۔ عام طلبہ سے میل ملاپ نہ ہو کیونکہ اس سے وقت کا ضیاع ہوتا ہے۔ فضول گوئی کی وجہ سے حالات میں فساد پیدا ہوگا۔

ہوشیار و عقلمند طالب علم مدرسہ کو ایک ایسا پڑاؤ خیال کرے گا کہ اپنی ضرورت کے لئے ٹھہرا ہے اس کو پورا کر کے وہاں سے کوچ کرنے والا ہے۔ مستقل قرارگاہ تصور نہیں کرے گا۔ لہٰذا اس میں کوئی ایسا ساتھی جو تحصیل علم میں مددگار ومعاون ہو، تکمیل فوائد میں مساعد ہو طلب علم میں اضافے کا باعث ہو۔ دیندار وامانتدار ہو، اچھے اخلاق کا حامل ہو اس کے ساتھ میل جول اور دوستی نہ صرف درست ہے بلکہ بہت اچھی ہے۔

علم وفضل کے حصول میں کمی کو مدرسہ میں رخصت ہوئے ناپسند کرے اور روزانہ خود کو احتساب کے عمل سے گزارے کہ کل کے مقابلے میں آج کتنا علم حاصل ہوا۔ اگر نہیں ہوا تو کیوں نہیں ہوا۔ اور جو کچھ حاصل ہوا کیا وہ پورا حاصل ہوا۔ تاکہ مدرسہ کا کھانا اور رہائش اس کے لئے حلال ہو۔ مدرسہ کے قیام کا مقصد ہی حصول علم ہے۔ مدرسہ کے اندر رہ کر علمی کام نہیں ہو رہا ہو اور قیام وطعام مدرسہ میں ہو تو یہ اس کے لئے حلال نہیں ہے۔ اس لئے مدرسہ ایک سرائے نہیں ہے جو صرف رہنے اور سونے جاگنے کے لئے بنایا گیا ہو اور نہ صرف عبادت کے لئے بنایا گیا ہے۔ بلکہ قیام مدارس کا مقصد علم دین کی ترویج ہے، وہ جب ہوگا جب اس میں رہنے والے طلبہ حصول علم میں مگن ہوں گے او اپنے گھر بار، رشتہ داروں اور والدین سے اور عام لوگوں سے بالکل الگ تھلگ ہو کر یکسوئی کے ساتھ حصول علم کریں گے۔ عقلمند انسان سمجھتا ہے کہ اس کے لئے سب سے زیادہ بابرکت دن وہ ہے جس میں اس کے علم میں سب سے زیادہ اضافہ ہو۔

۶۔ مدرسے میں رہنے والوں کے ساتھ برتاؤ کے آداب

مدرسہ میں رہنے والوں کو چاہئے کہ سلام کو عام کریں۔ ایک دوسرے کے ساتھ اظہار مودت والا احترام کریں۔ پڑوسی ہونے کا حق ادا کریں۔ دینی اور علمی بھائی چارے کی رورعایت کریں۔ اس لئے کہ مدرسہ کے طلبہ وعلماء اہل علم اور حامل دین اور طالب علم ہیں۔ ان کی کوتاہیوں سے درگزر کریں اور ان کی لغزشات کو معاف کریں۔ ان کے عیوب

کو افشاء نہ کریں، ان کے احسان پر شکریہ ادا کریں اور بے ادبی کو خاطر میں نہ لائیں۔

۷۔ مدرسہ میں بہترین پڑوسی اور کمروں کے انتخاب کے آداب

اگر ممکن ہو تو نیک صالح، سلیم الطبع، معزز قسم کے ساتھیوں کے ساتھ رہنے یا ان کے قریب رہنے کی کوشش ہو۔ تاکہ وہ اس کے عظیم مقصد کے حصول میں معین ومدد ہوں۔ ضرب المثل مشہور ہے۔

الجار قبل الدار

یعنی گھر بنانے سے پہلے پڑوسی کا انتخاب کر۔

''**الطباع سراقة**'' انسانی طبیعت خاموشی سے دوسرے کی طبیعت سے اخلاق، کردار یا بداخلاقی کو اخذ کرتی ہے۔

اس لئے ہم نشینی کے لئے ایسے افراد کو منتخب کرنا چاہئے جن کی صحبت کا اچھا اثر ہو۔ اور رہائش کے لحاظ سے زمینی منزل کے مقابلے میں اوپر کی منزلیں بہتر ہیں۔ بشرطیکہ اوپر نیچے آنا جانا دشوار نہ ہو اور ساتھی اور پڑوسی اچھے ہوں۔ جیسا کہ خطیب رحمۃ اللہ علیہ کا قول سابق میں گزرا ہے کہ ''**ان الغرف اولی بالحفظ**'' حفظ کے لئے اوپر کی منزلیں اور کمرے بہتر ہیں۔

بہتر یہ ہے کہ مدرسہ کے دار الاقامہ میں خوبصورت بچے یا ایسے بچے جن کے ہوشیار سرپرست موجود نہ ہوں نہ رکھے جائیں۔ اور مدرسہ میں ایسے مقامات پر عورتیں نہ ٹھہرائی جائیں جو مردوں کی گزرگاہیں ہوں یا کھڑکیاں وغیرہ ہوں۔

ایک فقیہ اور عالم کو کسی ایسے کمرے میں داخل نہیں ہونا چاہئے جس میں کوئی شر یا دینی لحاظ سے کمزوری ہو۔ اور نہ ایسے لوگوں کو اپنے پاس آنے دے جو ناپسند ہوں اور لوگوں کی باتیں افشاء کرنے کے عادی ہوں یا ایک دوسرے کے خلاف اکسانے والے ہوں۔ یا تضییع اوقات کا باعث ہوں۔

۸۔ مدرسہ میں آنے جانے، چڑھنے، اترنے کے آداب

اگر رہائش مدرسہ کی مسجد میں یا کسی بڑے ہال میں ہو جہاں لوگ جمع ہوتے ہوں۔ اور اس کا گذر چٹائیوں اور دریوں کے اوپر سے ہو۔

تو صفائی کا خاص اہتمام کرے۔ جوتے وغیرہ سے گرد وغبار یا گند وغیرہ نیچے نہ گرنے پائے۔ داخل ہونے سے قبل جوتوں کو جھاڑ کر طے کر کے رکھنا چاہئے اور جوتوں کا رخ قبلے کی طرف یا لوگوں کے چہروں کی طرف نہ ہو۔ اور ویسے کھلے نیچے نہ رکھ دے اور لوگوں کے گزرنے کی جگہ پر نہ چھوڑے، بلکہ ان کو یکجا کر کے ایک کونے میں رکھ دے۔

اوپر منزل میں رہنے والوں کا اخلاقی فرض ہے کہ وہاں چلتے وقت آہستہ آہستہ چلیں ایسے بھاگ دوڑ نہ کریں جس سے نیچے رہنے والے پریشان ہوں اور نہ ہی کوئی بھاری چیز گرائیں جس سے نچلی منزل والوں کو تکلیف پہنچے۔ اوپر سے نیچے آتے وقت اگر دو آدمی اکٹھے ہو جائیں اور سیڑھی تنگ ہو تو ادب یہ ہے کہ چھوٹا پہلے اتر جائے اور نیچے سے اوپر جاتے وقت بڑا اوپر جانے میں پہل کرے۔ بعد میں چھوٹا چڑھے۔

۹۔ غیر مناسب مقامات پر نہ بیٹھنا

مدرسہ کے دروازے میں بیٹھنا مناسب نہیں ہے، کسی ضرورت کے لئے بیٹھنا ہو تو ضرورت پوری ہونے کے بعد فوراً اٹھ جانا چاہئے۔ اس طرح تمام گزرگاہوں، اور راستوں میں نہیں بیٹھنا چاہئے۔ خصوصاً گزرنے والے اس کی وجہ سے شرم محسوس کررہے ہوں یا متہم ہونے کا اندیشہ ہو۔ ایسے مقامات پر بھی نہیں بیٹھنا چاہئے جہاں سے عورتیں گزر رہی ہوں۔

اسی طرح بلاضرورت مدرسہ کے دروازے سے باہر جانا آنا انتہائی نامناسب ہے۔ حتی الامکان باہر آنے جانے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ اور گزرتے وقت دروازے پر موجود لوگوں کو سلام کرنا چاہئے۔ اور دروازہ بند ہو تو زور سے **کھٹکھٹانے سے گریز کرنا** چاہئے۔ تین بار آہستہ آواز سے کھٹکھٹانا چاہئے۔

مدرسہ کی دیوار سے ڈھیلہ یا پتھر لے کر استنجاء میں استعمال کرنا انتہائی بے ادبی ہے۔حتی کہ ہاتھ ناپاک ہوں تو دھوئے بغیر دیواروں کو ہاتھ نہیں لگانا چاہئے۔

۱۰۔دروازے سے یا کھڑکیوں سے باہر یا اندر جھانکنے کے آداب

کسی کمرے کے پاس سے گزرتے ہوئے اندر نہیں جھانکنا چاہئے اگرچہ دروازہ کھلا کیوں نہ ہو۔اور کھڑکیوں کی طرف اشارہ کرنا بھی نامناسب ہے۔خصوصاً اس وقت جب کہ ان میں عورتیں موجود ہوں۔

مدرسہ میں رہتے ہوئے بآواز بلند تکرار یا عام بحث ومباحثہ نہیں کرنا چاہئے۔ کیوں کہ اس سے دوسروں کو تشویش ہوتی ہے۔ممکن ہو تو آہستہ آواز سے بولنا، تکرار کرنا چاہئے، خصوصاً لوگوں کے نماز پڑھتے وقت بطور خاص اس کا اہتمام کرنا چاہئے۔دروازہ زور سے کھٹکھٹانے سے پرہیز کرنا، بند اور کھولتے وقت احتیاط کرنی چاہئے۔

نہ اوپر سے نیچے کی طرف نہ نیچے سے اوپر آواز دینا مناسب ہے۔اگر اس کی شدید ضرورت پڑ جائے تو معتدل آواز سے بلانا مناسب ہے۔اگر مدرسے اور کمرے کی کھڑکی یا دروازہ سڑک کی طرف کھلتے ہوں تو پورے کپڑے نہیں اتارنا چاہئے حتی کہ بلا ضرورت سر بھی ننگا نہ ہو۔

کھاتے یا پیتے ہوئے چلنا پھرنا بھی انتہائی غیر مناسب ہے۔فضول مزاح، نازیبا حرکات اور زور دار قہقہہ لگانا وغیرہ سب آداب مدرسہ کے خلاف ہیں۔

۱۱۔درسگاہ میں حاضری کے آداب

استاذ کی آمد سے پہلے درسگاہ میں حاضر ہونا چاہئے۔کسی بزرگ کا فرمان ہے، استاذ کا ایک ادب یہ ہے کہ ان کا انتظار کیا جائے نہ کہ استاذ طلبہ کا منتظر ہو۔

درس گاہ کے آداب میں یہ بھی ہے کہ پاکیزہ لباس اور اچھی ہیئت کے ساتھ آنا چاہئے۔

حضرت شیخ ابوعمرو ابن صلاح (متوفی ۶۴۳) عمامہ کے بغیر آنے والے طلبہ کو درس

میں بیٹھنے نہ دیتے، اسی طرح ان طلبہ کو سخت تنبیہ فرماتے جن کے گریبان کھلے ہوتے تھے۔

اچھے انداز سے بیٹھ کر استاذ کی بات کو انتہائی غور سے سننا چاہئے۔ استاذ کی اجازت کے بغیر کتاب کی عبارت شروع نہیں کرنی چاہئے اگر استاذ حاضرین کے لئے دعا کرے تو حاضرین پر بھی لازم ہے کہ وہ استاذ کے حق میں دعا کریں۔

بلکہ اہل اللہ اور مشائخ دعا نہ کرنے پر نکیر فرماتے۔ درس میں اونگھنے، بات چیت کرنے، ہنسنے اور فضول حرکات سے حتی الامکان بچنا چاہئے۔

دوستوں کے درمیان وقفے میں استاذ محترم کی اجازت کے بغیر بات چیت کرنا بے ادبی ہے۔ اسی طرح دوران درس بے فائدہ سوال کرنا ادب کے خلاف ہے اور دکھلاوے اور غلبہ پانے کی نیت سے مناظرہ بحث و مباحثہ سے بھی گریز کرنا چاہئے۔ اگر نفس ایسا کرنے پر تیار بھی ہو جائے تو نفس کو قابو رکھے اور صبر و انقیاد سے کام لے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

من ترک المراء وهو محق بنى الله بيتا فى اعلى الجنة (ترمذی، حدیث نمبر ۱۹۹۳)

جس نے جھگڑا چھوڑ دیا حق پر ہوتے ہوئے اس کے لئے اللہ تعالیٰ جنت کے بالا خانوں میں گھر بنائیں گے۔

اس لئے کہ انتشار غضب کو توڑنے والا ہے، دلوں میں نفرت پیدا ہونے سے بچاتا ہے۔ تمام حاضرین درس کے لئے لازم ہے کہ وہ ایک دوسرے کے متعلق صاف دل ہوں۔ دل میں کسی کے لئے بغض و حسد پیدا ہونے نہ دے۔ اور اگر کچھ ہو بھی جائے تو درس گاہ سے اٹھنے سے پہلے اس کو صاف کر کے اٹھے۔

اور درس گاہ سے اٹھنے سے پہلے یہ دعا پڑھے جو حدیث شریف میں آئی ہے۔

سبحانک اللهم و بحمدک أشهد ان لااله الاانت استغفرک واتوب اليک فاغفرلى ذنبى، انه لا يغفر الذنوب الا انت

علم کی اہمیت

اور

حصولِ علم میں اکابر کے پُر اثر واقعات

علم کا نور

حدیث میں آتا ہے **العلم نور** (علم ایک روشنی ہے) جب سینہ اس نور سے روشن ہو جاتا ہے تو انسان کو فضل و کمال کی زندگی نصیب ہوتی ہے۔ علم نہ ہو تو انسان اور حیوان میں فرق ختم ہو جاتا ہے۔ تاہم حصول علم کے بھی کچھ تقاضے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ علم افضل ہے یا مال؟ فرمایا علم۔ پوچھا گیا اس کی دلیل کیا ہے؟ فرمایا: **العلم ورثة الانبیاء** علم انبیاء کی میراث ہے اور مال فرعون و قارون کی۔

☆ علم سے دوست بنتے ہیں جب کہ مال سے حاسد بنتے ہیں۔
☆ علم کے چوری ہونے کا خدشہ نہیں جبکہ مال کو امن نہیں۔
☆ علم پرانا ہو تو راسخ ہو جاتا ہے جب کہ مال پرانا ہو تو کم قیمت ہو جاتا ہے۔
☆ صاحب علم کی کرامت بڑھتی ہیں جبکہ صاحب مال کی خجالت بڑھتی ہے۔
☆ علم کو خرچ کیا جائے تو بڑھتا ہے جبکہ مال کو خرچ کیا جائے تو گھٹتا ہے۔
☆ روز محشر علم کا حساب نہ لیا جائے گا جبکہ مال کا حساب دینا پڑے گا۔
☆ علم سے دل روشن ہوتا ہے جبکہ مال سے دل سیاہ ہوتا ہے۔
☆ علم انسان کی حفاظت کرتا ہے جبکہ مال کی حفاظت انسان کو کرنی پڑتی ہے۔
☆ کثرت علم سے نبی کریم ﷺ نے **مَا عَبَدْنَاکَ حَقَّ عِبَادَتِکَ** کہا کثرت مال سے فرعون نے **اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی** کہا۔

یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ مال سے دنیا کے چند بڑے فائدے تو حاصل کئے جاسکتے ہیں مگر ہر مشکل میں تو مال کام نہیں آتا۔ مثلاً

☆ مال سے ہم عینک تو خرید سکتے ہیں بینائی نہیں خرید سکتے۔
☆ مال سے ہم نرم بستر تو خرید سکتے ہیں میٹھی نیند نہیں خرید سکتے۔
☆ مال سے ہم کتابیں تو خرید سکتے ہیں علم نہیں خرید سکتے۔

☆ مال سے ہم خوشامد تو خرید سکتے ہیں کسی کی محبت نہیں خرید سکتے۔
☆ مال سے ہم زیورات تو خرید سکتے ہیں حسن نہیں خرید سکتے۔
☆ مال سے ہم گھر میں نوکر تو لا سکتے ہیں بیٹا نہیں لا سکتے۔
☆ مال سے خضاب تو خرید سکتے ہیں شباب نہیں خرید سکتے۔

پس انسان کو چاہیئے کہ طالب مال بننے کے بجائے طالب علم بن کر دنیا اور آخرت میں سرخروئی حاصل کرے۔ حصول علم کے چند آداب درج ذیل ہیں۔

علم کی فضیلت

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کمیل رحمۃ اللہ علیہ سے ارشاد فرمایا: اے کمیل! علم مال سے بہتر ہے، علم تیری حفاظت کرتا ہے اور تو مال کی، علم حاکم ہے اور مال محکوم ہے، مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے اور علم خرچ کرنے سے زیادہ ہوتا ہے۔

ایک اور موقع پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اشعار کہے ہیں:

ما الفخر الا لاهل العلم انهم — علی الهدیٰ لمن استهدی ادلاء

ترجمہ: فخر کا حق صرف علماء کو حاصل ہے کہ وہ خود بھی ہدایت پر ہیں اور طالبانِ ہدایت کے رہنما بھی ہیں۔

و قدر کل امرء ما کان یحسنه — و الجاهلون لاهل العلم اعداء

ترجمہ: انسان کی قدر اچھائی سے ہے، یوں تو جاہل اہلِ علم کے دشمن ہوتے ہیں۔

ففز بعلم تعش حیاته ابدا — الناس موتیٰ و اهل العلم احیاء

ترجمہ: ایسا علم حاصل کرو جس سے تم ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہ سکو، لوگ مرجائیں گے صرف اہلِ علم زندہ رہیں گے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے متعلم ہونے پر فخر کرتے ہوئے یہ شعر کہے:

رضینا قسمۃ الجبار فینا لنا علم و للجھال مال

ترجمہ: ہم اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی ہیں کہ اس نے ہمیں علم دیا ہے اور جاہلوں کو مال۔

لان المال یفنی عن قریب و ان العلم باق لا یزال

ترجمہ: اس لئے کہ مال عنقریب ختم ہو جائے گا اور علم ہمیشہ باقی رہے گا۔

حضرت امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو والدہ نے ایک تھیلی دی تھی، دورانِ تعلیم اس سے اپنے اخراجات پورے کرتے رہے، جب فارغ ہوئے تو پوری تھیلی الٹ کر تقسیم کر دی، احباب نے وجہ پوچھی تو فرمایا:

اب مجھے اللہ نے ایسی دولت دے دی ہے کہ اس کے مقابلہ میں کسی دوسری دولت کی ضرورت نہیں (یعنی علم کی لازوال دولت مل گئی)۔

ایک استاد بچوں کو پڑھاتے وقت فرماتے تھے میں تمہیں لاکھوں روپے کا مسئلہ پڑھا رہا ہوں، طلباء بڑے خوش تھے، ایک دن ایک طالب علم کا جوتا ٹوٹ گیا، موچی کے پاس گیا اور کہا:

موچی بابا! جوتا ٹھیک کر دو!

اس نے کہا کیا دو گے؟ طالب علم نے کہا ایک مسئلہ بتا دوں گا۔

موچی نے کہا: مسئلہ اپنے پاس رکھو مجھے تو بھائی دو آنے دو۔

طالب علم حیران ہوا کہ استاد صاحب تو مسئلہ کی قیمت لاکھ فرماتے تھے اور یہ دو آنے کے برابر بھی نہیں سمجھ رہا، دل میں کہا استاد صاحب ساری عمر دھوکا ہی دیتے رہے، غمگین واپس ہوا، استاد نے غم کی وجہ پوچھی تو قصہ بتایا۔

وہ اصل مرض جان گئے انہوں نے ایک ہیرا دیا اور فرمایا جاؤ سبزی منڈی میں اس کی قیمت کراؤ مگر فروخت نہ کرنا۔ وہ ہیرا لے کر گیا، کسی نے چمکیلا پتھر جان کر دو آلو اور دو شلجم قیمت بتائی اور کوئی لینے کے لئے تیار نہ ہوا۔

واپس ہوا تو استاد نے فرمایا: اب صرافہ بازار جا کر اسے دکھاؤ، وہ چھوٹے صراف کے پاس گیا تو اس نے کہا پوری دکان اس کی قیمت نہیں بن سکتی، بڑے صراف نے کہا تمام صرافہ بازار اس پر لٹایا جا سکتا ہے، جب استاد صاحب کے پاس آیا تو انہوں نے فرمایا: دیکھا کسی چیز کی قیمت اس کی حقیقت جاننے والے ہی لگاتے ہیں۔ یہی حال علم کا ہے جو لوگ علم کی قیمت نہیں جانتے انہیں کیا پتہ مسئلہ کیا ہوتا ہے انہیں تو آنہ دو آنے چاہئیں۔

عربی کے کسی شاعر نے کہا ہے:

العلم يجلو العمىٰ عن قلب صاحبه   كما يجلي سواد الظلمة القمر

ترجمہ: علم دل کے اندھیروں کو اس طرح روشنی میں تبدیل کر دیتا ہے جیسے چاند تاریکی میں روشنی بکھیرتا ہے۔

علم کی عظمت وشرافت اس تقویٰ کے حصول کا ذریعہ ہے جو آدمی کی عنداللہ کرامت اور ابدی سعادت کا ذریعہ ہے جیسا کہ امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

تعلم! فان العلم زين لاهله   و فضل و عنوان لكل المحامد

ترجمہ: علم حاصل کر! بے شک علم، اہلِ علم کے لئے زینت اور فضیلت کا باعث ہے اور قابل تعریف کارنامہ ہے۔

و كن مستفيدا كل يوم زيادة   من العلم و اسبح في بحور الفوائد

ترجمہ: ہر روز علم کی زیادتی کا استفادہ کر اور فوائدِ علمی کے سمندر میں تیر۔

تفقه فان الفقه افضل قائد   الى البر و التقوىٰ و اعدل قاصد

ترجمہ: یعنی علم (فقہ) حاصل کر کیونکہ علم فقہ نیکی اور تقویٰ کی جانب بہترین اور متوازن رہنما ہے۔

هو العلم الهادی الی سنن الهدی   هو الحصن ينجی من جميع الشدائد

ترجمہ: صرف علم ہی ہدایت کی راہوں کی طرف رہنما ہے یہ ایک

ایسا قلعہ ہے جو تمام مشکلات میں نجات دہندہ ہے۔

فان فقیھا واحداً متورعاً　　اشد علی الشیطان من الف عابد

ترجمہ: بے شک ایک پرہیز گار فقیہ شیطان پر ہزار (بے علم) عبادت گزاروں سے زیادہ گراں ہے۔

انسان کی پیدائش کا مقصد اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی عبادت اور احکام کی اطاعت ہے اور یہ تینوں کام علم کے بغیر نہیں ہو سکتے، اس لئے ہر مسلمان پر اتنا علم حاصل کرنا فرض ہے جس سے یہ تینوں مقاصد حاصل کر سکے۔

حصول علم میں اکابر کی کوششیں

ا...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بَابُ حِفْظِ العِلْمِ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے:

لوگ کہتے ہیں ابو ہریرہ رسول اللہ ﷺ سے بہت زیادہ نقل کرتے ہیں مہاجرین وانصار اتنی کثرت سے نقل نہیں کرتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اگر قرآن کریم کی دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں ایک حدیث بھی بیان نہ کرتا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَ الْهُدٰی مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ بَیَّنُوْا فَاُولٰٓئِکَ اَتُوْبُ عَلَیْهِمْ ۚ وَ اَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ (البقرہ:۱۵۹،۱۶۰)

ترجمہ: جو لوگ ہماری اتاری ہوئی دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں باوجود یہ کہ ہم اسے اپنی کتاب میں لوگوں کے لئے بیان کر چکے ہیں اُن لوگوں پر اللہ کی اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے۔ مگر وہ لوگ جو توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں اور بیان

کردیں تو میں ان کی توبہ قبول کرلیتا ہوں اور میں توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہوں۔

پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

مہاجر بھائیوں کو تو بازار کی خرید وفروخت نے مشغول کر رکھا تھا اور ہمارے انصار بھائیوں کو ان کے مال نے مشغول کر رکھا تھا، اور ابوہریرہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس کو لازم پکڑتا صرف کھانا میسر آجانے پر، اور وہاں حاضر رہتا جہاں یہ دوسرے حضرات نہیں رہ سکتے تھے اور چیزیں حفظ کرتا جو یہ دوسرے نہیں کرسکتے تھے۔ (صحیح البخاری، ج ا ص ۲۲)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے **فتح الباری** میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ دنیا کی قلت حفظِ علم میں زیادہ موثر ہے۔

۲...... شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو طلبِ علم کے حصول میں جو تکالیف اور مشکلات پیش آئیں اس بارے میں حافظ ابن رجب حنبلی کی "**ذیل طبقات الحنابلہ**" میں لکھا ہے:

میں سبزیوں کا کوڑا کرکٹ، کانٹے اور درختوں کے پتے نہر کے کنارے سے چنا کرتا تھا اور بغداد میں گرانی اس انتہا کو پہنچ چکی تھی کہ کئی دن تک بغیر کھائے پیئے رہا، بلکہ لوگوں کی پھینکی ہوئی چیزیں اٹھا کر کھایا کرتا تھا۔

ایک دن میں سخت بھوک کی حالت میں نہر کے کنارے کی طرف گیا کہ شاید گھاس یا سبزی کے پتے وغیرہ گزارے کے لئے مل جائیں، میں جب اُس جگہ پہنچا تو کوئی دوسرا مجھ سے سبقت لے جاچکا تھا اور اگر کسی جگہ کوئی چیز ملی تو فقراء اس پر جھپٹے ہوئے تھے، فقراء کی محبت کی وجہ سے میں نے اس جگہ کی طرف بڑھنا پسند نہ کیا۔

میں اسی طرح واپس آگیا اور شہر کے وسط میں چلنے لگا، جہاں کوئی چیز گری پڑی ملتی تو کوئی دوسرا پہلے ہی وہاں پہنچا ہوا ہوتا، مجھ کو کمزوری نے بالکل نڈھال کردیا تھا،

یہاں تک کہ میں اپنے آپ کو تھامنے سے بھی عاجز آ گیا۔ میں چلتے چلتے بازارِ ریاحین کی مسجد یاسین تک پہنچا اور اندر جا کر بیٹھ گیا، میں موت کے ساتھ مصافحہ کرنے کے قریب ہی تھا کہ ایک عجمی نوجوان مسجد میں داخل ہوا اس کے پاس روٹی اور بھونا ہوا گوشت تھا وہ بیٹھ کر کھانے لگا، وہ جب بھی ہاتھ میں لقمہ لے کر منہ کے قریب کرتا تو بھوک کی شدت کی وجہ سے میرا منہ کھل جاتا، میں نے خود بھی اس بات کو اپنے حق میں نامناسب سمجھا۔

اس عجمی نے مجھے دیکھا اور کہا بھائی بسم اللہ کیجئے، میں نے انکار کیا اس نے مجھے قسم دی، میرا نفس مجھ سے جلد بازی کا طالب تھا لیکن میں نے اس کی مخالفت کی اس نے پھر مجھ کو قسم دی میں نے اس کی دعوت قبول کی اور تھوڑا سا کھالیا، وہ اس کے بعد مجھ سے پوچھنے لگا آپ کیا کام کرتے ہیں؟ اور کہاں کے رہنے والے ہیں؟ اور کس نام سے پہچانے جاتے ہیں؟

میں نے کہا میں جیلان کا رہنے والا ہوں، اس نے کہا میں بھی جیلان کا رہنے والا ہوں، پھر کہا کیا آپ ایک جیلانی نوجوان جن کا نام عبدالقادر ہے جانتے ہیں؟

میں نے کہا وہ میں ہوں، وہ پریشان ہوگیا اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور اس نے کہا: میں بغداد پہنچا اور میرے خرچ کا کچھ مال بچا ہوا تھا میں نے آپ کے بارے میں بہت پوچھا لیکن کسی نے آپ کے بارے میں میری رہنمائی نہیں کی اور میرا خرچ بھی تین دن بعد ختم ہوگیا، میرے پاس معمولی گزارے کے لئے بھی کچھ نہ بچا سوائے اس چیز کے جو آپ کی میرے پاس تھی اور میں اس حالت کو پہنچ گیا کہ مردار میرے لئے حلال ہو چکا تھا، آپ کی امانت ہی سے میں نے یہ روٹی اور گوشت خریدا ہے اب اس کو پاکیزہ سمجھ کر کھائیں، اب میں آپ کا مہمان ہوں جبکہ پہلے آپ میرے مہمان تھے۔

میں نے کہا اس کا قصہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ جب میں آرہا تھا تو آپ کی والدہ نے آپ کے لئے میرے ہاتھ آٹھ دینار بھیجے تھے، تو بامرِ مجبوری میں نے کھانا خریدا میں اس پر آپ سے معذرت خواہ ہوں۔

میں نے اس کو تسلی دی اطمینان دلایا اور بچا ہوا کھانا اس کو دے دیا اور مزید نفقہ

کے لئے کچھ سونا دے دیا جو اس نے قبول کرلیا اور واپس چلا گیا۔

۳......امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''صید الخاطر'' میں اپنے طلب علمی کے ابتدائی زمانہ کے متعلق فرمایا کہ میں طلب علم کی وجہ سے بہت شدائد میں مبتلا ہوا جو کہ میرے نزدیک شہد سے زیادہ شیریں تھے بوجہ میری طلب اور میری امید کے۔

و من تکن العلیاء ھمۃ نفسہ فکل الذی یلقا فیھا محبب

ترجمہ: جس کی ہمتِ نفس بلند مرتبت کی طالب ہو تو اس کے لئے
جس بوجھ سے واسطہ پڑے وہ اس کو محبوب ہوتا ہے۔

میں اپنے بچپن میں اپنے ساتھ خشک روٹی لیتا اور حدیث پڑھنے کے لئے چلا جاتا اور بغداد میں نہر عیسیٰ کے قریب بیٹھ جاتا کیوں کہ بغیر پانی کے وہ روٹی مجھ سے نگلی نہ جاتی تھی، جب لقمہ لیتا تو اس پر پانی کا گھونٹ لیتا اور میری ہمت کی آنکھ کو تحصیلِ علم کی لذت کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا تھا، اس کا ثمرہ مجھ کو یہ ملا کہ میرا تعارف، رسول اللہ ﷺ کی احادیث کی کثرتِ سماع، ان کے آداب اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کے حالات جاننے والے سے ہوا۔

اور یہ بھی فرمایا: میں نے ایک فن پر قناعت نہیں کی بلکہ میں حدیث اور فقہ کے سماع کے ساتھ زاہدوں کی مجلس میں بھی جاتا، پھر لغت پڑھی اور میں نے کسی روایت کرنے والے اور وعظ کہنے والے کی مجلس کو نہیں چھوڑا اور نہ ہی کسی آنے والے اجنبی کی مجلس کو۔

سماع حدیث کے لئے میں مشائخ کی مجالس کے چکر لگایا کرتا تھا، بھاگتے بھاگتے میرا جسم ٹوٹ جاتا، تاکہ مجھ سے کوئی سبقت نہ لے جائے اور میری صبح و شام اس حالت میں ہوتی کہ میرے پاس کھانے کو کچھ نہ ہوتا تھا، لیکن اللہ نے مجھ کو مخلوق کے سامنے کبھی ذلیل نہیں کیا، اگر میں تفصیل سے اپنے احوال لکھوں تو شرح بہت طویل ہو جائے گی۔

۴......''تذکرۃ الحفاظ'' میں امام شعبہ بن حجاج کے بارے میں آیا ہے ان کے شاگرد ابو قطن کہتے ہیں کہ اشتغالِ علم اور کپڑے دھونے کی فرصت نہ ہونے کے سبب

شعبہ کے کپڑوں کا رنگ مٹی کی طرح ہوگیا تھا۔

۵...... حافظ ذھبی ''تاریخ اسلام'' میں جلیل القدر تابعی حضرت عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جب مجھے کسی مہاجر صحابی کے حوالے سے کوئی حدیث پہنچتی تو اس حدیث کو ان سے سننے کے لئے ان کے گھر پر حاضر ہوتا، قیلولہ کر رہے ہوتے تو میں ان کے دروازے پر بیٹھ جاتا جب وہ باہر تشریف لاتے تو ان سے پوچھ لیا کرتا تھا۔

۶...... حضرت عاتکہ رحمۃ اللہ علیہا یعنی حماد بن ابی سلیمان کی بہن فرماتی ہیں: نعمان (امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) ہمارے گھر کے باہر ہماری روئی دُھنا کرتے تھے اور دودھ، سبزی اور سودا سلف بازار سے خرید لاتے تھے، جب کبھی کوئی مستفتی دروازے پر آتا اور مسئلہ دریافت کرتا تو اسے جواب دیتے، پھر سائل سے کہتے تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ، ابھی آتا ہوں۔ چنانچہ اپنے استاد حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تشریف لے جاتے اور کہتے کہ باہر ایک شخص آیا ہے اس نے مجھ سے یہ مسئلہ دریافت کیا ہے، میں نے اسے یہ جواب دیا ہے، آپ کی اس مسئلے میں کیا رائے ہے؟

حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے: یہ حدیث علماء نے بیان فرمائی اور ہمارے اصحاب کا ارشاد یہ ہے اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ پھر نعمان ان سے اجازت طلب کرتے کہ یہ بات آگے بیان کردوں ان کی اجازت کے بعد آگے روایت کر دیتے۔

۷...... امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''سنن'' میں جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کی ہے، فرماتے ہیں:

میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ رات کے وقت مکہ مکرمہ کا سفر کیا کرتا تھا، وہ مجھے احادیث بیان کرتے تو میں پالان کے اگلے حصہ پر ان کو لکھتا رہتا، جب صبح ہوتی تو ان کو کسی دوسری چیز پر نقل کر لیا کرتا تھا۔

۸...... ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: بیس سال تک عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ

علیہ کا بستر مسجد میں رہا، اسماعیل بن امیہ کہتے ہیں عطاء بہت خاموش رہا کرتے تھے، پھر جب کبھی بات کرتے تو خیال ہوتا کہ یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں فرشتے ان کی تائید کررہے ہیں۔

جب کہ آپ کا رنگ سیاہ، آنکھیں بھینگیں، اور ناک چپٹی تھی، آپ شل اور لنگڑے تھے، پھر نابینا بھی ہوگئے تھے، ان کے جسم میں چھ عیوب تھے۔

۹.....حضرت عبداللہ بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں صبح منہ اندھیرے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتا اوران سے دو تین یا چار مسئلے پوچھتا اس وقت ان کی طبعیت میں انشراح ہوتا تھا اور میں سحری کے وقت آتا۔ میں نے ایک مرتبہ ان کی چوکھٹ پر ٹیک لگائی تو مجھ پر نیند کا غلبہ ہوگیا اور میں سوگیا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مسجد جانے کے لئے نکلے اور مجھ کو پتہ ہی نہ چل سکا، مجھ کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی ایک سیاہ رنگ والی لونڈی نے ٹھوکر لگائی اور کہا کہ تمہارا آقا گھر سے نکل گیا ہے، وہ کبھی ایسے غافل نہیں ہوئے جیسا کہ آج تو غافل ہوگیا حالانکہ ان کی عمر ۴۹ برس ہے۔ بہت کم ہی ایسا ہوا ہوگا کہ انہوں نے عشاء کے وضو سے صبح کی نماز نہ پڑھی ہو میرے کثرت سے امام مالک کے پاس آنے کی وجہ سے لونڈی نے مجھے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا غلام سمجھ لیا تھا۔

ابن القاسم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے دروازے پر سترہ برس تک پڑا رہا اس عرصے میں، میں نے کوئی خرید وفروخت نہیں کی۔ جب میں ان کے پاس تھا، مصر کے حجاج کرام اور ایک نوجوان نقاب اوڑھے ہوئے داخل ہوئے، نوجوان نے امام مالک کو سلام کرنے کے بعد پوچھا کہ تم میں ابن القاسم ہے؟ کسی نے میری طرف اشارہ کردیا وہ میری طرف متوجہ ہوا اور میری آنکھوں کو بوسہ دینے لگا، مجھ کو اس سے اچھی خوشبو آئی وہ میرے بیٹے کی خوشبو تھی، وہ میرا بیٹا تھا۔

ابن القاسم رحمۃ اللہ علیہ اپنی بیوی حاملہ چھوڑ کر آئے تھے، ان کی بیوی ان کے چچا کی بیٹی تھی، ابن القاسم رحمۃ اللہ علیہ نے چوں کہ لمبے سفر کا ارادہ کرلیا تھا، اس لئے انہوں نے اپنی بیوی کو اختیار دے دیا تھا، لیکن انہوں نے ابن القاسم رحمۃ اللہ علیہ کے نکاح میں رہنے کو ترجیح دی۔

۱۰...... امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی سوانح میں آیا ہے قتیبہ بن سعید کہتے ہیں: امام وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ جب عشاء کی نماز پڑھ لیتے تو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ان کے ساتھ چلے جاتے اور ان کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے، امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ ان کو احادیث یاد کرواتے۔ امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ میں سے ہیں۔

ایک دن امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ نے دروازے کے دونوں چوکھٹ پکڑ کر کہا: ابوعبداللہ! میں چاہتا ہوں کہ تم کو حدیثِ سفیان سناؤں، انہوں نے عرض کیا فرمائیے! امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تم کو سفیان کی سلمہ بن کہل والی روایت یاد ہے؟ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہاں! یہ روایت مجھ کو یحییٰ نے بیان کی، پھر امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تم کو سلمہ کی فلاں فلاں حدیثیں یاد ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں مجھ کو یہ حدیثیں عبدالرحمٰن نے بیان کیں۔

پھر امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کیا تم کو سلمہ کی یہ یہ حدیثیں یاد ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں، یہ آپ نے مجھ کو بیان کی ہیں، یہاں تک کہ سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کی احادیث سے فارغ ہو گئے۔

پھر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کیا آپ کو سلمہ کی فلاں فلاں حدیث یاد ہے؟ امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ نے کہا نہیں، پھر امام احمد ان کو حدیث بتلاتے رہے اور امام وکیع فرماتے: نہیں مجھ کو یاد نہیں، یہ حضرات کھڑے رہے کہ اسی اثناء میں لونڈی آئی اور اس نے کہا کہ زہرہ ستارہ طلوع ہو گیا، یعنی صبح ہو گئی۔

۱۱...... عبدالرحمٰن بن ابی حاتم کہتے ہیں: میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں بغداد میں قتیبہ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس موجود تھا کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ان کے پاس آئے اور کچھ احادیث کے بارے میں ان سے پوچھا انہوں نے وہ احادیث بیان کیں، پھر ان کے پاس ابوبکر بن ابی شیبہ اور ابن نمیر رحمۃ اللہ علیہما رات کے وقت کوفہ میں آئے، میں بھی ان کے ساتھ ان کی مجلس میں حاضر ہوا، وہ اور میں صبح تک

ان سے منتخب احادیث کے بارے میں پوچھتے رہے۔

۱۲......ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی ''مناقب امام احمد بن حنبل'' میں آیا ہے کہ عبداللہ بن احمد بن حنبل کہتے ہیں، میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا:

بعض مرتبہ میں درسِ حدیث کے لئے صبح سویرے آنا چاہتا تو میری والدہ میرے کپڑے پکڑلیتیں اور فرماتیں کہ نہیں اذان ہو جانے دو، لوگوں کو صبح کر لینے دو اور کبھی صبح سویرے ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں چلا جاتا۔

ابنِ جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ صالح بن احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک شخص نے میرے والد کے پاس دوات جو انہوں نے اٹھائی ہوئی تھی دیکھی اور کہا کہ ابوعبداللہ! تم تو امام المسلمین ہو یہ تم کیا کام کر رہے ہو؟ یعنی سیاہی کی دوات اٹھائے پھر رہے ہو، تو انہوں نے جواب میں فرمایا:

مَعَ الْمِحْبَرَةِ اِلَى الْمَقْبَرَةِ

ترجمہ: دوات کے ساتھ قبر تک کا ساتھ ہے۔

عبداللہ بن محمد بغوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے سنا آپ فرمارہے تھے کہ میں علم کو طلب کرتا رہوں گا یہاں تک کہ قبر میں داخل ہو جاؤں۔

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ محمد بن اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں بغداد کے ایک سفر پر تھا کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ہم پر گزر ہوا، وہ دوڑے ہوئے جارہے تھے، اور ان کی جوتیاں ان کے ہاتھ میں تھیں، میرے والد نے ان کو کپڑے سے پکڑ کر کہا، عبداللہ! تم کو شرم نہیں آتی تم کب تک بچوں کی طرح دوڑتے رہو گے، انہوں نے فرمایا، موت تک۔

۱۳......عبدالرحمٰن بن یونس رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کو کہتے ہوئے سنا: جو حدیث کا طالب ہو وہ مفلس ہو جاتا ہے، میں نے اپنی والدہ کو سلفچی سات دینار میں فروخت کی، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی

کتاب ''العلل فی معرفۃ الرجال'' میں فرمایا: میں حکم بن عیینہ کے پاس اٹھارہ مہینے رہا، انہوں نے اپنے گھر کے پتھر بھی فروخت کر دیئے تھے۔

۱۴......امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی ''سیر اعلام النبلاء'' میں زید بن حباب کے احوال میں ہے کہ انہوں نے حصول علم کے لئے مشرق بعید، مرو، شاہجان سے سفر شروع کیا، مصر تک گئے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اندلس بھی گئے۔

ان سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی اور فرمایا کرتے تھے: وہ بہت دانا، صاحب حیثیت تھے، حدیث کے لئے انہوں نے مصر اور خراسان کے سفر کئے۔ ان سے زیادہ فقر پر صبر کرنے والا کوئی نہ تھا، میں نے ان سے کوفہ اور بغداد دونوں میں کتابت حدیث کی۔

۱۵......ابو الیمن علیمی رحمۃ اللہ علیہ نے ''المنہج الاحمد'' میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے احوال میں لکھا ہے:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ۱۹۷ھ میں صنعاء یمن گئے اور امام یحییٰ بن معین کو بھی اس سفر میں ساتھ لیا، امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب ہم عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کے پاس یمن کی طرف نکلے تو ہم نے حج کیا، میں طواف کر رہا تھا کہ دیکھا کہ امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ بھی طواف کر رہے ہیں، میں نے ان کو سلام کیا اور عرض کی: یہ آپ کا بھائی احمد بن حنبل ہے۔

انہوں نے کہا: اللہ اس کو زندہ سلامت رکھے اور ثابت قدم رکھے، ان کے تمام بہترین کام مجھ تک پہنچے ہیں، میں نے امام احمد کو فرمایا: اللہ نے ہمارا سفر کم کر دیا جن سے یمن میں جا کر ملنا تھا وہ یہیں مل گئے اور نفقہ بھی وافر کر دیا اور ایک مہینہ کے سفر سے ہم بچ گئے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ میں نے بغداد سے نکلتے وقت نیت کی تھی کہ میں صنعاء جا کر امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ سے سماع کروں گا، اس لئے میں اپنی نیت تبدیل نہیں کر سکتا، یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب ہم صنعاء کے لئے نکلا تو راستہ میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا خرچہ ختم ہو گیا، امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے

ان کو بہت سے درہم دینے چاہے لیکن امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے انکار کردیا، پھر انہوں نے فرمایا: اچھا قرض لے لو، انہوں نے قرض لینے سے بھی انکار کردیا، ہم نے اپنے خرچ سے ان کو کچھ دینا چاہا تو انہوں نے اس سے بھی انکار کردیا، ہم نے ان کی نگرانی شروع کی کہ گزارہ کس طرح کرتے ہیں، تو وہ مزدوری کی اجرت سے روزہ افطار کرتے تھے۔

۱۶...... قاضی ابن ابی یعلی رحمۃ اللہ علیہ نے ''طبقات الحنابلہ'' میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کے احوال میں لکھا ہے:

عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ شروع کیا تو ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور فرمایا کہ امام احمد ہمارے پاس (طلب علم کے لئے) دو سال سے کچھ کم عرصہ رہے اور اس اثناء میں ہم کو پتہ چلا کہ ان کا خرچ ختم ہو چکا ہے، میں نے ان کا ہاتھ پکڑا اور دروازے کے پیچھے کھڑا کردیا، وہاں ہمارے علاوہ دوسرا کوئی نہ تھا، میں نے ان کو کہا میرے پاس کبھی دینار جمع نہیں ہوئے، جب ہم اناج فروخت کرتے ہیں تو اس رقم کو کسی کام میں لگادیتے ہیں، خواتین کے پاس سے مجھے دس دینار مل گئے، ان کو آپ اپنی ضروریات میں صرف کردیں مجھے امید ہے کہ یہ ابھی آپ کے پاس ختم نہیں ہوئے ہوں گے کہ ہمارے پاس کوئی دوسری چیز تیار ہو جائے گی۔

کہتے ہیں کہ مجھ کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر مجھ کو لوگوں سے کچھ قبول کرنے کی عادت ہوتی تو میں ضرور آپ کا یہ مال قبول کرتا۔

☆...... ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اسحاق بن راہویہ سے نقل کیا، وہ کہتے ہیں: جب امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جانے کے لئے نکلے تو راستہ میں ان کا خرچ ختم ہو گیا، تو انہوں نے شتربانوں کے ساتھ مزدوری پر اپنے آپ کو لگادیا یہاں تک کہ صنعاء پہنچ گئے، ان کے کچھ احباب نے ان کی مدد کرنی چاہی لیکن انہوں نے قبول نہ کیا۔

☆...... حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ''البدایۃ والنھایۃ'' میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی ان سختیوں کا ذکر کیا ہے جو ان کو یمن کے سفر میں پیش آئیں، فرمایا:

امام احمد تحصیل علم کے لئے یمن میں مقیم ہوگئے، ایک دن ان کے بعض کپڑے گم ہوگئے تو انہوں نے اپنے گھر کے دروازے بند کردیئے اور اندر بیٹھ گئے، جب ان کے ساتھیوں نے ان کو غیر حاضر پایا تو ان کے گھر سے پوچھا، احوال معلوم ہو جانے کے بعد ان کی خدمت میں کچھ پیش کرنا چاہا، انہوں نے سوائے ایک دینار کے کچھ قبول نہ کیا، وہ بھی اس شرط پر کہ اس دینار کے بدلے ان کو کتاب لکھ دیں گے، احمد بن سنان واسطی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ امام احمد نے یمن سے جاتے وقت اپنی جوتیاں ایک نان بائی کو دے دی تھیں، ان روٹیوں کے عوض جو انہوں نے اس سے لی تھیں۔

۱۷......امام احمد بن حاتم الوراق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا: میں عسقلان آدم بن ابی ایاس کے پاس گیا، میرا سفر خرچ ختم ہوگیا یہاں تک کہ میں زمین کی گھاس پھونس کھانے لگ گیا تھا اور میں نے کسی کو اس کی خبر تک نہ کی، جب تیسرا دن ہوگیا تو ایک شخص آیا جس کو میں جانتا نہ تھا اس نے مجھ کو دینار کا ایک تھیلا دیا اور کہا اس کو اپنے اوپر خرچ کردو۔

۱۸......حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ''العبر'' میں اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ''تھذیب التھذیب'' میں حافظ یعقوب بن سفیان فارسی رحمۃ اللہ علیہ کے احوال میں لکھا ہے:

ابو اسحاق بن حمزہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ مجھ کو یعقوب بن سفیان نے کہا کہ میں تیس سال سفر میں رہا سفر کے دوران میرا سفر خرچ کم پڑ گیا، تو میں رات کو پابندی کے ساتھ کتابت کیا کرتا تھا اور دن کو پڑھا کرتا تھا۔

ایک رات میں چراغ کی روشنی میں بیٹھا لکھ رہا تھا، سردیوں کا موسم تھا میری آنکھوں میں پانی اتر آیا، مجھے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا، میں علم کے فوت ہونے اور شہر سے دور ہونے کی وجہ سے رونے لگا، مجھے اس حالت میں نیند آگئی۔ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ نے مجھ کو آواز دی: یعقوب تم کیوں رو رہے ہو؟

میں نے عرض کی حضرت میری نگاہ ختم ہوگئی ہے اور اس وجہ سے جو چیز مجھ سے

فوت ہورہی ہے اس کا مجھ کو افسوس ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میرے قریب ہو جاؤ، میں آپ ﷺ کے قریب ہوگیا، آپ ﷺ نے میری آنکھ پر دست مبارک پھیرا جیسے کچھ پڑھ رہے ہوں، پھر میں جاگ گیا اور وہ نسخہ لے کر لکھنا شروع کر دیا۔

۱۹...... حافظ ذہبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں حافظ امام جوال حسن بن علی رحمۃ اللہ علیہ کے احوال میں لکھا ہے:

میں عسقلان میں سماع حدیث کرتا تھا کہ مجھ کو نفقہ کی تنگی ہوگئی، کئی دن میں بغیر کھائے پئے رہا، میں لکھنے بیٹھا تو اس سے بھی عاجز رہا لکھ نہ سکا، میں ایک نان بائی کی دکان پر گیا اور قریب بیٹھ گیا تاکہ روٹی کی خوشبو سے قوت حاصل کرلوں پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فتوحات کے دروازے کھول دیئے۔

۲۰...... حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے تحصیل علم میں بے حد محنتیں اٹھائی تھیں، تفصیلات کے لئے تو سوانح عمری کا مطالعہ کیا جائے یہاں نمونے کے لئے ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی آپ بیتی میں تحریر فرماتے ہیں:

حضرت اقدس مولانا الحاج شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری نور اللہ مرقدہ نے اپنی طالب علمی کے واقعات بہت ہی کثرت سے سنائے، یہ ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ سردی میں کوئی کپڑا سردی کا نہیں تھا کسی سے اظہار کو غیرت مانع تھی، اس کی انتہائی کوشش میں رہتا تھا کہ کسی کو خبر نہ ہو۔

جب تک مسجد کے کواڑ کھلے رہتے حمام کے سامنے سینکنے کے بہانے سے بیٹھا رہتا، اور جب سب چلے جاتے تو مسجد کے اندر زنجیر لگا کر مسجد کی ایک صف کے ایک کونے پر لیٹ کر کروٹیں بدلتا ہوا دوسرے کونے تک پہنچ جاتا، وہی صف اوڑھنا بچھونا بن جاتی تھی، سر اور پاؤں کی طرف سے خوب ہوا لگتی رہتی تھی تہجد کے وقت اسی طرح کروٹیں بدلتا ہوا دوسری جانب آجاتا صف بچھ جاتی۔

☆...... حضرت شاہ عبدالقادر صاحب نور اللہ مرقدہ نے سہارنپور کے دور

طالب علمی کے بارے میں فرمایا:

مدرسہ کے اندر اس وقت مطبخ تک قائم نہیں ہوا تھا، طلبہ کو وظیفہ ملا کرتا تھا، دارالطلبہ بھی نہیں بنا تھا، اس لئے طلبہ کا قیام مساجد میں رہتا تھا، حضرت فرمایا کرتے تھے کہ ایک مسجد میں ہم پانچ آدمیوں کا قیام تھا، ایک طالب علم امام تھا، ان کا کھانا محلہ سے آتا تھا اور دو کا وظیفہ مدرسہ سے تھا، اسباق سے فارغ ہونے کے بعد وہ اپنی روٹی خود پکایا کرتے تھے کبھی دال بھی پکالی ورنہ چٹنی، تین آدمیوں کا کھانا ہم پانچ آدمی کھایا کرتے تھے۔ (آپ بیتی، ج ا ص ۴۲)

اللہ تعالیٰ اکابرین کے ان واقعات کی برکت سے ہمارے اندر بھی علم کے حصول کا شوق پیدا فرمائے اور اس کی خوب محنت اور کوشش کرنے کی توفیق بھی عطا فرمائے۔

حصول علم کے شوق میں مجرد زندگی گزارنا

نکاح کرنا اسلام کے احکام میں ایک حکم ہے اور اس کو اختیار کرنے کی تاکید کی گئی ہے انسان کی سیرت اور سلوک، عفت اور پاک دامنی، دین کے کمال، استقرار نفس اور دل جمعی پر اس کے پاکیزہ اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اور اس امر کا داعیہ انسانی فطرت میں طبعی طور پر موجود ہے، اسی فطری داعیہ کی وجہ سے انسان اس کی طرف سعی کرتا ہے۔ انسان کی زندگانی کی حاجات اصلیہ کا یہ ایک انتہائی اہم حصہ ہے، انسان کی ذات کی تکمیل، اولاد کی نشو ونما نوع انسانی اور بقاء نسل اور اس جہاں کی تعمیر وترقی کے لئے یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔

اسلام نے بھی اس شخص کے لئے جس کو اپنے بارے میں گناہ اور زنا میں پڑنے کا اندیشہ ہو، نکاح کرنے کی سخت تاکید کی ہے۔ بعض فقہاء نے اس کو عبادات کی قسم میں شمار کیا ہے، اس لئے نسل صالح کا وجود اور بقاء اس پر موقوف اور مرتب ہے، آباء واجداد سے اسلام قبول کرنا، سیکھنا اور اولاد تک پہنچانا بھی اس سے متعلق ہے اور سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا، یہاں تک کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ زمین اور جو کچھ اس کے اوپر ہے اس کے تنہا وارث

ہوجائیں گے۔

انسان کی طبعی شہوت جب کسی غیر شادی شدہ شخص میں بیدار ہوجاتی ہے تو اس کی فکراور رائے پراگندہ اور متفرق ہوجاتی ہے اور کبھی انسان جادۂ مستقیم سے بھی ہٹ جاتا ہے اور یہ کیفیت اس کو اہانت اور ہلاکت کے گڑھے میں گرنے کے قریب کردیتی ہے۔

اسی وجہ سے نکاح ایک مشروع اور اساسی حکم ہے، اس کے بغیر رہنا انسان کے لئے مشکل ہوجاتا ہے، سوائے اس شوق کے جو انسان پر غالب اور اس کے دل کا روگ ہو یا کسی اعلیٰ درجہ کی چیز کے ساتھ اس کا تعلق ہو جو اس کے نفس پر غالب ہو کہ اس چیز کا اس کے ساتھ تعلق نکاح کے تعلق سے فائق ہو اور دل ودماغ پر اس کا قبضہ اور تعلق روز بروز بڑھتا جاتا ہو، جیسا کہ علماء کا تعلق علم کے ساتھ یا بعض مجاہدین کا تعلق جہاد کے ساتھ ہوتا ہے، یا جیسے بلند ہمت اولوالعزم لوگوں کی نظر میں بلندی کے حصول کا شوق ہوتا ہے۔

مجرد زندگی اختیار کرنا انسانی زندگی کا ایک سخت ترین عمل ہے، جس سے انسانی روح مفتوح ہوسکتی ہے، سکون نفس تباہ ہوسکتا ہے اور اس کو اپنے کنوارے پن کی وجہ سے کھانے پینے، صفائی ستھرائی، گھر کی خدمت کی مشقت بھی خود برداشت کرنا پڑتی ہے اور اس کے سبب سے بیماری لاحق ہوجانے کی صورت میں یہ کسی عورت کی مہربانی اور خدمت سے بھی محروم ہوتا ہے اور بڑھاپے میں اولاد کی خدمت سے بھی محرومی رہتی ہے۔ یہ تہہ بہ تہہ شدائد ومصائب ہیں جن کو صرف وہ شخص برداشت کرسکتا ہے جس کی نظر میں اس پر صبر آسان ہو۔

علماء مجرد زندگی گزارنے پر کیوں آمادہ ہوئے؟

علماء کے اس باب سے متعلق احوال نقل کرنے سے پہلے میں بہتر سمجھتا ہوں کہ اختصار کے ساتھ اس سبب کی طرف اشارہ کردوں، جس نے ان علماء کو مجرد زندگی گزارنے پر آمادہ کیا، جب کہ ان کو نکاح کے احکام اور اس کی فضیلت، مجرد زندگی کے خطرات اور مشکلات کا علم تھا اور بالخصوص کوئی ایسی صریح نص بھی وارد نہیں ہے جو مجرد

زندگی گزارنے پر آمادہ کرے یا اس کی تائید ہو، تو وہ کون سی چیز ہے جس نے ان کو مجرد زندگی گزارنے پر آمادہ کیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ان علماء کا انفرادی مسلک تھا جو انہوں نے اپنی خاص بصیرت سے اختیار کیا، ان کی نظر میں خیرِ علم خیرِ ازدواج پر غالب تھی، لہٰذا انہوں نے اپنے ایک مطلوب کو دوسرے مطلوب پر مقدم کیا اور اپنے اس مسلک کی طرف لوگوں میں سے کسی کو انہوں نے دعوت نہیں دی۔ اور نہ انہوں نے لوگوں کو یہ کہا کہ علم کے لئے تجرد کی زندگی شادی سے بہتر ہے اور نہ کبھی یہ کہا کہ جو طرزِ زندگی ہمارا ہے یہ بہتر ہے تمہارے طرزِ زندگی سے۔

اب میں ان علماء کے احوال نقل کرنا چاہتا ہوں، جنہوں نے تنہائی کی زندگی کو شادی پر ترجیح دی تاکہ بہت سارے لوگوں کے لئے یہ بطور نمونہ کے ہو جائیں، جنہوں نے اپنی لذت نفس کو قربان کر کے غیروں کو نفع پہنچایا۔ اللہ ان سے راضی ہو جائے اور ان کے ساتھ ایسا بھلائی والا معاملہ کرے، جو انہوں نے علم اور اہل علم کے ساتھ کیا، ان احوال کے نقل کرنے کو کنوارے پن کی زندگی کی طرف دعوت نہ سمجھا جائے۔

جن مجرد زندگی گزارنے والے علماء کے احوال میں نقل کرنے چاہتا ہوں، اس میں میں نے یہ اہتمام کیا ہے کہ میں ان حضرات کی سوانح بیان کروں جن کی سیرت قابل توجہ، سبق آموز اور لائق اقتداء ہو اور یہ کہ ان کی حیات علمی اور حیات سلوکی برانگیختہ کرنے والی اور جوش دلانے والی ہو، فضائل ومآثر کے انواع سے پُر ہو اور وہ اپنے پڑھنے والے کی شخصیت میں علم کی چنگاری پیدا کرے اور اس کو صلاح وتقویٰ کی جانب کھینچ لائے۔

اور آج کے طالب علم ان حضرات کے احوال میں علم کی قدر ومنزلت اور ان حضرات کی نظر میں علم کے اعلیٰ مقام ہونے کا مشاہدہ بھی کر لیں، کہ یہ وہ علماء ہیں جنہوں نے اپنے نفس کو عورت کے انس اور نفع حاصل کرنے سے زندگی بھر کے لئے محروم کئے رکھا، صرف اس لئے کہ وہ علم کو حاصل کریں اور علم میں ترقی کریں اور علم کی خدمت کریں اور اپنے بعد آنے والوں کو یہ بات پہنچائیں کہ انہوں نے عورت، اولاد اور نسل کے حصول پر ہم لوگوں کو ترجیح دی۔

اللہ ان کو علم، اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے بہترین جزادے اور اپنے جوار رحمت میں سے ان کی عزت افزائی فرمائے اور حورعین ان کو بطور بدلہ کے عنایت فرمائے اور ان کا مقام انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ کردے۔

ا۔ حضرت امام یونس بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ

قاضی ابن خلکان نے ''وفیات الاعیان'' میں ان کے احوال میں لکھا ہے:

ان کی ولادت ۹۰ھ اور وفات ۱۸۲ھ میں ہوئی انہوں نے علم ادب ابوعمرو بن العلاء اور حماد بن سلمہ سے حاصل کیا، علم نحو کے ساتھ ان کو خصوصی مناسبت تھی، انہوں نے عرب سے سماع کیا، سیبویہ نے ان سے بکثرت روایت کی ہے، فراء اور کسائی نے ان سے سماع کیا، بصرہ میں ان کے حلقہ میں عرب اور اہل بادیہ کے فصحاء اور ادباء آیا کرتے تھے۔

معمر بن مثنیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں چالیس برس تک یونس بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں جایا کرتا تھا اور میں روزانہ ان کے حفظ سے اپنی تختیاں بھرا کرتا تھا۔

ابوزید انصاری رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ میں یونس بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں دس سال بیٹھا ہوں اور مجھ سے پہلے خلف الاحمر دس سال بیٹھے تھے۔

اسحاق بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یونس بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ ۸۸ سال زندہ رہے، وہ نہ تو مال دار ہوئے اور نہ ہی انہوں نے شادی کی، ان کا طلب علم اور لوگوں کے ساتھ علمی گفتگو کے علاوہ کوئی دوسرا مشغلہ نہ تھا۔ ان کی تصانیف میں اہم ترین کتابیں معانی القرآن الکریم، کتاب اللغات، کتاب الامثال، کتاب النوادر الصغیر، کتاب النوادر الکبیر اور معانی الشعر ہیں۔

۲۔ حضرت امام بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ

۱۵۰ھ میں آپ ''مرو'' میں پیدا ہوئے پھر بغداد آئے اور اسی کو اپنا مسکن بنا اور وہیں سماع حدیث کیا، بغداد اور دوسری جگہوں کے کثیر شیوخ سے آپ نے اخذ حدیث کیا، ان کے شیوخ میں حماد بن زید، عبداللہ بن مبارک، عبدالرحمٰن بن مہدی

مالک بن انس، ابوبکر بن عیاش، فضیل بن عیاض رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہم شامل ہیں۔

اکابر ائمہ کی ایک جماعت نے ان سے سماع کیا، ان میں امام احمد بن حنبل، ابراہیم حربی، زہیر بن حرب، سری سقطی، عباس بن عبدالعظیم، محمد بن خاتم رحمہم اللہ تعالیٰ شامل ہیں۔

احمد بن ماہان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے ورع کی بابت ایک مسئلہ پوچھا گیا تو فرمایا:

استغفر اللہ، مجھ کو ورع کے بارے میں بات کرنا زیب نہیں دیتا جب کہ میں بغداد کا اناج کھاتا ہوں، اگر بشر بن حارث ہوتے تو وہ اس قابل تھے کہ تم کو جواب دیتے، وہ بغداد اور عراق کے دیہاتیوں کا اناج نہیں کھایا کرتے تھے۔

حسن بن لیث رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو کہا گیا کہ بشر بن حارث رحمہ اللہ تعالیٰ آپ کے پاس آنا چاہتے ہیں تو فرمایا: شیخ کو تکلیف مت دو ہم ان کے پاس جانے کے زیادہ حق دار ہیں۔

ابوبکر مروزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے ابو عبداللہ کو بشر بن حارث کا ذکر کرتے ہوئے سنا کہ ان میں ایک انس ومحبت ہے حالانکہ میں نے کبھی ان سے بات نہیں کی۔

عبدالفتاح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ صرف ان کی مجلس میں بیٹھنے اور ان کا دیدار اور مجلس کی خوشبو سونگھنے پر اکتفاء کرتے تھے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: بشر نے جو راستہ اختیار کیا اس پر حاوی ہو گئے اس لئے کہ وہ تنہا تھے اور عیال دار نہ تھے، عیال دار شخص تنہا کی طرح نہیں ہوسکتا اگر میری یہ حالت ہوتی تو میں ہرگز پرواہ نہ کرتا کہ میں کیا کھا رہا ہوں اگر لوگ شادی کرنا چھوڑ دیں تو کون دشمن کا دفاع کرے گا، بچے کا باپ کے سامنے رونا اور باپ کو فکر مند کرنا اور باپ سے روٹی طلب کرنا، یہ اس کام سے بہتر ہے، اس کے ساتھ تنہا زندگی گزارنے والا عابد کہاں مل سکتا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو جب ان کی موت کی خبر ہوئی تو فرمایا: اللہ ان پر رحم فرمائے خود تو فوت ہو گئے، مگر دنیا میں سوائے عامر بن قیس کے اپنا کوئی نظیر نہیں چھوڑا،

اگر یہ شادی کر لیتے تو ان کا معاملہ مکمل ہو جاتا اور اپنے بعد اپنا مثل چھوڑ کر نہ جاتے۔

محمد بن مثنیٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو کہا کہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ کس شخص کے بارے میں؟ میں نے کہا کہ بشر کے بارے میں۔ فرمایا: میرے نزدیک ان کی مثال ایسی ہے جیسا کہ ایک شخص نے زمین میں نیزہ گاڑھ لیا ہو اور پھر اس کی نوک پر بیٹھ گیا ہو، تو کیا اس نے کسی دوسری کے بیٹھنے کے لئے جگہ چھوڑ دی۔

زہیر بن ابی سلمی رحمۃ اللہ علیہ امام بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہتے ہیں ان کے بعد ایک قوم نے ان کو پانے کی سعی کی، لیکن وہ نہ ان کو پاسکے اور نہ ہی ان کے قریب پہنچ سکے اور نہ واپس اپنی جگہ پر آسکے۔

عبدالفتاح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: امام بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ابراہیم حربی ان کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تشبیہ دیتے تھے، اور ان کی تعریف میں فرماتے۔ بغداد نے ان سے زیادہ کامل عقل اور زبان کی حفاظت کرنے والا شخص پیدا نہیں کیا، ان سے کبھی مسلمان کی غیبت نہیں سنی گئی، گویا کہ اس کے ہر بال میں عقل ہے اگر ان کی عقل کو اہلِ بغداد پر تقسیم کر دیا جاتا تو تمام اہلِ بغداد عقل مند ہو جاتے، اور ان کی عقل میں کوئی کمی نہ آتی۔

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: بشر بن حارث رحمۃ اللہ علیہ اپنے ہم عصروں سے ورع اور زہد میں فائق تھے اور حسنِ طریقت، استقامت مذہب اور نفس سے بے رغبتی میں منفرد تھے۔ آپ بہت احادیث کو جاننے والے تھے۔

حافظ دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بشر بن حارث زہد کے پہاڑ تھے صحیح حدیث ہی کی روایت کیا کرتے تھے اور بعض مرتبہ جس سے روایت کرتے اس کو آزمائش میں مبتلا کر دیا کرتے تھے۔

۳۔ حضرت امام محمد بن جریری رحمۃ اللہ علیہ

ان مجددین میں حضرت امام طبری رحمۃ اللہ علیہ طبرستان کے ''آمل'' شہر میں

۲۲۴ھ میں پیدا ہوئے، سات سال کی عمر میں قرآن حفظ کیا، کتابت حدیث نو سال کی عمر میں شروع کی۔

امام نافع رحمۃ اللہ علیہ کی طرف انہوں نے طلب علم کا سفر بارہ سال کی عمر میں کیا۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ۲۶۱ھ میں واپس آئے، امام احمد سے ان کی ملاقات نہ ہوسکی علماء کی ملاقات اور تحصیل کے لئے انہوں نے اقالیم اسلام کا طواف کیا، آپ نے خراسان، عراق، شام اور مصر کے چکر لگائے پھر بغداد کو وطن بنالیا اور وفات تک وہاں ہی قیام فرمایا وہ منصب امامت پر آغاز جوانی میں فائز ہوگئے اور اپنے زمانے کے امام بن گئے۔

حافظ ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے بارے میں کہا:

وہ ائمہ علماء میں سے ایک تھے، ان کے قول پر فیصلہ کیا جاتا تھا اور ان کی رائے کی طرف رجوع کیا جاتا تھا بوجہ ان کی معرفت اور فضل کے، انہوں نے ایسا علم جمع کیا تھا، جس میں ان کا کوئی شریک نہ تھا۔ وہ کتاب اللہ کے حافظ اور قرائتوں کے عارف، احکام کے فقیہ اور معانی کی بصیرت رکھنے والے تھے، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین وتابعین اور بعد میں آنے والوں کے آثار کی معرفت رکھنے والے تھے، حرام وحلال میں لوگوں کے احوال واخبار کے عارف تھے۔

ان کی مشہور تفسیر ''جامعُ البیان عن وجوہ القرآن '' ہے اس جیسی تفسیر نہیں لکھی گئی ہے، تاریخ میں ان کی مشہور کتاب 'تاریخ الرسل والانبیاء والملوک والامم '' ہے اور'' تھذیب الاثار وتفصیل الثابت عن رسول اللہ ﷺ من الاخبار '' ہے۔

میں نے اس باب میں اس کے علاوہ کوئی کتاب نہیں دیکھی، لیکن وہ اس کو مکمل نہ کرسکے، اصول فقہ اور فروع میں ان کی بہت سی کتب ہیں، فقہاء کے مختار اقوال میں بھی ان کی کتب ہیں، کچھ مسائل میں ان کا تفرد ہے جو میں نے ان سے حفظ کئے ہیں۔

امام ابوحامد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: تفسیر ابن جریر کے حصول کے لئے اگر کسی کو

چین کا سفر کرنا پڑ جائے تو یہ زیادہ نہیں ہے۔

امام ابو بکر خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: میں نے اس کے اول آخر کو دیکھا ہے، روئے زمین پر مجھ کو ابن جریر سے بڑا کوئی عالم نظر نہیں آیا۔

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے سمسمی کو بیان کرتے ہوئے سنا: ابن جریر چالیس سال تک روزانہ چالیس ورقے لکھا کرتے تھے۔

ابو محمد عبد اللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الصلۃ'' میں کہا ہے کہ ان کے شاگردوں نے ان کی زندگی کے تمام دنوں کا حساب لگایا بلوغ سے وفات تک وہ ۸۶ سال کے تھے، پھر ان کی زندگی کے ایام پر ان کی مصنفات کے اوراق تقسیم کیے تو ہر دن چودہ ورق تقسیم ہوئے۔

آپ دانا اور اہل دنیا سے کنارہ کش تھے اور اپنے آپ کو ان چیزوں کے تقاضوں سے بہت بلند و بالا رکھتے تھے اور آپ اس قاری کی طرح تھے جو قرآن کے علاوہ کسی چیز کو نہ جانتا ہو، اور اس محدث کی طرح تھے جو سوائے حدیث کے کسی چیز کو نہ جانتا ہو اور اس حاسب کی طرح تھے جو حساب کے علاوہ کسی چیز کو نہ جانتا ہو۔

آپ ظاہر میں بہت عقل مند اور ہوشیار تھے، باطن میں بہت صاف ستھرے تھے ہم مجلسوں کے ساتھ حسن معاشر کرنے والے تھے، اپنے اصحاب کی خبر گیری رکھنے والے تھے اور تمام احوال میں نہایت ہی مہذب تھے۔

اپنے بعض احباب کے ساتھ صحراء میں تشریف لے جاتے اور وہاں کھانا تناول فرماتے، مجلس کے بعد جو وہ اپنے گھر میں داخل ہوتے تو بوجہ تصانیف میں مشغولیت کے کسی کو اندر آنے کی اجازت نہیں ہوا کرتی تھی۔

ابو بکر بن کامل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: آپ ہر علم سے بھرپور تھے، وہ اخلاق جو اہل علم کے شایان شان نہ ہوتے وہ ان سے دور رہنے والے تھے، وہ ان اخلاق کو پسند نہیں کرتے تھے جو برے ہوتے اگرچہ وہ مرجاتے، تمام احوال میں سچائی کو پسند فرماتے۔

استاد محمد علی کرد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ان سے یہ بات بھی منقول نہیں کہ انہوں

نے کبھی اپنی زندگی کا ایک لمحہ بھی ضائع کیا ہو سوائے افادہ یا استفادہ کے۔

معافی بن زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے: وہ امام طبری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ان کی موت سے تھوڑی دیر قبل موجود تھے، ان کے سامنے جعفر بن محمد کی ایک دعا کا ذکر کیا گیا، تو انہوں نے کاغذ اور دوات منگوا کر اس کو لکھ لیا ان کو کہا گیا کہ اس حالت میں بھی تو فرمایا کہ انسان کو چاہیے کہ وہ علم کے اقتباس کو مرتے دم تک نہ چھوڑے۔

۴۔ امام محمد بن قاسم بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

وہ نحو اور ادب میں سب سے بڑے عالم تھے اور یہ علوم ان کو سب سے زیادہ یاد تھے، اپنے زمانہ کے علماء کے جم غفیر سے انہوں نے سماع کیا اور اسی کثرت کی وجہ سے ان سے بھی سماع کیا گیا، انہوں نے بہت سی کتب علوم القرآن، غریب الحدیث، مشکل الحدیث، وقف اور ابتداء میں تصنیف کیں۔ ان کو ایک سو بیس تفاسیر اسناد کے ساتھ یاد تھیں۔

اور ان کو تین لاکھ سے زیادہ اشعار یاد تھے، قرآن کریم کے علوم پر یہ ان سے استشہاد کیا کرتے تھے، بغیر کتاب کے وہ اپنی یاد سے املاء کر دیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ بیمار ہوئے تو ان کے ساتھی عیادت کے لئے گئے، انہوں نے ان کے والد کو دیکھا کہ وہ بہت ہی پریشانی کا اظہار کر رہے ہیں تو انہوں نے ان کے والد کو تسلی دی، ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ کی عافیت کے بارے میں انہوں نے کہا کہ میں پریشانی کا اظہار کیوں نہ کروں کہ یہ جو کچھ تم دیکھ رہے ہو یہ سب کچھ اس نے حفظ کیا ہے اور ایک مٹکے کی طرف اشارہ کیا جو کتب سے بھرا پڑا تھا۔

محمد بن اسحاق ندیم نے اپنی کتاب میں لکھا ہے: یہ اپنے والد سے افضل اور بڑے عالم تھے، انتہائی ذکی، فطین اچھی طبیعت والے اور سریع الحفظ تھے، اس کے ساتھ ساتھ وہ حاضر جوابی میں ضرب المثل تھے۔

ابوالحسن عروضی نے بیان کیا کہ میں اور امام ابوبکر انباری خلیفہ راضی باللہ کے ہاں کھانے پر جمع تھے، ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ نے باورچی کو اپنے کھانے کے بارے میں بتا دیا تھا کہ وہ ان کیلئے اونٹ کا خشک گوشت بنائے ہم نے کھانوں کے مختلف انواع واقسام تناول

کئے اور وہ اسی خشک گوشت کے ساتھ لگے رہے، جب ہم فارغ ہوگئے تو عمدہ قسم کا حلوہ لایا گیا، لیکن انہوں نے اس کو چکھا تک نہیں، پھر ہم تمام، عمدہ قسم کے بستروں میں سونے کے لئے اٹھے، ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ اس عمدہ بستر پر نہیں بلکہ اس کے سامنے نیچے سو گئے اور ہم ان بستروں پر اوپر سو گئے۔

جب عصر کے بعد وقت ہوا تو انہوں نے غلام کو کہا کہ اپنا کام کرو، غلام مشک سے پانی لایا، انہوں نے برف کا ٹھنڈا پانی چھوڑ دیا، مجھ پر یہ معاملہ سخت گراں گزرا امیر المومنین نے مجھ کو اپنی مجلس میں حاضر ہونے کا حکم دیا اور پوچھا ماجرا کیا ہے؟ میں نے کہا کہ اس شخص نے اپنے نفس کے لئے جو نظام مرتب کیا ہے وہ انتہائی مجاہدہ والا ہے۔ یہ اپنے نفس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے اور اسے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ امیر المومنین ہنس پڑے اور کہا کہ اس میں لذت ہے اب انہیں اس کی عادت ہو چکی ہے اور انہیں اس سے الفت ہو چکی ہے، انہیں تکلیف نہیں ہوتی۔

پھر میں نے ان کو کہا کہ ابوبکر تم یہ اپنا کیا حشر کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا: میں اپنے حفظ اور اپنے آپ کو باقی رکھنا چاہتا ہوں میں نے کہا کہ لوگ تمہارے حفظ کو بہت سمجھتے ہیں تم اور کیا حفظ کرنا چاہتے ہو؟

انہوں نے کہا: میں تیرہ صندوق اور حفظ کرنا چاہتا ہوں، محمد بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ مقدار ان سے پہلے اور ان کے بعد کسی نے حفظ نہیں کی۔

وہ کھجوریں اٹھا کر سونگھتے، پھر کہتے کہ تم بہت اچھی چیز ہو لیکن تم سے بھی زیادہ پاکیزہ اور اچھا علم کا حفظ کرنا ہے جو اللہ نے مجھ کو عطا کیا، جب مرض الموت میں بیمار ہوئے تو جس چیز کو دل نے چاہا وہ انہوں نے کھائی اور کہا کہ یہ بھی مرض الموت ہی ہے۔ انہوں نے مرتے دم تک شادی نہیں کی۔

۵۔ امام ابوعلی فارسی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت ملک فارس کے شہر ''فسا'' میں ہوئی اس نسبت کی وجہ سے آپ کو فارسی اور فسوی کہا جاتا ہے انہوں نے علم حاصل کیا، پھر ۳۰۷ھ میں بغداد چلے گئے اور وہیں

مقیم ہو گئے۔

پھر وہ مختلف شہروں میں گئے ملک شام میں داخل ہوئے، حلب، طرابلس اور معرۃ النعمان گئے، ۳۴۱ھ میں امیر سیف الدولہ بن حمدان کے پاس تقریباً سات سال رہے، مشہور شاعر ابوالطیب متنبی اور ان کے درمیان کئی سال مجالس منعقد ہوئیں، ابن خالویہ کے ساتھ حلب میں خصومت کی وجہ سے یہ آزمائش میں بھی مبتلاء ہوئے، ابن خالویہ سیف الدولہ کے خواص اور قریبی لوگوں میں سے تھے ابو علی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب جی بھر کر تعریف کی ہے، ان کے علوم اور معارف کے اقتباسات نقل کئے اور اتنے نقل کئے کہ قریب تھا کہ ان کے علم کا احاطہ کر لیتے انہوں نے ان کی مجرد زندگی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ تعلیم وتالیف اور قواعد کی تحصیل وتاسیس کی وجہ سے بیوی بچوں سے خالی رہے۔

یہاں صرف ان پانچ علماء کے تذکرہ پر اکتفا کیا جاتا ہے جنہوں نے علم کو شادی پر ترجیح دی۔

سبق کی پابندی

طالب علم کو چاہیئے کہ سبق کا ناغہ نہ کرے، اس سے بے برکتی ہوتی ہے۔ بسا اوقات اس ناقدری کا نتیجہ علم سے محرومی کا سبب ہو جاتا ہے۔ بزرگان دین سبق کی کیسے پابندی کرتے تھے، اس بارے میں چند سبق آموز واقعات، جس میں ہم جیسے طالب علموں کے لئے نصیحتیں ہیں ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ قفطی کی ''ابناء الرواۃ علی ابناء النحاۃ'' میں عبداللہ بن حمود رحمۃ اللہ علیہ جو اندلس (اسپین) کو واپس لوٹتے ہوئے ۳۷۲ھ میں دریا میں ڈوب کر شہید ہوئے کے بارے میں آیا ہے۔

ایک دن ابو علی اندھیرے میں مسجد کی طرف نماز کے لئے جارہے تھے کہ اچانک ان کے جانوروں کے چارہ رکھنے والے کمرے سے یہ (عبداللہ) نکلے، ان کے جانوروں کے چارہ رکھنے کی جگہ باہر تھی، عبداللہ نے رات اس میں گزاردی تاکہ

دوسرے طلبہ سے سبقت لے جاتے ہوئے ان سے پہلے رات ہی میں سبق کے لئے حاضر ہو جائیں، جب وہ اچانک نکلے تو یہ گھبرا گئے، اور کہا تو کون ہے؟ انہوں نے کہا میں عبداللہ ہوں، ابوعلی نے کہا تم کب تک میرے پیچھے لگے رہو گے، تو جواب دیا کہ زمین کے اوپر میں آپ سے الگ نہیں ہوں گا۔

۲۔ شیخ ابوعلی نے کہا کہ میرے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا تھا جس کے نشان میرے جسم پر قبر تک جائیں گے، پھر فرمایا کہ میں حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ رات کے آخری حصہ میں ان کی مجلس کی طرف گیا تا کہ ان کے قریب بیٹھنے کی جگہ حاصل کرلوں، جب میں اس پھاٹک پر پہنچا جس سے ان کی مجلس میں داخل ہوتا تھا وہ بند تھا اور اس کا کھولنا میرے لئے دشوار تھا، میں نے کہا سبحان اللہ! میں اتنا جلدی آؤں اور ان کی مجلس میں نہ جا سکوں۔

میں ان کے گھر کے پاس زیر زمین سرنگ میں گھس گیا، جب میں اس کے درمیان پہنچا تو وہ مجھ پر تنگ ہوگئی کہ نہ تو مجھ کو نکلنے کی قدرت رہی اور نہ کھڑے ہونے کی، پس میں زور لگاتا ہوا گھستا چلا گیا، میں نے زبردستی پار تو کرلیا لیکن میرے کپڑے پھٹ گئے اور میں اس سرنگ کے تنگ ہونے سے نکل گیا اور اسی حالت میں شیخ کی مجلس میں پہنچ گیا۔

انہوں نے فرمایا تو کہاں تھا میں نے پیش آمدہ واقعہ بیان کیا تو انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

دبیت للمجد و الساعون قد بلغوا جهد النفوس و القوا دونه الازرا

ترجمہ: میں بلند مرتبہ کے حصول کے لئے آہستہ چلا، اور تیزی کرنے والوں نے اپنے آپ کو تھکا دیا اور بلند مقام تک رسائی سے پہلے ہی اپنی قوت ختم کردی۔

قابدوا المجد حتی ملّ اکثرهم و عانق المجد من اوفی و من صبر

ترجمہ: انہوں نے مشقت سے فضلیت اور مقام حاصل کرنا چاہا یہاں تک کہ ان کی اکثریت تھک گئی، مقام اور مرتبہ اس کو حاصل

ہوا جس نے پورا کیا اور صبر کیا۔

لا تحسب المجد تمراً انت آکله　　　لن تبلغ المجد حتی تلعق الصبرا

ترجمہ: بلند مقام کوئی کھجور کا دانہ نہیں کہ تم اسے کھالو، بلند مقام کو اس وقت تک نہیں پہنچ سکتے جب تک تم ایلوانہ نگلو۔

۳۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ قاضی القضاۃ، فقیہ، مجتہد، محدث سب ہی کچھ تھے، ان کی امامت اور جلالت شان مسلم ہے، جن کو اللہ تعالیٰ نے بیک وقت علم واقتدار سے نوازا تھا ان کی ابتدائی زندگی انتہائی معمولی اور بے بسی کی تھی پھر وہ ان مقامات ہائے فزوں تر تک کیسے پہنچے، اس کی وجہ سبق کی پابندی، انتھک محنت، جدوجہد اور بلند ہمتی ہے۔

ابراہیم بن جراح کہتے ہیں میں نے قاضی ابو یوسف سے خود سنا:

ہم نے بھی طلب علم کیا اور ہمارے ساتھ اتنے لوگوں نے طلب علم کیا کہ شمار نہیں کر سکتے مگر علم سے نفع صرف اسی شخص نے حاصل کیا جس کے قلب کو دودھ نے رنگ دیا تھا۔

مراد ان کی یہ تھی کہ طالب علمی کے وقت امام ابو یوسف کے گھر والے ان کے لیے روٹی دودھ میں ڈال کر دیا کرتے تھے قاضی ابو یوسف وہی صبح کے وقت کھا کر حلقہ درس میں پہنچ جاتے اور پھر واپس آ کر وہی کھا لیتے اور کسی عمدہ کھانے پکانے کا انتظار کرنے میں وقت ضائع نہیں کرتے تھے، جبکہ دوسرے لوگ عمدہ کھانے اور غذائیں تیار کرنے اور کھانے میں مشغول ہو کر سبق کے کچھ حصہ سے محروم رہ جاتے تھے۔ (کشکول ص ۱۴۲)

اسی طرح آپ کے حالات میں لکھا ہے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک مدت تک رہے، مگر اس طویل مدت میں ایک دن بھی ایسا نہیں گزرا کہ وہ فجر کی نماز میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ نہ شریک رہے ہوں۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فجر کے بعد ہی درس شروع فرما دیتے تھے۔

ایک جگہ خود بیان فرماتے ہیں:

میں برسوں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہا، یہاں تک کہ بیماری، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دنوں میں بھی ان سے جدا نہیں ہوا، حالانکہ ان دنوں میں ہر شخص اپنے گھر میں اعزاز واقارب کے ساتھ ہوتا ہے۔ لیکن انہوں نے مجلس علم کی شرکت اور اپنے استاد کی معیت اور رفاقت کو سب پر ترجیح دی۔

درس میں حاضری کی پابندی اور شوقِ علم کی اس سے بہتر کوئی مثال نہیں ہوسکتی وہ خود فرماتے ہیں:

میرے لڑکے کا انتقال ہوگیا لیکن میں نے نہ اس کی تجہیز وتکفین میں حصہ لیا اور نہ تدفین میں یہ سارا کام اپنے پڑوسیوں اور عزیزوں پر چھوڑ دیا مجھے یہ دھڑ کا لگا رہا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجلس درس سے بچھڑ جاؤں اور کوئی سبق قضا ہو جائے اور یہ حسرت رہ جائے کہ فلاں سبق میں حاضر نہ تھا۔ (علمائے احناف کے حیرت انگیز واقعات، ص ۳۹)

۴۔ فقیہ، محدث، مفسر علامہ قاضی محمد بن علی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی قدر ومنزلت سے اہل علم واقف اور قدر دان ہیں، ان کی تحقیقی تصانیف سے اہل علم آج بھی مستفید ہوتے ہیں اور ہوتے رہیں گے، ان کے نقطہ نظر سے اہل علم کا اختلاف اپنی جگہ لیکن بایں ہمہ ان کے کمال کا اعتراف سب کو ہے، اور یہاں صرف یہ دکھانا ہے کہ انہیں کمال کے اس بام عرج تک پہنچنے میں کس ہمت اور جدوجہد سے کام لینا پڑا۔

وہ اپنی جلیل القدر کتاب ''البدر الطالع'' میں اپنے حالات خود لکھتے ہیں اور تواضعاً اپنے آپ کو صیغۂ غائب سے ذکر کرتے ہیں:

رات اور دن میں اس کے تیرہ اسباق ہوتے تھے جن میں سے کچھ تو وہ اپنے مشائخ واساتذہ سے حاصل کرتا اور کچھ اس کے شاگرد اس کے پاس پڑھا کرتے تھے، اس معمول پر ایک مدت تک مداومت رہی پھر اس نے اپنے آپ کو طلبہ کو فائدہ پہنچانے

کے لئے فارغ کر لیا، چنانچہ روزانہ مختلف فنون میں دس سے زائد اسباق ہوتے تھے ان اسباق میں تفسیر، حدیث، اصول، نحو، معانی، بیان، منطق، فقہ، مناظرہ اور عروض کے اسباق جمع ہو جاتے تھے۔ (قیمۃ الزمن مترجم، ص ۱۰۰)

یہ بات کہنے میں تو آسان ہے کہ دس اسباق مختلف فنون میں روزانہ ہوتے تھے لیکن عملاً کرنے کے لئے بالخصوص مداومت کے ساتھ۔ اس کے لئے کمر ہمت کو کسنا پڑتا ہے، سستی اور کسل مندی کو پس پشت ڈالنا پڑتا ہے، اور یقین جانئے دنیا و آخرت کی سر بلندیاں حاصل کرنے کے لئے بلند ہمتی کو اپنا شعار بنائے بغیر چارہ نہیں ہے، یہی قاضی شوکانی رحمہ اللہ تعالیٰ اس محنت و ہمت کے نتیجہ میں یمن کے مفتی اور مرجع الخلائق بنے اور قضاء کے منصب پر بھی فائز رہے، اِسکے ساتھ قابل رشک تصانیف بھی چھوڑیں جن کی تعداد تقریباً ایک سو چودہ بنتی ہے۔

۵۔ حضرت امام ثعلب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پچاس برس سے برابر میں ابراہیم حربی کو اپنی مجلس میں حاضر پاتا ہوں، کبھی انہوں نے ناغہ نہیں کیا۔

۶۔ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں سبق میں پہنچنے کے لئے اس قدر دوڑ کر جاتا تھا کہ دوڑنے کی وجہ سے میرا سانس پھولنے لگتا تھا۔

۷۔ شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ہے کہ اپنے وطن سے سفر کر کے پڑھنے کے لئے گئے تو زمانہ طالب علمی میں جو خطوط پہنچتے تھے، ان کو آپ تھیلے میں ڈالتے جاتے تھے اور اس خیال سے نہ پڑھتے تھے کہ طبیعت میں انتشار اور تشویش پیدا ہوگی اور حصول مقصد میں خلل واقع ہوگا (یعنی سبق میں یکسوئی باقی نہ رہ سکے گی)۔ (تاریخ دعوت و عزیمت)

۸۔ حضرت یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا کرتے تھے، ایک روز شور ہوا کہ ہاتھی آیا ہے۔ عرب میں ہاتھی عجوبہ چیز ہے۔ اس آواز کو سنتے ہی طلبہ درس چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مگر یحییٰ اسی طرح

اطمینان سے بیٹھے رہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تمہارے یہاں تو ہاتھی نہیں ہوتا، تم کیوں نہیں گئے؟

یحییٰ نے جواب دیا۔ حضرت اندلس سے میں آپ کو دیکھنے اور علم سیکھنے آیا ہوں، ہاتھی دیکھنے کے واسطے نہیں آیا۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ یہ جواب سن کر خوش ہوئے اور ان کو عاقل اہل اندلس کا لقب دیا۔

۹۔ حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کو اتنا انہماک تھا کہ زمانہ طالب علمی میں اگر کوئی ہم عمر یا عزیز دہلی ملاقات کے لئے جاتا تو اس سے السلام علیکم یا سرسری ملاقات کے بعد صاف طور پر فرمادیتے کہ اس سے زیادہ فرصت نہیں، جب اللہ تعالیٰ بامراد ملائے گا اس وقت ملیں گے۔ (سات ستارے، ص ۲۵)

۱۰۔ حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس درس میں دورہ حدیث ظہر کی نماز کے بعد ہوا کرتا تھا، حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اس میں شریک ہوتے تھے، ایک روز زوردار بارش ہونے لگی، جو طلبہ اس وقت حاضر تھے انہوں نے حضرت شاہ صاحب سے عرض کیا:

قاری عبدالرحمٰن کی قیام گاہ دور ہے اور بارش تھمتی نظر نہیں آتی، غالباً وہ نہ آسکیں گے، حضرت سبق شروع کروادیں۔

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ابھی ٹھہرو! وہ ضرور آئیں گے۔

ابھی یہ الفاظ آپ نے کہے ہی تھے کہ قاری صاحب پائینچے چڑھائے اور کتاب ایک گھڑے میں حفاظت سے بند کئے مقررہ وقت پر پہنچ گئے۔

شاہ صاحب نے انہیں دیکھتے ہی خوش ہوکر فرمایا:

لو دیکھو میں نے کیا کہا تھا؟ قاری صاحب آگئے۔ اس کے بعد فرمایا کہ تم قاری صاحب کو نہیں سمجھتے، الفاظ حدیث کے میں ان کو پڑھاتا ہوں اور حدیث کی روح خود ان سے حاصل کرتا ہوں۔ آؤ

اب سبق پڑھو۔ (سات ستارے، ص ۲۵)

۱۱۔ حضرت مولانا سراج احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند میں درس حدیث دیا کرتے تھے، ایک دن درس کے درمیان جنازہ آگیا، مولانا نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو بہت سے طلبہ وضو کے لئے چلے گئے، نماز جنازہ سے واپس آکر لوگوں نے دیکھا کہ مولانا رو رہے ہیں، کسی نے سبب پوچھا تو فرمایا:

ہم نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حدیث وتفسیر کا سبق بلا وضو کبھی نہیں پڑھا، آج کے طلبہ بلا وضو یہ اسباق پڑھتے ہیں۔ (ماہنامہ ''البلاغ'' ص ۵۷، شوال ۱۳۹۱ھ)

۱۲۔ حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے طالب علمی کا واقعہ کچھ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

جس زمانے میں ہم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں پڑھتے تھے، اس وقت وہاں مطبخ نہ تھا، طلبہ خود اپنے کھانے کا بندوبست کرتے تھے، ہماری کوشش یہ ہوتی تھی کہ کھانا پکانے کی وجہ سے کوئی سبق ناغہ نہ ہو، اس لئے ہم اکثر یہ کرتے کہ اگر کوئی گھنٹہ خالی ہوتا یا کوئی سبق ختم ہونے سے کچھ دیر پہلے ختم ہوجاتا تو جلدی سے کمرے میں انگیٹھی پر کھچڑی چڑھا جاتے اور دوسرے سبق میں چلے جاتے، جب سبق ختم ہوجاتا تو پھر کمرے میں آتے، کھچڑی کو انگیٹھی پر سے اتارتے اور جیسی بھی ہوتی کھا لیتے، کبھی کچی ہوتی، کبھی جل جاتی اور کبھی بہت زیادہ پچ پچی (بہت زیادہ نرم) ہوجاتی بہرحال جیسی کیسی ہوتی کھا لیتے مگر سبق ضائع نہ کرتے۔

طالب علم
کے لئے
مطالعہ کی اہمیت

مطالعہ

انسان کو بناتا ہے اکمل مطالعہ
ہے چشم دل کے واسطے کاجل مطالعہ
دنیا کے ہر ہنر سے ہے افضل مطالعہ
کرتا ہے آدمی کو مکمل مطالعہ

علم اور مطالعہ......اہمیت کے آئینہ میں

نامہ لکھتے وقت کیا جانے قلم کیونکر چلا
اضطرابِ دل نظر آنے لگا تحریر میں

آج کل عجیب بدذوقی طلباء اور اساتذہ کے اندر پیدا ہوتی چلی جارہی ہے کہ مطالعہ کا کوئی اہتمام نہیں، اگر کچھ شوق ہو تو غیر درسی کتابیں اور اخبار بینی میں اپنا وقت گزارتے ہیں، اور دنیا کے چند تاریخی اور سیاسی واقعات کا علم ہو جانے پر بہت مسرور ہوتے ہیں، غضب تو یہ ہے کہ درس کے وقت میں بھی انہیں تمام چیزوں پر بحث ہوتی ہے اور پورا وقت اس میں ضائع کر دیا جاتا ہے، اس طرح نہ طلباء کو کچھ احساس ہوتا ہے نہ استاد صاحب کو، حالانکہ یہ فعل دیانت کے بالکل خلاف ہے:

اپنے دامن کے لئے خار چنے خود تم نے
اب یہ چبھتے ہیں تو پھر اس میں شکایت کیا ہے؟

انسان کو اس کی محنت اور مشقت کے بقدر اس کے ثمرات اور منافع حاصل ہوتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو محنت اور مشقت کے برداشت کرنے کی ہمت وقدرت عنایت کی ہے، اس کی محنت ومشقت کا میدان اور دائرہ عمل بہت وسیع ہے۔

مطالعہ کرنے کے زرّیں آداب

۱۔ مطالعہ گاہ میں جانے سے پہلے تمام عوائق وعلائق دنیوی واخروی تفکرات کو

برطرف کر کے جائیں۔

۲۔ مطالعہ سے پہلے وضو کر لیں کیونکہ کتاب کو بے وضو ہاتھ لگانا علم سے محرومی کی دلیل ہے۔

حضرت شمس الائمہ حلوانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

انـما قلت هذا العلم بالتعظيم فاني ما اخذت الكاغذ الا بالطهارة (تعلیم المتعلم)

مجھے علم صرف علم کی تعظیم سے نصیب ہوا، کیونکہ میں نے سادے کاغذ کو بھی وضو کے بغیر نہیں چھوا۔

حکایت: شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ہے، وہ اسہال (پیٹ کی بیماری) میں مبتلا ہو گئے، اور ادھر کتاب کا مطالعہ کرنا بھی تھا، تو ایک شب میں ستائیس (۲۷) بار وضو کرنا پڑا۔

۳۔ اگر ہو سکے تو مطالعہ سے پہلے ایک دوگانہ نفل پڑھے۔

۴۔ کتاب کو اچھی جگہ چوکی وغیرہ پر رکھ کر مطالعہ کرے، پھر نہ لیٹے اور نہ سہارا لگائے، کتاب کے مطالعہ کے وقت میں مؤدبانہ طریقہ سے بیٹھے

۵۔ بلاضرورت درمیان میں بات نہ کرے۔

۶۔ اگر کسی سے استفادہ کرنا پڑے تو عار نہ کرے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ

بما درکت العلم

یعنی آپ نے اتنا بڑا علم کیسے حاصل کیا؟

آپ نے فرمایا:

بلسان مسئول و قلب عقول (تعلیم المتعلم)

یعنی زبان زیادہ سوال کرنے والی اور دل زیادہ سمجھنے والے سے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ما استفکت من الاستفادة و ما بخلت بالافادة (تعلیم المتعلم)
یعنی میں نے استفادہ کے لئے سوال کرنے سے عار نہیں کی اور کسی
کو فائدہ دینے سے بخل نہیں کیا۔

لیکن یہ بات اس طالب علم کے لئے مضر ہے جو کل کے سبق کا مطالعہ کر رہا ہے،
ویسے دیگر اوقات میں اور دیگر فضلاء کے لئے یہ طریقہ نہایت موزوں ہے، لیکن آج کل تو
ہر شخص پھنے خان ہے۔

دوسرے سے استفادہ اپنی ہتک سمجھتا ہے۔

۷۔ جتنا سمجھ آجائے، الحمدللہ جو نہ سمجھ آئے تو دوگانہ پڑھ کر مصنف کی روح کو بخشے
اور اپنے علم کی ترقی اور اس پر عمل کے لئے اللہ تعالیٰ سے خوب دعائیں مانگیں:

دعا بہار کی مانگی تو اتنے پھول کھلے
کہ خشک شاخیں بھی جھک جھک کر سلام کرتی ہیں

۸۔ اٹھتے ہی بار بار ان سمجھے کو سمجھے اور سمجھے ہوئے کو بھی دھیان میں رکھے

۹۔ استاذ صاحب کے سامنے جانے سے پہلے استاذ صاحب کے آداب شان بجا
لائے، استاذ صاحب کے آداب بجا لانے سے بھی کئی عقدے لاینحل حل ہو
جاتے ہیں۔

۱۰۔ استاذ صاحب سے سبق سمجھتے وقت اپنے سمجھے ہوئے کی تصدیق کرائے اور نہ
سمجھے ہوئے کو غور سے سمجھے اور ان کے زائد فوائد بتائے ہوؤں کو نہایت ذوق
سے یاد کرے۔

تِلْکَ عَشَرَةٌ کَامِلَةٌ

مطالعہ کرنے کا طریقہ اور قاعدہ

۱۔ بھوکے پیٹ یا کم از کم پیٹ کو تھوڑا خالی رکھ کر مطالعہ کیا جائے:

اندرون از طعام خالی دار
تادر و نور معرفت بینی

تہی از حکمتی بعلت آں
کہ پری از طعام تا بینی

۲۔ یکسوئی و تنہائی میں جہاں شور و غل نہ ہو اور نہ ہی کوئی امر طبیعت کے لگاؤ میں مانع ہو، اگر ایسا موقع میسر نہ ہو تب بھی خود کو تنہائی میں تصور کر کے مطالعہ میں لگ جائے۔

۳۔ بہتر وقت بعد مغرب تا عشاء کا ہے، سحر کا تو نہایت ہی موزوں وقت ہوتا ہے

۴۔ کسی شئے کے ساتھ نہ تکیہ لگایا جائے اور نہ ہی کرسی یا چارپائی پر بیٹھنا چاہئے بلکہ نیچے چٹائی پر ہاں معمولی دری یا گلیم وغیرہ اوپر بچھا سکتے ہیں۔

۵۔ کتاب کو اولاً اجمالی نظر سے محدود سطریں دیکھ لیں، پھر دیکھی ہوئی عبارت کے ہر جملہ کو علیحدہ علیحدہ متعین کرنے کی کوشش کریں، ہر جملہ کا سرسری نظر سے ترجمہ سمجھیں، پھر گہری نظر سے دیکھتے جائیں، جہاں الفاظ مشکل آ جائیں، اپنی طرف سے مناسب معنی بنالیں، پھر بعد کو مستند کتابوں میں دیکھ لیں، اسی طرح تا سبق یا ضرورت جو جملہ سمجھ نہ آئے، اسے چھوڑتے جائیں، جب اکثر جملے سمجھ جائیں، پھر ان سمجھے کو بار بار غور سے دیکھیں۔

لیکن سمجھے ہوؤں کے ساتھ ملا کر اسی طرح بار بار کرنے سے یہ حقیقت منکشف ہو جائے گی، لیکن مطالعہ کے اثناء میں کسی سے کوئی مطلب نہ پوچھیں، اسی قاعدہ کی بدولت بہت بڑے بڑے فضلاء نے ان پڑھے فنون کو ازبر کیا۔

۶۔ کتاب کو اول سے آخر تک بالاستیعاب دیکھا جائے، ایسا نہ ہونا چاہئے کہ بعض اجزاء اِدھر سے اور بعض اُدھر سے۔

۷۔ جو مضامین یاد ہو سکیں یاد رکھیں، اور جو لکھے جا سکیں، ایک جگہ لکھتے جائیں، بعض طلباء اساتذہ کے سامنے یہ استغاثہ بھی شکایت کی صورت میں پیش کرتے ہیں کہ اس وقت اگرچہ کتاب کے مضامین یاد ہو جاتے ہیں، لیکن پھر بھول جاتے ہیں، یہاں دو باتیں قابل ذکر ہیں:

(۱)......ایک وقت مضمون یاد کر کے پھر بھول جانے سے کسی دوسرے وقت اسی کتاب یا دوسری کتاب سے یادشدہ اول آسانی سے سمجھ آتا ہے۔

(۲) ..... دوبارہ سہ بارہ مطالعہ سے پھر ایسا یاد ہو جاتا ہے کہ پھر بھولنے کا نام بھی نہیں لیتا ہے۔

۸۔ جس کتاب کا مطالعہ شروع ہو، ایک دم نہ سہی، لیکن اس میں ایسے وقفے بھی نہ ہوں کہ جس سے برس یا کئی ماہ گزر جائیں، وقفہ کرنے سے کتاب سے انس ہٹ جاتا ہے اور پے در پے کے مطالعہ سے کتاب مانوس ہو جاتی ہے۔

۹۔ مطالعہ کتاب کے وقت ایک سفید کاغذ اور قلم دوات ہوتا کہ جدید فوائد اس میں درج ہو سکیں یا کم از کم ان فوائد پر نشانات ضرور لگاتے جائیں (مگر احتیاط رہے کہ کتاب بھی خراب نہ ہونے پائے) اس لئے یا تو باریک تراشی ہوئی پنسل سے لگائیں یا ایک علیحدہ کاغذ پر نوٹ کرتے جائیں، پھر فارغ وقت میں ان نشان زدہ فوائد کو جب اپنی کاپی میں درج کر لیں تو پھر ربڑ سے پنسلی نشانات ختم کر دیں، تاکہ کتاب بھی محفوظ اور صاف ستھری رہے، کیونکہ گڑبڑی کتاب بھی طبیعت کو منتشر کرتی ہے، حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ و دیگر سلف صالحین کا یہی طریقہ رہا ہے:

من حفظ شيأ فرو من كتب شيا قر

یعنی جس نے کوئی چیز یاد کی وہ باقی نہیں رہتی جس نے لکھا وہ باقی رہا، پختہ رہ گیا۔

۱۰۔ جس فن کی کوئی کتاب دیکھیں، اس سے قبل اس سے آسان کتاب کے سبق کا مطالعہ دیکھ لیں، یا جو طالب علم بڑی کتاب کے سبق کا مطالعہ کرے، اسے چاہئے کہ وہ پہلے چھوٹی کتاب سے اس سبق کا مقام دیکھ لے (اسی لئے موجود طلبہ کی یا تو استاذ کی طرف اسباق میں غفلت ہوتی ہے یا وہ شروحات کا سہارا لے کر اسباق پر توجہ نہیں دیتے تھے) مثلاً کافیہ پڑھنے والے یا اسی طرح

کنز الدقائق پڑھنے والے، اسی طرح حسامی پڑھنے والے کے لئے ضروری ہے کہ اپنے اسباق کے مقابات ہدایۃ النحو (کافیہ کے لئے) قدوری (کنز الدقائق کے لئے) نورالانوار (حسامی کے لئے) دیکھیں۔

۱۱۔ کسی سے استفادہ کے لئے عار نہ کرے۔

۱۲۔ آج والے سبق کے مطالعہ سے قبل کل والے سبق کو دوبارہ ذہن نشین کرلیں، تاکہ مطالعہ کے وقت ذہن ماقبل کو مابعد سے مرتبط کرسکے۔

۱۳۔ طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ کل والے سبق کو کم از کم پانچ بار ضرور دہرائے۔

۱۴۔ سبق یا مضمون کتاب کو ایسے کھلے الفاظ اور برجستگی سے بیان کرے کہ نہ تو نہایت زور سے چلائے اور نہ ہی معمولی آواز سے کہ طبیعت متاثر ہی نہ ہو۔

حکایت: حضرت قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ جب فقہاء کے مسائل نہایت قوت و برجستگی سے بیان فرماتے تو آپ کے دماغ متعجب رہتے، ان سے تعجب کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ آج ان کو پانچ دن سے کھانا نہیں ملا، لیکن پھر بھی مسائل نہایت بسط و نشاط سے بیان فرمارہے ہیں۔

۱۵۔ دوسرے کو بیان سمجھاتے وقت ایسا کھلا اور واضح بیان کرے کہ اسے مضمون ذہن نشین ہوجائے اور جب تک اسے سمجھ نہ آئے یا دل گواہی نہ دے، بیان سے خاموش نہ ہو، اس میں نہ صرف سامع کا فائدہ ہے، بلکہ متعلم کو نہایت درجہ کے فوائد حاصل ہوں گے، چنانچہ اخفش سے پوچھا گیا کہ تم نحو کے امام کیسے بنے تو انہوں نے کہا کہ میرے ہاں ایک بکرا تھا، جب میں اپنے استاذ صاحب سے سبق پڑھ کر واپس لوٹتا تو اپنا سبق بکرے کو سمجھاتا، تقریر کے بعد آخر میں اس سے پوچھتا کہ کیا سمجھ آیا، جب تک وہ ہاں کے لئے سر نہ ہلاتا، تو میں تقریر کرتا رہتا، بعض طلباء کسی کو سبق سمجھانے سے جی چراتے ہیں، حالانکہ انہیں پتہ نہیں کہ دوسرے کو سمجھانا خود اپنا علمی اضافہ ہے۔

۱۶۔ کافی رات تک جاگے اور نیند کے دفعیہ کے لئے چند طریقے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

(۱)...... مغرب سے بیشتر کھانا کھالے، تھوڑا کھائے۔

(۲)...... دوپہر کو تھوڑا آرام کرلیا کرے، پھر صبح اٹھے تو نہایت مبارک گھڑیاں ہیں۔

۱۷۔ مطالعہ کے وقت صرف کتاب کے مضمون کی طرف دھیان ہو، اس وقت دنیا و عقبیٰ کے دھندوں سے پاک ہوکر بیٹھے۔

۱۸۔ طالب علم ہر وقت کتاب اپنے ساتھ رکھے، جیسا کہ عربی مقولہ ہے:

من لم یکن الدفتر فی کمه لم ثبت الحکمة فی قلبه

جس کے ہاتھ میں کوئی کتاب نہیں، اس کے دل میں حکمت باقی نہیں رہ سکے گی۔

یہ بات صاف علی الاعلان ہے کہ جس طالب علم نے ہر وقت اپنے ساتھ کتاب کو ساتھی نہیں بنایا، وہ علمی دولتوں سے محروم ہوگا۔

۱۹۔ سوائے علمی مشاغل کے اپنی زبان پر سکوت لگائے اور خلوت میں رہے۔

۲۰۔ مطالعہ میں خوب دماغ سوزی کی جائے تاکہ علمی جواہرات نصیب ہوجائیں۔

مطالعہ سے پہلے ان نکات پر جو مندرجہ ذیل ہیں، خوب غور و فکر کیجئے، علوم کے مخفی خزانہ کے حصول کے طریقہ بھی اسی میں پوشیدہ ہے۔

مطالعہ کے موضوع پر دلچسپ نکات

نکتہ اول: مطالعہ کا مادہ طلوع سے ہے اور طلوع پردہ غیب سے عالم ظہور میں آنے کو کہتے ہیں، اسی لئے کہا جاتا ہے: ''طلعت الشمس'' یعنی سورج عالم غیب سے عالم ظہور میں نمودار ہوا، اور مطالعہ مفاعلہ کا باب ہے اور مفاعلہ میں جانبین سے برابر کے عمل کو کہتے ہیں، اب مطالعہ کا معنی یہ ہوا کہ ادھر طالب علم نے اپنی توجہ کو کتاب کی طرف مبذول فرمائی، ادھر کتاب نے طالب علم کو اپنے فیوض و برکات سے نوازا اور اب دونوں کے گہرے رابطہ سے کام بن گیا۔

نکتہ دوم: کسی کو بار بار غور سے دیکھا جائے تو اگرچہ وہ غیر واقف ہو، لیکن بار بار دیکھنے سے وہ سمجھتا ہے کہ شاید اسے میرے سے کوئی تعلق ہے، اس لئے دیکھنے والے

سے وجہ پوچھتا ہے، اسی طرح طالب علم نے کتاب کو جب بار بار دیکھا تو کتاب کو اس کے حال پر رحم آیا تو اس نے اپنے انوار و برکات سے طالب علم کو بھر پور کر دیا۔

نکتہ سوم: کسی اپنے پرائے کے گھر جاؤ گے تو وہ آنے والے کا حال پوچھتا ہے، پھر گھر آنے کی لاج رکھنے کی خاطر اس کا کام کر دیتا ہے، اسی طرح جب طالب علم نے کتاب کھولی تو گویا وہ علم وفن کے دروازے پر پہنچ گیا، اب علم کوئی ایسا بے مروت نہیں کہ اپنے گھر آنے والے سے بدسلوکی کا برتاؤ کرے، بلکہ اس کو فیوض و برکات سے مالا مال کر دے گا۔

نکتہ چہارم: سخی کا کام ہے کہ سائل کو محروم نہیں لوٹاتا، کیا علم کوئی ایسا بخیل ہے کہ طالب علم سائل کو اپنی سخاوت سے محروم لوٹا دے گا۔

نکتہ پنجم: علم ایک مخفی خزانہ ہے، جس طرح مخفی خزانہ کی ٹوہ میں دقت ہوتی ہے اور نہایت مشقت کے بعد میسر ہوتا ہے، اسی طرح علم کے حصول میں کتاب کے مطالعہ میں خوب دماغ سوزی کی جائے تاکہ علمی جواہرات نصیب ہوں۔

نکتہ ششم: جس کی ملاقات کی تمنا ہوتی ہے، اس کے ملنے کے لئے، اس کے دروازہ پر بار بار حاضری دینی پڑتی ہے، اور پھر طبیعت اکتاتی بھی نہیں، بعین اس طرح علمی پیاس بجھانے کے لئے کتاب کو بار بار غور سے دیکھنا چاہئے تاکہ محبوبِ علم بے نقاب ہو کر بازیابی بخشے۔

نکتہ ہفتم: علم ایک معنوی نور ہے، جس طرح معنوی نور کے حصول میں اوراد و وظائف اور شب بیداری وقلت طعام اور قلت کلام وترک مجالس انام کی ضرورت ہے، اس کے لئے بھی نہایت لازمی ہے۔

نکتہ ہشتم: علم افعال قلب سے ہے، جب تک قلب اسے پورے دھیان سے نہ حاصل کرے، صرف زبانی کلامی رٹ لگانے سے کام نہیں بنے گا۔

نکتہ نہم: علم اللہ تعالیٰ کی صفات سے ہے، جب تک بندہ اچھے اخلاق پر کاربند نہ ہو، اس مرتبہ پر پہنچنا دشوار کام ہے۔

نکتہ دہم: علم سے حضرت سیدنا آدم علیہ السلام ملائکہ کے مسجود اور ان سے افضل ٹھہرے، اسی طرح ان کی اولاد بھی اگر علم کی دولت سے بہرہ ور ہو جائے تو ملائکہ اس کی پرواز سے عاجز بلکہ خادم ہو جاتے ہیں۔

نکتہ یازدہم: علم تمام عبادات یہاں تک کہ جہاں سے بھی افضل ہے جیسا کہ حدیث شریف پیچھے گزر چکی ہے اور علامہ زرنوجی تلمیذ صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ تعلیم المتعلم میں فرماتے ہیں:

هو افضل من الغزوات عند اكثر العلماء

وہ یعنی علم اکثر علماء کے نزدیک غزوات سے افضل ہے۔

بہر حال علم کے حصول اور پھر اس میں دھن لانا، کسی قسمت والے کو نصیب ہوتی ہے۔

مطالعہ سے فوائد حاصل کرنے کے طریقے

۱۔ مطالعہ سے پہلے اس نیت کا استحضار کرے کہ وہ ثقافتی وعلمی طور پر مکمل ہو جائے اور دعوت وتبلیغ کا فریضہ ادا کر سکے اور اسلام کا پیغام پہنچا سکے اور اپنی قوم و ملک کو فائدہ پہنچا سکے۔

۲۔ مطالعہ کے درمیان ذہن کو حاضر رکھے تا کہ جو کچھ پڑھے اسے مکمل طور پر یاد رکھ سکے اور صحیح معنوں میں سمجھ سکے۔

۳۔ اہم عبارات او بنیادی باتوں کے نیچے پنسل سے لکیر کھینچ دینا چاہیے تا کہ جب اس بحث کو دوبارہ دیکھے تو یہ معانی اس کے ذہن میں راسخ ہو جائیں۔

۴۔ اساسی اور بنیادی عنوانات کو پنسل سے صفحہ کے ایک کنارے پر لکھ دینا چاہیے تا کہ ان موضوع کو اچھی طرح سے یاد رکھا جا سکے۔

۵۔ موضوع کے اہم عنوانات یا پسندیدہ ابحاث کو ڈائری میں الگ، کتاب کے نام اور صفحہ نمبر کے ساتھ نوٹ کر لینا چاہیے، تا کہ دوبارہ ضرورت پڑے تو آسانی سے اصل مرجع کی طرف رجوع کر سکے۔

۶۔ ایک الگ کاپی یا رجسٹر رکھنا چاہئے تاکہ احادیث مبارکہ، ادبی لطائف اور حکیمانہ اشعار نیز تاریخی واقعات، علمی حقائق، دینی مسائل وفتاویٰ میں سے جو چیز پڑھنے والے کو بھلی معلوم ہو وہ اس میں لکھ لے۔

شوقِ مطالعہ کا فقدان

آج صرف طالبانِ علوم نبوت سے یہ شکوہ نہیں کہ ان میں شوقِ مطالعہ کا فقدان ہے بلکہ کچھ ہوائیں ہی ایسی چل پڑی ہیں، ایک وہ وقت تھا جب ساری ساری رات دکانداروں کی دکانوں کے دروازوں سے چراغوں کی روشنی کے دھاروں کو غنیمت سمجھ کر مطالعہ واستفادہ یا تحریر وتسوید میں گزر جاتی تھی، ایک ایک کتاب کے لئے طلبہ ترستے تھے، اربابِ ذوق بلکھتے ہیں، دور دراز علاقوں کا سفر کرتے تھے اور آج کتب خانوں کی کثرت ہے، چھاپہ خانوں کی بہتات، طباعت ایسی کہ آنکھیں خیرہ ہوں، کاغذ ایسا کہ صحیفہ ریشم معلوم ہو، کتاب اتنی صاف اور ایسی عمدہ کہ عقل دنگ رہ جائے، اب وہ کونسی کتاب ہے جو منصہ شہود پر نہیں آئی مگر استفادہ کون کرے، پڑھے کون؟ شوق مطالعہ او رکتب بینی کے اشتیاق کا نام رہ گیا ہے، کیفیت لٹ گئی ہے۔ اور ہمارا حال تو جیسا کہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ:

وصل ہو یا فراق ہو غالب
جاگنا ساری رات مشکل ہے

ہمارے اسلاف نے تو دل گردہ اور خونِ جگر سے علوم نبوت اور فنونِ اسلامی کی آبیاری کی تھی، اب وہ کہاں؟

نقش ہیں سب ناتمام خون جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خون جگر کے بغیر

کتابوں کے متعلق
شب و روز کیسے ہوں

ا۔ضرورت کی کتاب کو خریدنا

طالب علم کے لئے اگر گنجائش ہو سب سے بہتر یہ ہے کہ وہ ضرورت کی کتاب کو خریدے ورنہ کرایہ پر حاصل کرے یا عاریۃً کسی سے مانگ لے۔اس لئے کہ کتاب آلہء تحصیل ہے۔ ہاں یہ خیال رہے کہ کثرت کتب اور جمع کتب پر ہی اکتفاء نہ کرے، جیسا کہ اکثر فقہاء اور محدث ہونے کے دعویدار کیا کرتے ہیں بلکہ کتابوں کو یاد کرے اور بار بار پڑھتا رہے۔کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ۔

اذا لم تكن حافظا واعيا فجمعك للكتب لاينفع

اگر کتابوں کو محفوظ کرنے والا نہ ہو تو محض کتابوں کو جمع کرنے سے
تجھے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

اگر کتاب خریدنے کی طاقت ہو تو نقل کرنے میں مشغول نہ ہو۔نقل کتب میں مشغول ہونا نہیں چاہئے ہاں اگر کتاب خریدنے کی گنجائش نہ ہو تو علیحدہ بات ہے۔نقل کتاب میں یہ خیال رہے کہ خط کی تحسین کے بجائے تصحیح پر زیادہ توجہ دینا چاہئے۔

کتاب خریدنے کی گنجائش ہوتے ہوئے یا کرایہ پر لینے کی صلاحیت ہوتے ہوئے کسی سے مانگ کر کتاب لینا اچھا نہیں ہے۔

۲۔ ضرورت کے وقت عاریت لی ہوئی کتاب کے آداب

ضرورت کے وقت بطور عاریت کسی سے کتاب لینا بشرطیکہ جانبین کو نقصان نہ ہو رہا ہو تو اچھا ہے۔بعض علماء نے اس کو مکروہ بھی قرار دیا ہے، لیکن پہلا قول درست ہے۔ اس لئے کہ اس میں اعانت علی العلم بھی ہے، اور کسی کو ضرورت کے وقت عاریۃً کوئی چیز دینا افضل بھی ہے۔

ایک شخص نے ابوعتابہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا، آپ اپنی کتاب بطور عاریت مجھے دے دیجئے۔انہوں نے کہا! میں اس کو ناپسند کرتا ہوں۔تو اس شخص نے کہا! آپ کو پتہ نہیں، اپنی پسند کے خلاف کرنے سے ہی شرف حاصل ہوتا ہے؟ تو ابوعتابہ نے یہ جواب

سن کر کتاب دے دی۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا:

یاالذی لم تر عین من رآہ مثلہ

العلم یابی اھلہ ان یمنعوہ اھلہ

مستعیر کے لئے لازم ہے وہ معیر (عاریت پر دینے والا) کا شکریہ ادا کرے اور بہترین بدلہ دینے کی کوشش کرے، بلاضرورت کتاب اپنے پاس زیادہ دیر نہ رکھے، بلکہ جب بھی ضرورت پوری ہوجائے فوراً واپس کردے اور مالک جب بھی کتاب طلب کرے تو فوراً واپس کردے اور صاحب کتاب کی اجازت کے بغیر اس میں اصلاح بھی نہ کرے۔ نہ ہی اس پر کوئی حاشیہ چڑھائے، اور نہ ہی کتاب کے شروع اور آخری خالی صفحات پر کچھ لکھ دے۔ ہاں صاحب کتاب کی طرف سے اجازت ہوتو جائز ہے، بلا اجازت مالک کسی اور کو بطور عاریت نہ دے نہ کسی کے پاس امانت رکھے۔

اگر صاحب کتاب کی طرف سے اس سے کچھ مواد نقل کرنے کی اجازت نہ ہوتو نقل کرنا امانت میں خیانت ہے۔ ہاں اگر کتاب ہر خاص و عام کے لئے وقف ہوتو نقل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کتاب کے بیچ میں کوئی ورق یا کوئی چیز یا سیاہی وغیرہ جیسی چیز نہ رکھے۔ کسی شاعر نے کہا ہے

ایھاالمستعیر منی کتابا ارض لی فی مالنفسک ترضی

اے مجھ سے کتاب عاریت پر لینے والے اس کے ساتھ وہی
معاملہ کر جو تو اپنی ذات کے ساتھ کرتا ہے۔

کتاب مستعار لینے اور کتاب کسی کو نہ دینے پر بے شمار اشعار ہیں اس مختصر رسالے میں ان کو ذکر کرنا ممکن نہیں۔

۳۔ کتاب سے نقل کرنے اور اس پر کچھ لکھنے کے متعلق

کتاب سے کچھ لکھتے وقت یا مطالعے کے وقت کتاب کھول [illegible] رکھنا چاہئے۔ بلکہ دو کتابوں یا دو چیزوں کے درمیان میں ایسے رکھنی چ[illegible] کی جلد

خراب نہ ہو۔ اگر نیچے رکھنی ہو تو اس کے نیچے کوئی تختہ یا اور کوئی چیز ہونی چاہئے۔ خالی زمین پر نہیں رکھنی چاہئے۔ عام حفاظت کے لئے ایسی جگہ رکھنی چاہئے کہ جس سے کتاب خراب ہونے یا کیڑے لگنے کا خطر نہ ہو۔ خالی دیوار کے ساتھ بلا خلا بھی نہ رکھی جائے۔ کتاب رکھنے میں بھی ادب و احترام ملحوظ نظر رہے۔ علوم کے شرف و فضیلت کے اعتبار سے اوپر نیچے رکھے۔ سب سے زیادہ قابل احترام کتاب سب سے اوپر ہونی چاہئے، پھر اپنے اپنے درجے کے اعتبار سے مرتب رکھے۔ چنانچہ قرآن کریم تمام کتابوں کے اوپر ہونا چاہئے۔ بلکہ بہتر یہ ہے کہ ایک بہترین غلاف میں رکھ کر سب سے اوپر ہو۔ پھر حدیث کی کتابیں، مثلاً بخاری، مسلم، پھر تفسیر کی کتابیں، پھر تفسیر حدیث، پھر اصول الدین کی کتابیں، پھر فقہ کی کتابیں پھر نحو و صرف پھر ادب پھر عروض کی کتب۔

اگر ایک فن میں دو کتابیں ہوں، تو جس میں قرآن کی آیات زیادہ ہوں وہ اوپر رکھی جائے گی۔ اگر اس میں بھی برابر ہوں تو مصنف کی جلالت شان کے اعتبار سے رکھی جائیں گی۔ اگر اس میں بھی برابر ہوں تو تصنیف کے اعتبار سے جو مقدم ہوگی وہ مقدم ہوگی۔ بہتر ہے ہر کتاب کی پشت پر اس کا نام لکھ دے۔ تاکہ کتاب نکالتے وقت آسانی ہو۔ اور اگر کسی تختے پر کتاب رکھی ہو تو ادب یہ ہے کہ شروع کا حصہ اوپر ہو۔ اور یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ حجم کے لحاظ سے چھوٹی کتاب پر بڑی کتابیں نہ رکھی جائیں اس سے جلدیں خراب ہوتی ہیں۔ کتاب کو اوراق کی الماری نہ بنائے کہ کوئی بھی ورق ہو کتاب کے اندر رکھ دے۔ نہ اس پر ٹیک لگائے۔ نہ اسے مکھی مچھر مارنے کا آلہ بنائے۔ کتاب کے ورق کو نشانی کے طور پر نہ موڑے نہ ہی کوئی لکڑی وغیرہ درمیان میں رکھے۔ اگر ضروری نشانی رکھنی ہو تو کاغذ کا کوئی چھوٹا ٹکڑا رکھ دے۔ کام پورا ہونے پر اٹھا دے۔ اور رقم یا اور کوئی چیز رکھنے کے لئے بطور بکس استعمال نہ ہونے پائے۔

۴۔ عاریت لیتے اور دیتے وقت کتاب کو چیک کرنا

کسی سے کتاب مستعار لے تو پہلے اس کو خوب دیکھ لے۔ اور چیک کر لے۔ اسی طرح واپس کرتے وقت بھی اس پر نظر ڈالے۔ کتاب خریدتے وقت بھی اس کے شروع

اور درمیان اور آخر کے حصے سے دیکھ کر تسلی کر کے خریدے۔ اس کے اوراق گردانی کر کے تسلی کرے۔ اگر وقت نہ ہو تو سرسری نظر سے شروع درمیان اور آخری حصہ کو دیکھے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

اذا رأیت الکتاب فیه الحاق واصلاح فاشهد له بالصحة.

کسی بزرگ کا قول ہے:

لایضئ الکتاب حتی یظلم.

۵۔ لکھنے کے آداب کے متعلق

علوم شرعیہ میں سے کچھ لکھنا ہو تو بہتر ہے کہ باوضو ہو۔ قبلہ رخ ہو، صاف پاکیزہ بدن و پاکیزہ لباس کے ساتھ ہو، ہر لکھائی اللہ تعالیٰ کے بابرکت نام ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' سے ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ کی تحمید سے، اس کے بعد سرور کائنات محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر درود شریف ہو۔ اس طرح کتاب کے اختتام پر یا ہر حصے کی تکمیل پر الحمد للہ لکھا جائے۔

جس کتاب کو نقل کر رہا ہو اس کے اختتام پر تم الکتاب الفلانی لکھ دے۔ اس کے کئی فائدے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی لکھنے کے بعد تعظیمی الفاظ بھی لکھنے چاہئیں مثلاً اللہ جل جلالہ، یا تعالیٰ، یا سبحانہ یا عز اسمہ وغیرہ

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام گرامی کے ساتھ درود شریف لکھے بھی اور زبان سے پڑھے بھی۔

حضرات اسلاف کرام کا طریقہ رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام گرامی کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم لکھتے۔ شاید اس کی وجہ آیت کریمہ **''صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْماً''** ہے۔ (الاحزاب:۵۶)

اس میں بحث کی گنجائش ہے مگر یہاں طوالت کی وجہ سے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ درود شریف لکھتے وقت مخفف الفاظ جیسے نہیں لکھنا چاہئے، اگرچہ ایک ہی سطر میں کئی بار آجائے، جیسا کہ بعض غیر محتاط مصنفین کا طریقہ یہ ہے کہ وہ درود کی جگہ صلعم، یا صلعم وغیرہ لکھتے ہیں، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ گرامی کے شایانِ شان نہیں بلکہ درود شریف کے پورے الفاظ لکھ دیئے جائیں۔

اس سلسلے میں کثیر روایات ہیں اور اختصار کے ترک پر بھی روایات موجود ہیں۔
کسی صحابی کا نام نامی آجائے تو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھ دے۔ علیہ الصلوۃ والسلام غیر نبی کے لئے لکھنا بہتر نہیں ہے۔ ہاں البتہ نبی کے تابع بنا کر لکھ دینے میں کوئی حرج نہیں۔
اور کسی بزرگ کا نام آجائے تو رحمہ اللہ یا رحمۃ اللہ علیہ لکھ دے۔ خصوصا ائمہ کرام کے اسماء گرامی کے ساتھ۔

۶۔ باریک لکھائی سے اجتناب اور مناسب قلم اختیار کرنا

لکھنے میں باریک لکھنے سے اجتناب کرے۔ اس لئے کہ خط علامت ہے اس کو خوب واضح کر کے لکھنا چاہیے۔ بعض بزرگ باریک خط دیکھ کر فرماتے:

هذا خط من لا یوقن بالخلف من اللّٰہ تعالیٰ.

کسی بزرگ کا فرمان ہے۔ ایسے لکھو جو ضرورت کے وقت تمہیں کام دے اور ایسا نہ لکھو جو حاجت کے وقت کوئی کام نہ آئے۔ ضرورت کے وقت سے مراد بڑھاپا ہے جس میں آنکھیں کمزور ہو جاتی ہیں۔
بعض علماء فرماتے ہیں قلم اتنا سخت نہ ہو جو سرعت روانگی سے مانع ہو اور نہ اتنا نرم ہو کہ سیاہی جلدی خشک ہو جائے۔

۷۔ نقلِ کتاب کے بعد اصل کے ساتھ ملانے اور نقطوں کو درست کرنے کے آداب

اصل کے ساتھ تقابل کر کے یا استاذ کو سنا کر مشکل مقامات پر اعراب لگائے اور نقطوں کو درست کرے۔ تصحیح شدہ مقامات کو دوبارہ دیکھے۔
متن کی بعض عبارت کو اگر حاشیہ میں ضبط کرنے کی ضرورت ہو کرے اور اس کی تشریح کرے۔ متن کے کسی نام یا ضروری عبارت کی ضرورت ہو تو اس طرح لکھے۔ مثلاً لفظ "حریذ" ہے اس کی عبارت یوں لکھ دے۔ حاء مہملہ کے بعد راء کے بعد یاء اس کے

بعد ذال۔

عام کتابت میں حروف معجمہ کے ضبط کرنے کے لئے نقطہ لگائے اور حرف مہملہ میں عدم نقطے کی علامت ہلال کی صورت وغیرہ لکھنے کی عادت رہے۔

تصحیح کے بعد کسی کلمہ کی صحت میں شک کا احتمال ہوتو شک کو دور کرنے کے لئے اس کے اوپر لفظ (ح) چھوٹا کر کے لکھ دے۔ اور اگر وہ اصل کتاب میں غلط ہوتو متن میں ایسا ہی لکھ دے۔ مگر اس کے اوپر چھوٹا سا لفظ ''کذا'' لکھ کر حاشیہ میں اس کی صحیح عبارت لکھ دے۔

اگر کسی کتاب میں کچھ کلمات زیادہ مذکور ہوں تو نقل میں ان کو ترک نہ کرے بلکہ لکھنے کے بعد اس کے اوپر ''لا'' لکھ دے اگر ایک کلمہ ہو، اگر ایک سے زیادہ کلمے ہوں یا ایک سطر یا اس سے بھی زیادہ ہوں تو لکھنے کے بعد اوپر باریک خط کھینچے، یا چھوٹے چھوٹے نقطے آخر تک لکھ دے یا شروع میں ''من'' آخر میں ''الی'' لکھ دے۔ مطلب یہ ہے من سے لے کر الی تک زائد ہے۔ اگر خود کاتب سے کوئی لفظ غلطی سے مکرر لکھا جائے تو اس کے اوپر نشان لگا دے۔ بلکہ دوسرے کلمہ پر زائد کا نشان لکھ دے۔

۸۔ تخریج یا اضافہ کرنے کے آداب

حاشیہ میں کچھ تخریج کا ارادہ ہوتو جس عبارت پر حاشیہ چڑھاتا ہو اس کے اوپر نمبر یا نشان ڈال کر حاشیہ میں وہی نمبر یا نشان لگا کر تخریج کرے۔ دائیں طرف حاشیہ لکھنا بہتر ہے۔ اور پہلا حاشیہ سب سے اوپر لکھنا شروع کرے تاکہ بعد کی عبارت کے لئے جگہ رہ جائے۔ اگر اس کی ضرورت ہو۔ حاشیہ کی عبارت کو متن کے ساتھ نہ ملائے۔ حاشیہ کے آخر میں ''صح'' کا لفظ لکھ دے۔ بعض مصنفین کی عادت ہے۔ متن کی عبارت کا ابتدائی لفظ جس پر حاشیہ لکھنا ہو لکھتے ہیں۔

۹۔ کسی کتاب پر زائد حواشی چڑھانے کے آداب

اپنی ذاتی کتاب کے حاشیہ پر نوٹس لکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ کتاب کے

اصل حاشیے سے گڈمڈ نہ ہونے پائے۔ آخر میں "صح" وغیرہ نہ لکھے، بعض لوگ لفظ حاشیہ لکھ کر اور بعض "فائدہ" لکھ کر حاشیہ لکھتے ہیں۔

انتہائی ضروری یادداشت ہوتو لکھ دے وہ بھی اگر کتاب کی عبارت کے متعلق ہو۔ مثلاً عبارت پر اشکال کی طرف اشارہ ہو یا کوئی رمز ہو۔ عام باتیں نہ لکھے اور اتنے زیادہ حواشی بھی نہ چڑھائے جس سے کتاب مدہم ہو جائے۔ بین السطور لکھنا مناسب نہیں ہے۔ بعض حضرات سرخ روشنائی سے بین السطور لکھتے ہیں مگر نہ لکھنا ہی بہتر ہے۔

١٠۔ کتاب کے ابواب، فصلوں کو عام خط سے ممتاز کرنا

ابواب، فصلوں اور دیگر عنوانات کو سرخ روشنائی سے ممتاز کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس طرح ناموں یا مذاہب اور خاص اقوال کو عام خط سے ممتاز کرنا بھی بہتر ہے۔ جب ایسا کرے تو کتاب کے شروع میں ان رموز کی طرف نشاندہی کرے تاکہ اس کو گہرائی سے مطالعہ کرنے والے کو سمجھنے میں آسانی ہو جائے اگر سرخ سیاہی سے امتیاز نہ ہو تو فاؤنٹ کو موٹا کر کے بھی امتیاز کیا جاسکتا ہے۔ دو کلاموں کے درمیان دائرہ یا قومہ سے جدا کرنا بہتر ہے۔ ایک ہی طرز پر تمام کلام کو ملا کر لکھنا اچھا نہیں ہے۔ اس سے پڑھنے والے کے لئے دشواری ہوتی ہے جس سے وقت ضائع ہونے کا خطرہ ہوتا ہے اس انداز سے لکھنا انتہائی غبی شخص کا ہی کام ہے۔

١١۔ مٹانے کے آداب

علماء نے کہا ہے کھرچ کر مٹانے سے سیاہی سے مٹانا بہتر ہے۔ خصوصا کتب حدیث میں کھرچ کر مٹانے میں تہمت اور جہالت کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ اور ورق کے خراب ہونے کا بھی خطرہ ہے۔ اگر نقطہ یا اعراب مٹانا ہو تو کھرچ کر مٹانا بہتر ہے۔

کتابوں کا ادب

جن کتابوں سے علم حاصل کیا جاتا ہے ان کا ادب بھی انتہائی ضروری ہے۔

بزرگان دین ارشاد فرماتے ہیں:

جب تک تم علم حاصل کرو ان تین چیزوں کا خیال رکھو ورنہ علم کی منزل کو نہ پاسکو گے۔

جس استاد سے علم حاصل کرو اس کا ادب کرو۔

جس جگہ علم حاصل کرو اس جگہ کا ادب کرو۔

جس کتاب سے علم حاصل کرو س کا ادب کرو۔

جس طرح استاد کا ادب واحترام اوران کی مسند کا ادب ضروری ہے، اسی طرح ان کتابوں کا بھی ادب واحترام لازمی ہے کہ جس سے علم حاصل کیا جائے۔

ہمارے اسلاف کو کتابوں کے ادب کا کس قدر اہتمام تھا چند اقوال وواقعات ملاحظہ کیجئے:

شیخ الاسلام برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک صاحب کتاب کے اوپر دوات رکھنے کے عادی تھے، تو ہمارے شیخ نے فرمایا کہ:

تم اپنے علم سے ہرگز فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

ایک عالم نے اپنے دو طالب علموں کو دو حال میں پایا، ایک تکیہ کا سہارا لئے مطالعہ کررہا تھا اور دوسرا مستعد بیٹھا کتاب دیکھنے میں مشغول تھا اور کچھ لکھتا بھی جاتا تھا، جوہر شناس استاد نے یہ ماجرا دیکھ کر اوّل کی نسبت فرمایا:

انه لا يبلغ درجة الفضل

ترجمہ: یہ فضیلت کے درجہ کو نہ پہنچے گا۔

اور دوسرے کی بابت فرمایا:

سيحصل الفضل ويكون له شان فى العلم

ترجمہ: یہ عنقریب فضل حاصل کرے گا اور اس کے لئے علم میں ایک بڑی شان ہوگی۔

حضرت یوسف بن حسین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ادب سے علم سمجھ میں آتا ہے

اور علم سے عمل کی تصحیح ہوتی ہے اور عمل سے حکمت حاصل ہوتی ہے۔

شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ عالم تھا کہ باوجود ریاحی امراض میں مبتلا ہونے کے بغیر وضو کے کتاب نہ اٹھاتے تھے، ایک بار مطالعہ کے دوران ان کو تقریباً سترہ بار وضو کرنا پڑا۔

مزید فرماتے ہیں کہ ہم کو جو علم حاصل ہوا اس میں علم کی عظمت کو بڑا دخل ہے میرا یہ حال تھا کہ کبھی کسی کتاب کو بلا وضو نہیں چھوتا تھا۔

مولانا احمد علی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ جو بعض طلباء بائیں ہاتھ میں دینی کتابیں اور دائیں ہاتھ میں جوتے لے کر چلتے ہیں بہت مذموم ہے کیوں کہ خلاف ادب ہے اور صورۃً جوتوں کو فوقیت دینا ہے کتب دینیہ پر۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک صاحب سے فرمایا:

کتاب وہاں رکھ دو۔

ان صاحب نے وہ کتاب قرآن حکیم پر رکھ دی، حضرت نے فرمایا:

نہیں نہیں! ایسا کرو قرآن سب سے اوپر رکھو، اس کے نیچے حدیث کی کتاب رکھو اور پھر یہ کتاب رکھو۔ (خدام الدین، ص ١٧)

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب فرماتے ہیں جب مدینہ منورہ میں حضرت مولانا سیّد بدر عالم صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دوران گفتگو ارشاد فرمایا:

دیوبند میں ایک مرتبہ لیٹے ہوئے کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا، حضرت علامہ انور شاہ صاحب قدس سرہ میرے (مولانا بدر عالم صاحب کے) کمرہ کے سامنے سے گزرے مجھے دیکھ کر نہایت غصہ کا اظہار کیا اور ناراض ہوئے بس صرف اتنا ہی فرمایا:

میں نے عمر بھر تپائی کے بغیر کتاب نہیں رکھی۔

آخری ایام مرض میں حضرت شاہ صاحب سامنے رومال بچھا کر کتاب رکھتے تھے۔

کتابوں کے ادب واحترام پر چند ضروری ہدایات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ کتابوں پر کچھ تحریر نہ کریں ہاں ضرورتاً نام لکھ سکتے ہیں۔
۲۔ دوران سبق کتابوں پر ٹیک نہ لگائیں۔
۳۔ کتابوں کی طرف ہرگز ہرگز پاؤں نہ پھیلائیں۔
۴۔ کتابوں پر اسٹیکر وغیرہ لگانے سے گریز فرمائیں۔
۵۔ دائیں ہاتھ سے کتاب اور بائیں ہاتھ سے چپل اٹھائیں۔
۶۔ کتابوں کی ترتیب کا خاص خیال رکھیں، مثلاً منطق ونحو اور دیگر کتابوں کو حدیث، اصول فقہ کے اوپر اور ان تمام کتابوں کو ترجمہ والے قرآن پر اور یہ تمام کتابیں اور ترجمہ والا قرآن، قرآن پر مت رکھیں۔
۷۔ کتاب ادب کے ساتھ اٹھائیں۔
۸۔ کتاب دیں تو پھینک کر نہ دیں یہ کتاب کی بے ادبی ہے۔
۹۔ طالب علم کسی کتاب کو بغیر طہارت نہ چھوئے۔
۱۰۔ کتابوں کے اوپر پھلانگنا سخت بے ادبی ہے۔
۱۱۔ اس طرح نہ بیٹھیں کہ آپ اونچی جگہ ہوں اور کتابیں نیچے ہوں۔
۱۲۔ تفسیر وحدیث یا کوئی بھی دینی کتاب کھول کر فضول باتیں کرنے سے گریز کریں۔
۱۳۔ کتابوں کو فرش پر رکھنا، جب کہ نیچے کوئی چیز نہ ہو بے ادبی ہے۔

طالب علم کے لئے جس طرح یہ ضروری ہے کہ اساتذہ کی تعظیم اور احترام کرے، اسی طرح اسے چاہیے کہ دینی کتابوں کی عظمت بھی اس کے دل میں ہو۔
اللہ تعالیٰ مجھ نا اہل سمیت سب ہی کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین

کتاب سے محبت

یا رب التجا ہے کرم تو کر دے
وہ بات دے قلم کو جو دل پر اثر کر دے

مطالعہ تو کتاب ہی سے ہوا کرتا ہے، تو کتاب سے محبت کیجئے، کتاب ہر دور میں

تعلیم وتربیت کا اہم ذریعہ رہی ہے، اس کی ہیئت خواہ کچھ بھی رہی ہو، ایک عہد سے دوسرے عہد تک، ایک دماغ سے دوسرے دماغ تک، علم کو منتقل کرنے کے لئے انسان نے تحریر کا سہارا لیا، کبھی پتھروں پر نشان بنائے، پیڑوں کی چھال استعمال کی، کبھی چمڑے کو اس مقصد کے لئے استعمال کیا اور کبھی کپڑے نے انسان کی مدد کی، انسانی ذہن کی ترقی کے ساتھ ساتھ طریقے بھی بدلتے رہے، تا آنکہ کاغذ ایجاد ہوا اور تحریر نے علامتوں، نشانوں کے منازل طے کر کے الفاظ کی شکل اختیار کی۔

حصول علم قوموں کی زندگی میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے اور ہمارے مذہب اسلام نے اس کو جو اہمیت دی ہے کسی مذہب نے نہیں دی کہ نزولِ قرآن کریم کی ابتداہی لفظ ''اقــــرا'' یعنی ''پڑھ'' سے ہوتی ہے، حصولِ علم کی وکالت میں اس سے بڑھ کر کوئی دلیل نہیں ہے کہ خود اللہ تعالیٰ انسان کو حکم دیتا ہے کہ وہ علم حاصل کرے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے جن کا ہر عمل فرمانِ خدا کے تابع ہے تو فرمانِ محبوب رب العالمین رحمۃ للعالمین ﷺ ہے کہ:

''علم حاصل کرو، خواہ تمہیں چین جانا پڑے''۔ (کنز العمال، کتاب العلم، رقم الحدیث: ۲۸۶۹۳، ج۱۰ص۶۰)

اور کتاب واحد ذریعہ ہے جو حصولِ علم میں مرکزی کردار ادا کرتا ہے، کتاب کی اہمیت محتاجِ بیان نہیں ہے اور اس ضمن میں کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے، حضرت شیخ ابن مصعب محدث رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں چند نوجوان طالبانِ علم حاضر ہوئے اور شیخ کے انتظار میں دروازہ پر بیٹھ گئے، جب شیخ تشریف لائے تو ان طالبوں کو یہ شعر سنایا:

العلم فيه حياة القلوب كما تحيىٰ البلاد اذا ما مستها المطر

یہ علم ایسی نورانیت رکھتا ہے کہ قلوب کی حیات کا ذریعہ ہو جاتا ہے اور جہل کی تاریکیوں کو اس طرح ختم کر دیتا ہے، جس طرح چاندرات کی تاریکیوں کو روشنی میں تبدیل کر دیتا ہے اور ایسی زندگی بخشتا ہے کہ جس طرح مردہ زمین کو بارش سبزہ زار بنا دیتی ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اکثر یہ شعر پڑھتے:

یری مستکینا وھو للھو ماقت بہ عن حدیث القوم ما ھو شاغلہ

ترجمہ: خاکسار ہے اور دنیا کے ہر لہو ولعب سے بیزار، اور اس علم کی مشغولیت نے لوگوں کی باتوں سے بیزار کر دیا ہے۔

واقعہ یہی ہے کہ علم دوست انسان کبھی ماسوئی علم کے اور گفتگو کرنا پسند نہیں کرے گا، وہ تو ان پیاری کتابوں کو اپنی نظر کے سامنے رکھے گا اور ان کتابوں کو اپنا انیس بنائے گا کیونکہ ہمارے اسلاف رحمۃ اللہ علیہم ان کتابوں میں علم وحکمت کے خزانے بند کر گئے ہیں:

ابقوا لنا حکما تبقی منافعھا اخری اللیالی علی الایام وانشعبوا

ترجمہ: اور ان خزائن کو شب وروز کی مسلسل کتب بینی کے ذریعے حاصل کرنا اور ان کے فوائد سے بہرہ ور ہونا لازم ہے۔

ان اسلاف کے علوم چونکہ کتابوں میں محفوظ ہیں اور زندۂ جاوید ہیں تو ان کی یہ شان ہے:

و ان قلت احیاء فلست مفندا

ترجمہ: اور اگر تو یہ کہہ ڈالے کہ وہ زندہ ہیں تو تو غلطی پر نہیں ہے۔

فی الحقیقت یہ کتاب اپنے لکھنے والوں کو زندہ رکھتی ہے اور زبان سے برابر کلام کرتی اور اپنے پڑھنے والوں کو مستفیض کرتی ہے۔

کتاب کی قدر وقیمت

کسی باذوق اور صاحب علم کا قول ہے کہ ''عمدہ کتاب حیات ہی نہیں بلکہ ایک لافانی چیز ہے، اور یہ خود ہی لافانی نہیں بلکہ اپنے لکھنے والوں کو، ان کو جن کا اس میں ذکر ہوتا ہے اور بعض اوقات پڑھنے والوں کو بھی لافانی بنا دیتی ہے، کیونکہ عمدہ کتابوں نے انسان کے اخلاق اور طبائع پر اپنے گہرے نقوش چھوڑے ہیں، خیالات میں عظیم الشان تغیر پیدا کیا، ملکوں کی کایا پلٹ دی، قوموں کے سوئے ہوئے جذبات میں حیرت انگیز طور

پر ہلچل مچادی ہے، مردہ دلوں کو زندہ جاوید بنا دیا، قوموں کے انسانیت کے کھوکھلے ڈھانچوں میں روح پھونک دی ہے۔

بہت کم وقت میں بعید ترین قوموں کے حالات، اخلاق، عادات اوران کی تمام معاشرت معلوم کرادیتی ہے، ایک دوسرے کو سمجھنے میں پوراحق ادا کرتی اور خیالات کی اصلاح کردیتی ہے، غرض یہ کہ زندگی کے ہر موڑ پر پوری رہنمائی کرتی ہے۔ حضرت ابن الاعرابی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب ہی فرمایا:

لنا جلساء ما نمل حدیثهم الباء مامونون غیبا و مشهداً

ترجمہ: یقیناً یہ کتاب ہی ایسا ہم نشین ہے کہ جس کی گفتگو ملول خاطر نہیں ہوتی، بڑی رغبت اور دھیان سے اس کی بات کو سنا جاتا ہے اور فہم وشعور کی گرہوں کو کھولا جاتا ہے، علم ودانش کو پاتا ہے۔

علم و فہم و عقل و دانائی کا دفتر ہے کتاب

کتاب ایک دنیا ہے، یا ایک شہر جس میں بہت سی قومیں آباد ہیں، جن کا وہ اس کتابی دنیا میں مطالعہ کرتا ہے، بہت سی زبانیں تو یہ کہتی سنائی دیتی ہیں کہ فلاں شخص یا فلاں عالم دنیا میں باقی نہیں، لیکن کتابی دنیا، ان کو زندہ رکھتی اور زندہ کرتی ہے، جب ان کے حالات اور تذکرہ کا مطالعہ کرتا ہے تو درحقیقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ زندہ ہے۔

علامہ مسعودی رحمۃ اللہ علیہ سے کتاب کے بارے میں فصیح وبلیغ تعریف

علامہ مسعودی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب کی قدر وقیمت پر فصیح وبلیغ اور جامع تعریف کی ہے، اور فرماتے ہیں کہ:

اے میری کتابو! تم میری جلیس وانیس ہو، تمہارے ظریفانہ کلام سے نشاط اور تمہاری ناصحانہ باتوں سے تفکر پیدا ہوتا ہے، تم پچھلوں اور اگلوں کو ایک عالم میں جمع کردیتی ہو، تمہارے منہ میں زبان نہیں، لیکن تم زندوں اور مردوں کے افسانے سناتی ہو، تم ہمسایہ ہو، لیکن ظلم نہیں کرتیں، عزیز ہو لیکن غیبت نہیں کرتیں، دوست ہو

لیکن مصیبت میں ساتھ نہیں چھوڑتیں۔

علم کے موتی، اور علم کے گوہر نایاب دریافت کرنے کے لئے کتاب کا عاشق، علم کا طالب، تحقیق و تلاش کا دیوانہ، ماسوئ علم سے بیگانہ، ان تمام اغراض پرست، مطلب پرست برائے نام دوست یا دوست نما انسانوں سے بچنے کے لئے زبان حال سے یہ کہتا ہوا اپنے گھر کے گوشہ سے چمٹ جاتا ہے کہ ہم تو علم کی جستجو اور تحقیق میں مشغول ہیں اور حقائق و معارف اور انوار علم سے جھولیاں بھر رہے ہیں۔

کاش میرے پاس کتابیں رہ گئی ہوتیں

حضرت ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، میرے والد حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کی کتابیں یوم حرہ میں جل گئی تھیں بعد میں حضرت ہشام رحمۃ اللہ علیہ کے والد برابر فرمایا کرتے تھے:

کاش اہل وعیال، مال و دولت کی جگہ میرے پاس کتابیں رہ گئی ہوتیں۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہمارے پاس کتابیں ہیں، جنہیں ہم برابر دیکھا کرتے ہیں۔

ایک شاعر نے یہاں تک کہہ دیا ہے:

فمحبوبی من الدنیا کتابی

ترجمہ: دنیا میں میری محبوب ترین چیز بس میری کتاب ہے۔

مست ہو کر دیکھتے ہیں طالبانِ معرفت
بادۂ اسرار کا لبریز ساغر ہے کتاب

انسانوں سے نفرت کیوں؟

حضرت ابوالعباس احمد بن یحییٰ (م ٢٩١ھ) بن ثعلب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا آپ کو تو لوگوں سے بالکل نفرت ہوگئی، حالانکہ اگر کبھی کبھی خلوت سے باہر نکلتے اور لوگوں سے ملتے جلتے تو وہ آپ سے فائدہ اٹھاتے اور خدا آپ کو بھی ان سے فائدہ پہنچاتا؟ حضرت

ابوالعباس رحمۃ اللہ علیہ کچھ دیر سر جھکائے چپ رہے، پھر شعر پڑھے جن کا مطلب یہ ہے:

ہم بادشاہوں کے پاس صحبت اختیار کریں تو وہ ہمارے ساتھ غرور و تکبر سے پیش آئیں گے، اگر تاجروں کے پاس بیٹھیں تو دل کے غریب ہو جائیں گے اور مال کے چکر میں پڑ جائیں گے، پس ہم نے تو یہی مناسب جانا کہ گھر کے گوشہ کو اپنالیں اور کتب بینی اختیار کرلیں۔ (العلم والعلماء، ص ۲۵۷)

تھیلے میں کتابیں تھیں

ابن الجوزی نے کہا ہے کہ احمد بن محمد بن یاسین کہتے ہیں کہ میں نے احمد بن منیع بن عبدالرحمٰن البغوی البغدادی سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے اپنے دادا کو کہتے ہوئے سنا کہ امام احمد بن حنبل کا کوفہ سے آتے ہوئے مجھ پر گزر ہوا، ان کے ہاتھ میں ایک تھیلا تھا جس کا منہ رسی سے بندھا ہوا تھا اس میں کتابیں تھیں، میں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ کبھی بصرہ اور کبھی کوفہ۔

جب آدمی تیس ہزار احادیث لکھ لے تو یہ اس کے لئے کافی نہیں ہوتیں؟ وہ خاموش ہو گئے، پھر میں نے کہا ساٹھ ہزار، وہ پھر خاموش ہو گئے، میں نے پھر کہا ایک لاکھ اس پر فرمانے لگے کہ وہ تھوڑی سی معرفت علم حاصل کر لیتا ہے، احمد بن منیع کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے تین لاکھ احادیث لکھیں، بہز بن اسد، عفان بن مسلم اور روح بن عبادہ سے۔

محمد بن اسماعیل بخاری ''امیر المؤمنین فی الحدیث'' کیوں کر بنے؟

حافظ ابن کثیر نے ''البدایہ والنہایہ'' میں امام بخاری محمد بن اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۴ھ۔۲۵۶ھ) امیر المؤمنین فی الحدیث اور تاقیامت تمام لوگوں پر صاحب

فضیلت کی سوانح میں لکھا ہے کہ جہاں تک آپ کے لئے ممکن تھا آپ نے وہاں کے شیوخِ حدیث کی طرف سفر کیا اور جن شہروں تک آپ جاسکتے تھے وہاں تک آپ طلب حدیث کے لئے گئے، ایک ہزار سے زیادہ شیوخ سے آپ نے کتابت حدیث کی ہے، امام فربری کہتے ہیں کہ مجھ سمیت امام بخاری سے صحیح بخاری کی سماعت ستر ہزار افراد نے کی اور میرے علاوہ اب ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں۔

پھر حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جب رات کو نیند سے بیدار ہو جاتے تو چراغ جلا لیا کرتے تھے اور حدیث کا جو فائدہ ان کے دل میں آیا ہوتا اس کو لکھ لیتے، پھر چراغ بجھا لیا کرتے تھے، پھر دوسری مرتبہ ایسا ہی کرتے اسی طرح تقریباً بیس مرتبہ کرتے۔

خزانوں کو کتابوں سے تعمیر کریں

علماء کی زندگی کے اس گوشہ کے ذکر کرنے سے مالدار طلبہ کے لئے ایک بھرپور نمونہ ہے اور اس میں ہر زمانہ کے لوگوں کے لئے جاذبیت کا عنصر ہے کہ اپنے نفس کو زیادہ علم کے ساتھ مزین کرنے کے لئے وہ سخاوت اور فیاضی سے مال خرچ کریں اور اپنے خزانوں کو کتابوں سے تعمیر کریں، اس لئے کہ نفسِ انسانی اچھی خبر سننے سے اچھا ہوتا ہے اور مرغوب و پسندیدہ خبر کے سننے سے نفسِ انسانی میں انبساط اور طرب پیدا ہوتا ہے، جب کہ اس کا وقوع نابغۂ روزگار فضلاء سے سنے جیسا کہ ہمارے علماء سلف رحمہم اللہ تھے۔

اور جس شخص پر مطلوب کی عظمت ظاہر ہو جائے وہ اس کے حصول کے لئے ہر مرغوب کو خرچ کرتا ہے، امام ابن ہشام النحوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس نے علم کے لئے تکلیف برداشت کی وہ اس کے حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے، جو حسیناؤں کو پیغامِ نکاح دیتا ہے وہ خرچ برداشت کرتا ہے۔

امام فقیہ ابن حزم الظاہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے پاس موجودہ اشیاء میں علم کو سب سے زیادہ قدر و منزلت والا نہ سمجھے وہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ اس پر مٹی ڈال دی جائے۔

ایک کتاب کے لئے گھر فروخت کرنا

حافظ ابن رجب کی کتاب ''ذیل طبقات الحنابلہ'' میں امام نحوی، لغوی، مفسر، مقری، محدث، ادیب ابو محمد عبداللہ بن احمد بن الخشاب رحمۃ اللہ علیہ الحنبلی البغدادی (۴۹۲ھ۔۵۶۷ھ) کی سوانح میں آیا ہے۔

ابن النجار نے کہا کہ کوئی بھی اہلِ علم اور اصحابِ حدیث میں سے فوت نہیں ہوا مگر اس نے ان کی تمام کتابیں خریدیں، میں نے اصول المشائخ ان کے ہاں سے حاصل کی، ان کا تھیلا علم کی کتابوں سے خالی نہ ہوتا تھا۔

ان کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے ایک دن ایک کتاب پانچ سو درہم میں خریدی لیکن ان کے پاس کوئی چیز نہ تھی، انہوں نے اس سے تین دن کی مہلت طلب کی پھر پانچ سو درہم میں اپنا گھر اس کتاب فروش کو فروخت کردیا، جب وہ بیمار ہو گئے تو کتابوں کے وقف پر انہوں نے گواہ بنائے، ان میں اکثر کتابیں متفرق ہو کر بازار میں فروخت کردی گئیں، تمام کتابوں کا ایک عشر باقی بچا جو انہوں نے رباطِ مأمونیہ کے لئے وقف کردیا تھا۔

مرنے کے بعد بھی کتابوں سے مشغولیت

ذہبی کی ''سیر اعلام النبلاء'' اور تذکرۃ الحفاظ'' میں اور حافظ ابن رجب کی ''ذیل طبقات الحنابلہ'' اور یاقوت الحموی کی ''معجم الادبا'' میں ابوالعلاء الحسن بن احمد بن سہل العطار قاری محدث حافظ فقیہ الحنبلی، ادیب لغوی، مؤرخ، نساب، رجال، زاہد شیخ ہمذان رحمۃ اللہ علیہ (۴۸۸ھ۔۵۶۹ھ) کی سوانح میں آیا ہے۔

آپ ہمذان میں پیدا ہوئے وہاں کے کبار شیوخ سے علم حاصل کیا پھر چار مرتبہ بغداد کا سفر کیا وہاں علماء کی بڑی تعداد سے سماع کیا، پھر ہمذان واپس آئے وہاں ایک کتب خانہ اور ایک کتابوں کا مخزن قائم کیا اور اپنی تمام کتابیں اس میں وقف کردیں، آپ نے بہت اصول اور معتبر خطوط کے نادر اور بڑی کتابیں حاصل کیں، آپ اپنے اہلِ

زمانہ پر کثرت سماع اور اپنے سماع سے اخذِ اصول اور اچھی کتابت اور لکھے ہوئے پر اتفاق میں فائق تھے، اس لئے کہ آپ نے جو کچھ لکھا وہ معرب اور بانقط ہوتا تھا۔

مال کی محبت سے آپ عفیف تھے، مال آپ کی نظر میں بے وقعت چیز تھی، آپ خاندانی تاجر تھے، لیکن میراث میں جو کچھ ملا وہ فروخت کر کے علم پر صرف کر دیا آپ نے پیدل بہت سفر کئے، یہاں تک کہ کئی مرتبہ آپ نے بغداد اور اصفہان کا سفر پیدل کیا، اپنی کتابیں اپنی پیٹھ پر اٹھاتے، آپ کو پیدل چلنے میں عجیب فوقیت دی گئی تھی، ایک دن میں آپ تیس تیس فرسخ چل لیا کرتے تھے، ہر علم میں سے آپ نے وافر حصہ پایا تھا، فرماتے تھے کہ میں بغداد کی مساجد میں رات گزارتا اور روٹی کے بچے کچے ٹکڑے کھایا کرتا تھا۔

امام طلحہ بن مظفر العلثی کہتے ہیں کہ بغداد میں ابن الجوالیقی کی کتابیں فروخت ہو رہی تھیں، حافظ ابو العلاء الہمذانی بھی وہاں تشریف لے آئے، کتابوں کی ایک قطعہ پر ساٹھ دینار کی بولی لگی، انہوں نے وہ لے لیں اور دوسری جمعرات تک رقم ادا کرنے کے لئے مہلت طلب کی، حافظ وہاں سے نکل کر ہمذان کے راستہ پر ہو لئے، وہاں پہنچ کر انہوں نے اپنے گھر کی بولی لگائی، جب ساٹھ دینار تک بولی پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ دے دو، لوگوں نے کہا کہ یہ ساٹھ دینار سے زیادہ میں فروخت ہو سکتا ہے، آپ نے فرمایا کہ اسی میں دے دو آپ نے ساٹھ دینار لے لئے اور واپس بغداد آ گئے اور وہ رقم ادا کر دی، آپ کی حالت کا ایک مدت تک کسی کو علم نہ ہو سکا۔

ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ آپ کو فوت ہونے کے بعد خواب میں دیکھا گیا کہ آپ ایک ایسے شہر میں ہیں جس کی دیواریں کتابوں کی ہیں اور آپ کے اردگرد بھی بے حد و حساب کتابیں ہیں اور آپ مطالعہ میں مشغول ہیں، ان سے پوچھا گیا کہ یہ کتابیں کیسی ہیں؟ فرمایا کہ میں نے اللہ سے سوال کیا تھا کہ جس چیز کے ساتھ میں دنیا میں مشغول تھا یہاں بھی مجھ کو وہی مشغولیت نصیب فرما، تو اللہ نے مجھے وہی مشغولیت نصیب فرما دی۔

ان کی طرف علماء نے مشرق و مغرب کا سفر کیا، آپ کے فضائل اور علوم کثیرہ کی

شہرت آفاق میں ہوئی۔

سورج کا چلنا ہر وطن میں ہوا اور ہوا مشرق ومغرب میں اڑی۔

مغرب اقصیٰ سے ایک شخص نے ان کی طرف سفر کیا اور ایک وقیع قصیدے میں ان کی مدح کی اور سفر میں ان کو جو مصائب وشدائد پیش آئے وہ بیان کئے اور یہ کہ ان کی طرف آنے میں ان کو ایک سال پیدل چلنا پڑا:

سعی الیک علی قرب و من بعد من کان ذا رغبة فی العلم و السند

ترجمہ: آپ کی طرف دور اور نزدیک سے ہر اس شخص نے سفر کیا جس کو علم اور سند میں رغبت تھی۔

حتی اناخ بمغناک الکریم و قد کلت رکائبه فی الغیط و السند

ترجمہ: یہاں تک کہ انہوں نے آپ کی قدر ومنزلت والی رہائش گاہ میں اپنی سواریاں بٹھا دیں جب کہ سواریاں وسیع زمین اور پہاڑوں پر چلنے کی وجہ سے تھک چکی تھیں۔

و ما اناخ بمغنی غیر کم احد الا و نودی ما بالربع من احد

ترجمہ: تمہاری منزل کے علاوہ جس نے بھی کہیں پڑاؤ ڈالا تو اس کو یہی آواز آئی کہ روئے زمین پر اور کوئی موجود نہیں۔

و قد قصدتک من اقصی المغارب ما ابغی سواک لوحی الواحد الصمد

ترجمہ: میں نے اقصیٰ مغرب سے تمہارا ارادہ کیا، میں اللہ واحد صمد کی وحی کے علم کے لئے آپ کے علاوہ کسی کو نہیں چاہتا۔

و ما امتطیت سوی رجلی راحلة و قد غنیت عن العیرانة الاجد

ترجمہ: میں سوائے اپنے پاؤں کے سفر میں کسی چیز پر سوار نہیں ہوا اور میں قوی اونٹنی سے بے پرواہ تھا۔

و هذا رحلة بکر کشفت لها عن ساق ذی عزمات غیر متئد

ترجمہ: یہ اپنی نوعیت کا پہلا سفر ہے جس کے لئے میں نے اپنی عزم

والی ٹانگ اٹھائی بغیر رسی کے ساتھ باندھے۔

عنایة لم تکن قبلی لذی طلب و حظوة لم تکن فی غابر الابد

ترجمہ: ایسی عنایت کہ مجھ سے پہلے کسی طالب کے حصہ میں نہیں آئی اور ایسا حصہ ہے جو باقی ماندہ میں بھی کبھی نہ ہوگا۔

هل کان قبلک حبر امه رجل و سار مدة حول سیر مجتهد

ترجمہ: کیا آپ سے پہلے کوئی ایسا عالم ہوا ہے، جس کا کسی شخص نے قصد کیا ہو اور ایک سال مشقت والا سفر کیا ہو۔

ابا العلاء لدیک الکل انک فی اقصی العراق مقیم منه فی بلد

ترجمہ: اے ابو العلاء تیرے پاس سب کچھ ہے تو اقصیٰ عراق کے ایک شہر میں مقیم ہے۔

و قد فشالک ذکر فی البلاد کما فاحت ازاهر روض للغمام ندی

ترجمہ: اور تیرا تذکرہ تمام ممالک میں اس طرح پھیلا ہے جیسے باغ کے پھولوں کی خوشبو اور بادلوں کی نمی۔

میں نے علم کی کتابیں خرید لیں

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ ''لفتة الکبد فی نصیحة الولد'' میں اپنے صاحبزادے کو اپنے پلنے اور ابتدائی حالات کے بارے میں فرمایا:

میرے بیٹے جان لو کہ میرا والد بہت مالدار تھا وہ ہزاروں کے حساب سے مال چھوڑ کر گئے تھے، جب میں بالغ ہوا تو لوگوں نے مجھ کو بیس دینار اور دو گھر دیئے کہ یہ تیرے والد کا ترکہ ہے، میں نے بیس دینار کی علم کی کتابیں خرید لیں اور دونوں گھروں کو فروخت کر کے اس رقم کو طلب علم پر خرچ کر دیا، میرے پاس اس مال میں سے کچھ نہیں بچا، تیرا والد کبھی طالب علموں میں ذلیل نہیں

ہوا اور نہ کبھی واعظوں کی طرح شہروں میں چکر لگانے کے لئے نکلا اور نہ کبھی کسی سے کچھ طلب کرنے کے لئے رقعہ بھیجا، تمام امور صحیح طریقہ سے برابر چل رہے ہیں:

وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّ یَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ (الطلاق:۲،۳)

اے میرے بیٹے! طلب دنیا اور اہل دنیا کے سامنے ذلیل ہونے سے اپنے آپ کو بچاؤ اپنی عزت وآبرو کو بچاؤ، قناعت اختیار کرو، عزت پاؤ گے، جو شخص روٹی اور لوبیا پر قناعت کر سکتا ہو اس کو کوئی غلام نہیں بنا سکتا، میں کبھی کبھی اس حال میں صبح وشام کرتا تھا کہ میرے پاس کھانے کو کوئی چیز نہ ہوتی تھی، مجھ کو اللہ نے کبھی کسی مخلوق کے سامنے ذلیل نہیں کیا، میری آبرو کی حفاظت کے لئے میرا رزق میری طرف چلا آتا تھا، اگر میں اپنے احوال کی وضاحت کروں تو شرح طویل ہو جائے گی اور اب جو میری حالت ہے وہ تمہارے سامنے ہے تم دیکھ رہے ہو۔

حافظ ابوالقاسم بن عساکر الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ کی عجیب حالت

آپ اپنے وقت کے امام حافظ محدث تھے، آپ کی ولادت ۴۹۹ھ کو دمشق میں ہوئی اور ۵۷۱ھ میں وہیں فوت ہوئے۔

ابن النجار نے کہا کہ میں نے اپنے شیخ عبدالوہاب بن الامین کو کہتے ہوئے سنا کہ ایک دن میں اور حافظ ابوالقاسم بن عساکر ابوسعد السمعانی کے ساتھ طلب حدیث اور لقاء شیوخ کے لئے جارہے تھے، ہم کو ایک شیخ مل گئے تو ابن السمعان نے ان کو کھڑا کر لیا تاکہ ان سے کچھ پڑھ لیں اور اپنے تھیلے میں اپنی سماع کی کتاب تلاش کرنے لگے، نہ ملنے کی وجہ سے ان کا سینہ تنگ ہو رہا تھا، ابن عساکر نے کہا وہ جزء جس کی تم سماعت کرنا چاہتے ہو وہ کیا ہے؟ انہوں نے کہ کہ ابن ابی داؤد کی ''البعث و النشور'' جس کی

سماعت انہوں نے ابونصر الزینبی سے کی تھی، انہوں نے ان کو کہا کہ پریشان نہ ہو اور زبانی ان کو پوری کتاب یا اس کا بعض حصہ سنا دیا۔

شیخ محی الدین النووی نے کہا کہ انہی کا لکھا ہوا میں نے نقل کیا کہ وہ حافظِ شام، حافظ الدنیا، امامِ مطلق، ثقہ اور ثبت تھے۔

ان کے صاحبزادے حافظ ابو محمد القاسم نے نقل کیا ہے کہ میرے والد نے بہت سی ایسی کتابوں کا سماع بھی کیا کہ اس کا ایک نسخہ بھی انہوں نے حاصل نہیں کیا، حافظ ابو علی الوزیر کے نسخہ پر اعتماد کرتے ہوئے اس لئے کہ جو نسخہ ابن الوزیر حاصل کر لیتے میرے والد وہ حاصل نہ کرتے اور جو میرے والد حاصل کر لیتے وہ ابن الوزیر حاصل نہ کرتے۔

ایک رات چاند کی روشنی میں اپنے ایک ساتھی کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے میں نے ان کو سنا وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے کئی سفر کئے لیکن یہ سفر نہ کرنے کے برابر تھے اور میں نے علم حاصل کیا لیکن نہ کرنے کے برابر ہے، میرا خیال تھا کہ میرا ساتھی ابن الوزیر وہ کتب جن کی میں نے سماعت کی مثلاً صحیح بخاری اور مسلم اور بیہقی کی کتب اور اجزاء عوالی لے آئیں گے میں مروان کی رہائش گاہ پر گیا اور وہیں مقیم ہو گیا، پھر مجھے اپنے ایک دوسرے ساتھ جن کو یوسف بن فاروالجیانی کہا جاتا تھا کا انتظار تھا، پھر ابوالحسن المرادی کا انتظار رہا، انہوں نے مجھ کو کہا کہ میں کئی مرتبہ دمشق گیا اور پھر اپنے ملک اندلس آ گیا، ان میں کوئی بھی دمشق نہ آیا، اس لئے اب مجھ کو تیسرا مرحلہ طے کرنا پڑے گا اور مجھ کو بڑی کتب اور اہم اجزاء اور عوالی حاصل کرنا پڑیں گیں۔ کچھ دن گزرے تھے کہ ان کے رفقاء میں سے ایک شخص آئے کسی نے کہا کہ یہ ابوالحسن المرادی ہیں، میرے والد نیچے اتر آئے ان کو اپنے گھر لائے ان کو وہاں ٹھہرایا، وہ ہمارے لئے بڑے بڑے ٹوکرے کتابوں کے بھرے ہوئے لائے، جن میں میرے والد کی مسموعات تھیں، میرے والد اس پر بہت خوش ہوئے اور اللہ کا شکر ادا کیا، اللہ نے ان کی مسموعات بغیر مشکل کے ان کو عطا کر دیں، وہ ان مسموعات کی طرف متوجہ ہو گئے، ان کا لکھنا اور لکھوانا شروع کیا، یہاں تک کہ اپنا مقصود حاصل کر لیا اور جب بھی وہ کسی جز کی طرف متوجہ ہوتے تو ایسا لگتا جیسے ان کو

دنیا و مافیہا کی حکومت حاصل ہوگئی۔ رحمۃ اللہ علیہ

کتاب کے ساتھ ایک شاندار فعل

قفطی کی ''ابناء الرواۃ علی ابناء النحاۃ '' میں ابن الکوفی علی بن محمد بن الزبیر الاسدی النحوی اللغوی الکوفی رحمۃ اللہ علیہ (۲۵۴ھ۔ ۳۴۸ھ) کی سوانح میں آیا ہے کہ وہ عالم صحیح الخط روایت کرنے والے کتابوں کو جمع کرنے والے صادق الروایہ، گہری بحث کرنے والے، ابو العباس ثعلب کے خاص اصحاب میں سے تھے۔

ان کے والد کوفہ کے مالدار لوگوں میں سے تھے، ان کا یہ بیٹا ابتداء سے علم میں مشغول ہوگیا، جب ان کے والد فوت ہوئے تو پچاس ہزار دینار سے زیادہ چھوڑ کر گئے، انہوں نے وہ تمام طلب علم اور کتب کی خریداری، کتابوں کے لکھنے لکھانے پر صرف کیے، اس مال سے ایک اچھا خاصا حصہ انہوں نے محتاج طالب علموں پر خرچ کیا، ان کا گھر فقراء طلبہ میں گھرا رہتا تھا اور یہ فراوانی سے ان پر خرچ کرتے۔

ان کی کتابیں انتہائی شاندار اور صاف ستھری ہیں، کچھ اس زمانہ میں موجود ہیں، جب ان کو دیکھا جاتا ہے تو وہ ان کے بیداری، بحث اور رغبت پر دلالت کرتی ہیں، انہوں نے ہر فن کے لئے کتب خانہ میں جگہ مخصوص کی تھی اور ہر کتاب کی ابتداء میں علامت لکھی ہوئی تھی کہ بوقت ضرورت اس کو لیا جائے اور ضرورت ختم ہوجانے کے بعد اس کو اسی جگہ کی طرف لوٹا دیا جائے، اللہ ان پر رحمت فرمائے یہ ان کا کتنا شاندار فعل ہے۔

فوائد علم کی تلاش نے ان کو تصنیف کا موقعہ نہیں دیا، ان کی ایک ہی تصنیف ''معانی الشعر واختلاف العلماء فی ذلک'' دیکھی گئی۔

کتابیں نہ ملنے کی وجہ سے زمین فروخت کر کے سفر کرنا

تاج السبکی کی ''طبقات الشافعیۃ الکبریٰ '' میں فقیہ حافظ محدث امام ابو محمد عبدان بن محمد بن عیسیٰ المروزی رحمۃ اللہ علیہ (۲۲۰ھ۔ ۲۹۳ھ) جن کا زہد اور حافظہ ضرب المثل تھا کی سوانح میں آیا ہے۔

ابو سعد السمعانی نے کہا کہ ''عبدان'' وہ شخص ہیں جنہوں نے ''مرو'' میں احمد بن سیار کے بعد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کو اجاگر کیا، احمد بن سیار نے ربیع مرادی سے مصرف سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں مرو لے کر گئے اور لوگوں کو تعجب میں مبتلا کیا، ان میں سے بعض نے عبدان کی کتب دیکھیں وہ ان کو لکھنا چاہتے تھے لیکن احمد بن سیار نے ان کو اس سے منع کر دیا تو انہوں نے مرو کی بستی ''جنوجرذ'' میں اپنی زمین فروخت کی اور مصر چلے گئے وہاں وہ ربیع اور دیگر اصحابِ شوافع سے ملے اور ان کی کتابوں کو انہوں نے نقل کیا، فقہاء اور مشائخ میں ایسے لوگوں سے ملے جن سے دوسرے نہ مل سکے اور ان سے کتابیں نقل کیں، پھر شام اور عراق کی طرف سفر کیا اہل مصر سے انہوں نے کتابیں لکھیں اور مرو واپس آگئے۔

احمد بن سیار کو سلام کرنے اور مبارکباد دینے کے لئے آئے اور ان کو کتابیں نہ دینے پر معذرت بھی کرنے لگے، تو عبدان نے ان کو کہا کہ معذرت نہ کریں بلکہ آپ نے تو مجھ پر اس بارے میں احسان کیا اگر آپ مجھ کو کتابیں دے دیتے تو میں انہی پر اکتفاء کر لیتا پھر میں مصر نہ جا سکتا اور اصحابِ شافعی سے نہ مل سکتا اس پر احمد بن سیار خوش ہو گئے۔

انبیاء کی وراثت حاصل کرنے کی خاطر

اور یہ امام الائمہ علم الجرح والتعدیل کے امام ''یحییٰ بن معین'' البغدادی رحمۃ اللہ علیہ (۱۵۸ھ۔۲۳۳ھ) ہیں، جو امام بخاری ومسلم اور ان کے علاوہ ائمہ حدیث کے شیخ ہیں، حافظ ابن حجر نے ''تہذیب التہذیب'' اور علیمی نے ''المنہج الاحمد'' میں ان کی سوانح میں کہا کہ ان کی ولادت خلیفہ ابو جعفر المنصور کے زمانہ خلافت ۱۵۸ھ میں ہوئی، ان کے والد معین، عبداللہ بن مالک منشی تھے، پھر ان کو ''رَی'' کے اخراج پر مقرر کیا گیا وہیں وہ فوت ہو گئے تھے، انہوں نے اپنے بیٹے کے لئے ایک کروڑ پچاس ہزار درہم چھوڑے، یحییٰ نے وہ تمام رقم حصولِ حدیث پر خرچ کر دی، یہاں تک کہ ان کے پاس پہننے کے لئے جوتا بھی نہ رہا، جب یحییٰ فوت ہوئے تو انہوں نے ایک سو چودہ بڑے بڑے مشکیزے اور چار بڑے بڑے مٹکے کتابوں کے بھرے ہوئے چھوڑے، ''تہذیب التہذیب'' کی روایت میں ہے

کہ ہیں تھیلے بھی بھرے ہوئے چھوڑے۔

تن کے کپڑے فروخت کر کے کاغذ خریدنا

علامہ ابوزید الدباغ نے ''معالم الایمان فی معرفتہ اہل القیروان'' میں ابوجعفر احمد بن عبدالرحمٰن القصری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳۲۱ھ) کی سوانح میں لکھا ہے کہ وہ فقیہ، صالح، کثرت سے رونے والے تھے، روایت تصحیح کتب اور جمع کتب کے ساتھ خاص شغف تھا اور کہا کرتے تھے کہ دن اور رات میں لکھنے کی کثرت کی وجہ سے چالیس سال سے میرا قلم خشک نہیں ہوا، کبھی وہ اپنے کپڑے فروخت کر کے کتاب یا لکھنے کے لئے کاغذ خریدا کرتے تھے۔

ابوبکر مالکی کہتے ہیں کہ ابوجعفر سوس شہر میں یحییٰ بن عمر کی ملاقات کے لئے وہاں پہنچے تو پتہ چلا کہ انہوں نے ایک کتاب تصنیف کی، ان کے پاس اتنا کچھ نہ تھا کہ کاغذ خرید کر کتاب اپنے لئے نقل کر لیتے، انہوں نے اپنی قمیص فروخت کی اور اس سے کاغذ خریدے، کتاب لکھی پھر اس کا تقابل کیا اور واپس قیروان آگئے۔

گھر کا سامان فروخت کر کے کتاب خریدنا

''تذکرۃ الحفاظ'' میں حافظ امام ابوبکر محمد بن عبداللہ بن زکریا رحمۃ اللہ علیہ الشیبانی الجوزقی المعدل محدث نیشاپور کی کتاب ''الصحیح المخرج علی صحیح مسلم'' کے مصنف (۳۰۶ھ۔ ۳۸۸ھ) کی سوانح میں آیا ہے کہ جب انہوں نے ''المدونہ'' کتاب کی تشریح اور اختصار میں کتاب لکھی تو اس کا نام ''التقریب'' رکھا، طلبہ نے اس کتاب کو مناظرہ میں استعمال کیا اور اس سے نفع حاصل کیا، جب انہوں نے اس کتاب کی تالیف مکمل کی تو اس کا ایک نسخہ صقلیہ شہر میں داخل ہوا، عبدالحق بن محمد بن ہارون السہمی القرشی، صقلیہ کے فقیہ اور عالم تھے، ان کی وفات ۴۶۶ھ میں اسکندریہ میں ہوئی، انہوں نے صقلیہ سے سفر نہیں کیا جب انہوں نے یہ کتاب دیکھی، پڑھی اور ان کے جو اقوال اس میں داخل کئے گئے تھے وہ دیکھے تو انہوں نے اس کتاب کو اچھا سمجھا اور اس کو خریدنے کا ارادہ کیا لیکن ان کے پاس قیمت پوری نہ ہوسکی، تو انہوں نے گھر کا

سامان فروخت کر کے کتاب خریدی، اس کے بعد کتاب زیادہ مہنگی ہوگئی اور لوگوں نے کتاب کی طرف رغبت کی۔

کتابیں کس طرح جمع کیں؟

خطیب بغدادی ابو القاسم بن الجبلی نے اپنی سند کے ساتھ ابن الجوزی نے ''مناقب الاحمد'' میں اپنی ابوعمران الاشیب کی سند سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے ابراہیم الحربی سے کہا کہ تم نے اتنی کتابیں کس طرح جمع کیں، تو وہ ذرا غصہ میں آئے اور کہا کہ اپنے گوشت اور خون کو نچوڑ کر مجھ کو اتنی کتابیں جمع کرنے پر قدرت حاصل ہوئی۔

عالم کی عظمت کتاب میں ہے

یہاں جب ہم کو حربی کا کتاب کے ساتھ تعلق معلوم ہوگیا کہ انہوں نے کس طرح گوشت اور خون نچوڑ کر کتابیں حاصل کیں تو یہ بات کیسے معقول ہوسکتی ہے کہ وہ بیوی کی یہ بات مان لیں کہ تم اپنی کتابوں میں سے کچھ لے آؤ تاکہ ہم ان کو فروخت کر لیں، یا رہن میں رکھ لیں، عالم کی کتابیں اس کی وہ دوست ہیں جس کی وجہ سے یہ زندہ رہتا ہے، عالم اپنے کپڑے تو فروخت کر سکتا ہے لیکن کتاب فروخت نہیں کر سکتا، زمخشری نے اپنی کتاب ''نوابغ الکلم'' میں لکھا ہے کہ تاجر کی عظمت اس کی جیب میں اور عالم کی عظمت اس کی کتاب میں ہوتی ہے۔

عورت کی نظر میں کتاب ایک نقصان دینے والی سوکن ہوتی ہے، اس کی کوشش ہوتی ہے کہ ان کو فروخت کیا جائے اور گھر سے نکالا جائے اور علماء کی نظر میں کتاب بھائی اور مددگار کی طرح ہوتی ہے اگر ان کو تنگدستی ہو جائے تو وہ بھوک پیاس اور برہنہ رہنا برداشت کر لیتے ہیں لیکن کتاب کا فراق اور کتاب کو نکالنا برداشت نہیں کر سکتے۔

فمحبوبی من الدنیا کتابی

دنیا میں میری محبوب تو کتاب ہی ہے۔

کتاب کی خریداری ہر چیز پر مقدم ہے

حافظ ذہبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں اپنے شیخ علی بن مسعود بن نفیس موصلی حلبی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (۶۳۴ھ۔۷۰۴ھ) کے احوال میں لکھا ہے کہ وہ شیخ امام محدث ابو الحسن علی بن مسعود الموصلی تھے، میں نے ان کی مجلس کا التزام کیا اور ان سے تمام علوم کی سماعت کی وہ بہت دیندار، پسندیدہ، صوفی اور عفیف تھے، انہوں نے اتنا پڑھا کہ اس کی کثرت بیان نہیں کی جا سکتی، انہوں نے اصول حاصل کر رکھے تھے باوجود بھوک و افلاس کے کتب کی خریداری کیا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور کتاب

حضرت عبداللہ بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ جو کہ پوتے ہیں خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے، انہوں نے سب سے ملنا جلنا موقوف کر دیا تھا اور قبرستان میں رہنے لگے تھے، ہمیشہ ہاتھ میں کتاب دیکھی جاتی تھی، ایک مرتبہ اس بارے میں سوال کیا گیا تو کہنے لگے:

میں نے قبر سے زیادہ واعظ، کتاب سے زیادہ دلچسپ رفیق اور تنہائی سے زیادہ بے ضرر رساں ساتھی کوئی نہیں دیکھا۔

للہ من جلساء لا جلیسھم   و لا خلیطھم للسوء مرتقب

ترجمہ: خدا کی قسم! یہ (کتابیں) ایسی عمدہ ہم نشین ہیں کہ ان کے ہم نشینوں کو کسی برائی کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ (العلم والعلماء)

کتاب کی اس قدر و قیمت نے علم دوست انسانوں کو کتابوں سے عشق و محبت کے درجہ تک پہنچا دیا، اور وہ ہر قیمت پر کتاب کو حاصل کرتے اور حرز جاں بناتے تھے اور اس کے مطالعہ کو سب سے زیادہ پسندیدہ چیز جانتے تھے کیونکہ یہ ایک بڑا وسیلہ ہے تحصیل علم کا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سے محبت

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ:

مجھ پر چالیس سال اس حال میں گزرے ہیں کہ سوتے جاگتے
کتاب میرے سینے پر رہتی تھی۔

کتاب کی قدر و قیمت تو یہ ہے کہ انسان ان کی قیمت چکا ہی نہیں سکتا، جس نے کہا بالکل مناسب ہے:

کتابیں وہ فلک ہفت متین ہیں جہاں دنیا کے کاملین و عارفین کی
روحیں جمع ہیں۔

چند اوراق کا مجموعہ جسے ''کتاب'' کہا جاتا ہے کیا چیز ہے؟ شبانہ روز کی محنت شاقہ۔

حضرت ابن المقری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سے محبت

حضرت ابن المقری رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے ایک نسخہ (کتاب) ''ابن فضالہ'' کی خاطر سترہ منزل یعنی ۱۴۰ میل کا سفر کیا تھا، اس کتاب کی ظاہری حالت یہ ہے کہ اگر کسی نان بائی (نان فروش) کو دی جائے تو وہ ایک روٹی بھی اس کے عوض دینا گوارا نہ کرے۔ (علماء سلف، ص ۴۳)

ملا عبدالرحمٰن احمد نگری رحمۃ اللہ علیہ

ملا عبدالرحمٰن احمد نگری رحمۃ اللہ علیہ بارہویں صدی کے مشہور عالم ہیں، وہ اپنی کتاب دستور العلماء میں احمد نگر کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

ان کے والد جو احمد نگر کے قاضی بزرگ تھے، جس وقت بستی میں
مرہٹوں نے لوٹ مار کرنا شروع کیا تھا، اس وقت انہوں نے اپنی
کتابوں کو منتقل کرنے کا اس قدر اہتمام کیا تھا کہ تمام اسبابِ خانہ
سے قبل کتابوں کو مزدوروں کے ذریعہ منتقل کیا، جب کہ گھر کا وہ
سامان جو قوم مذکور نے لوٹ مار کر کے قبضہ کر لیا تھا بارہ (۱۲)
اونٹوں پر لاد کر لے گئے تھے۔ (اسلام کا نظام تعلیم وتربیت، ص ۶۹، ۷۰)

اسحاق بن سلیمان

اسحاق بن سلیمان طبیب حمیات جو کہ کتابوں کا شیدائی تھا اس نے عمر بھر شادی نہیں کی تھی، سب ہی جانتے ہیں کہ اولاد کی تمنا کس کو نہیں ہوتی؟ لیکن جب کسی نے ان سے اولاد کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ اپنی کتاب ''حمیات'' کی موجودگی میں اولاد کے نہ ہونے کا کوئی غم نہیں رکھتا۔ (اسلامی کتب خانے، ص ۱۴۰)

سلیمہ سلطان بیگم

شہزادی سلیمہ سلطان بیگم کو کتب بینی کا بہت شوق تھا اور کتاب کو وہ بہت پسند کرتی تھیں، ایک مرتبہ شاہی کتب خانہ سے ایک کتاب بنام ''نامۂ خرد افزا'' گم ہوگئی تو وہ اس کی وجہ سے بہت پریشان ہوئی، اس کی معلومات کے لے عبدالقادر (جن کی نگرانی میں یہ کتب خانہ رہ چکا تھا اب بدایوں میں قیام فرماتے تھے) متعدد بار بدایوں سے طلب کیے گئے۔

(نظام تعلیم وتربیت، ص ۶۷، ۶۸)

حافظ ابن فراط بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حافظ ابن فراط بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے جب وفات پائی تو کتابوں کے اٹھارہ (۱۸) صندوق چھوڑے، ان میں سے اکثر خود ان کی خودنوشت تھیں۔ (علماء سلف، ص ۲۷)

حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

مؤرخ اسلام حضرت سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۷۳ھ) خود تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے جب مدینہ منورہ کے کتب خانہ محمودیہ کی کتابوں کو ہاتھ لگایا تو خوشی سے اچھل پڑا کہ حدیث وتفسیر کا اتنا نایاب ذخیرہ اب تک میری نگاہوں نے نہیں دیکھا تھا، بہت سی کتابیں جن کو صرف ایک نظر دیکھنے کی تمنا تھی، وہ یہاں آج پوری ہوگئی۔

(رسالہ معارف: ۴۱۰/۱۸)

شیخ عبداللہ بیابانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ عبداللہ بیابانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۳۶ھ) عشقِ الٰہی اور شوقِ علم سے سرشار رہتے تھے، جذب کے عالم میں میں مالوہ کے جنگلوں میں پھرتے رہے، مگر کتابیں پاس رہتی تھیں۔ (اسلامی کتب خانے، ص۱۹۶)

حضرت اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ

اورنگزیب رحمۃ اللہ علیہ بڑے وسیع النظر اور صاحب علم تھے، زندگی کی آخری سانس تک کتابوں سے محبت کرتے رہے۔ (اسلامی کتب خانے، ص۲۳۲)

شیخ محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۴۶ھ) کا کتابوں سے محبت کا حال یہ تھا کہ جس قدر آپ کو روپے پیش کئے جاتے، ان سے کتابیں خرید کر طلباء کے لئے وقف فرما دیتے، ایک دفعہ پندرہ ہزار کی خطیر رقم آئی تو اس کو بھی کتابیں خرید کر صرف کر دیا۔

(مقدمہ انوار الباری: ۲/۱۹۲)

حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۴ھ) آپ کو چونکہ علم سے گہری دلچسپی تھی، اس لئے آپ کو کتابوں سے بہت محبت تھی، لکھا ہے:

> مولانا بچپن میں اکثر دہلی کے کتب خانوں کا چکر کاٹتے تھے......
>
> ۱۳۵۶ھ میں جب حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حج کو تشریف لے گئے تھے، کام سے فارغ ہو کر کتب خانوں میں چلے جاتے اور قیمتی سے قیمتی کتابیں خرید لاتے۔

آپ کے اس ذوق میں اس قدر اضافہ ہوا کہ اس کے علاوہ کوئی اور ذوق نہیں تھا، کتابوں کے خریدنے میں اپنا عزیز سے عزیز سرمایہ لگا دینے میں کوئی ہچکچاہٹ نہ

تھی ۔ (سوانح یوسفی)

مولوی نور محمد صاحب کہتے ہیں کہ اکثر اوقات اپنے بدن تک کپڑے بیچ کر کتابیں خرید لیتے ، اس کے باوجود ان کی پیاس نہ بجھتی اور ذوق وشوق بڑھتا ہی جاتا، کسی قیمت پر بھی کتاب خریدتے تو اس کو سستی جانتے ، اور زبان حال سے یہ پڑھتے :

جمادے چند دادم، جاں خریدم
بحمد اللہ بس ارزاں خریدم

حضرت مولانا شروانی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا شروانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۹ھ) آپ کو کتابوں سے بڑی محبت ہی نہیں تھی بلکہ آپ کو اپنی کتابوں سے عشق تھا اور اگر کوئی صاحب ذوق مل جاتا تو دیر تک اسے دکھاتے اور خوش ہوتے ، اپنی عمر عزیز کے ساتھ (۶۰) سال سے زائد اوقات اپنے نادر کتب خانہ کی فراہمی میں صرف کئے ۔

مولانا بدر الدین علوی صاحب کا بیان ہے کہ تاریخ شیر شاہی کا قلمی نسخہ گم ہو گیا تھا، جب تلاش وجستجو کے بعد وہ نسخہ ان کے پاس پہنچا تو نواب صاحب نے کتاب کو اپنے ہاتھ میں لے کر بے اختیار اپنے سر اور آنکھوں پر رکھا، بہت دیر تک سینے پر رکھ کر چومتے رہے، اس سے اندازہ کیجئے کہ کتنا عشق ان کو اپنی کتابوں سے تھا۔

کتاب درحقیقت ہے ہی ایسی عظیم دولت اور ایسی پسندیدہ نعمت جس کے ساتھ اس درجہ کا والہانہ تعلق ہو، ایسے عاشقانِ کتاب کی شان میں ہی تو یہ کہا گیا ہے:

مست ہو کر جھومتے ہیں طالبانِ معرفت
بادۂ اسرار کا لبریز ساغر ہے کتاب

چونکہ علم واسطہ ہے معرفت الٰہی کا ، اور کتاب وسیلہ ہے اس علم کا جس کو طالبانِ معرفت نے اپنا محبوب بنالیا ہے، گمشدہ چیز کی تلاش میں جب آدمی کو کامیابی ہو جاتی ہے تو وہ بے اختیار بے پناہ مسرت کا اظہار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے، جس سے اس کی سچی محبت کا پتہ چلتا ہے، بس یہی کیفیت حضرت مولانا موصوف کی اس وقت ہوئی جب گمشدہ

کتاب حاصل ہوگئی۔ (سیرت مولانا مونگیری رحمۃ اللہ علیہ، ص ۳۲)

آفتاب اہل سنت حضرت علامہ محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ فرماتے ہیں کہ میں نے مشکوٰۃ کے ساتھ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ''حجۃ اللہ البالغۃ'' اور ابن رشد کی ''بدایۃ المجتہد'' کا مطالعہ کیا تھا، یہ دونوں کتابیں میرے پاس اپنی نہ تھیں، اس لئے بمبئی سے منگوائیں اور جب وہ کتابیں ڈاک سے موصول ہوئیں تو میری خوشی کی انتہاء نہ رہی۔

مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد علی صاحب مونگیری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۴۶ھ) نے اپنے ذاتی کتب خانہ سے عربی، فارسی میں ہر علم و فن کی کتابوں کو جمع کیا اور شاید ہی کوئی قابل ذکر کتاب ایسی ہوگی جو اس کتب خانہ میں موجود نہ ہو۔

اور آخر عمر میں تو یہ حال ہوگیا تھا کہ ہندوستان کے مشہور کتب خانوں سے برابر رابطہ رکھتے تھے اور جدید مطبوعات سے باخبر رہنے کی کوشش کرتے تھے۔

(سیرت مولانا مونگیری، ص ۳۶)

مولوی خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ اور زیارتِ نبی ﷺ

ایک خواب! مولوی خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ کتابیں جمع کرنے کا جو درمیانہ جذبہ رکھتے تھے اس کی تہہ میں تعلیم محمدی (ﷺ) اتنی قوت کے ساتھ کام کر رہی تھی کہ ایک بار خواب میں معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ ان کے کتب خانے میں تشریف لائے ہیں، خدا بخش مرحوم کہتے ہیں کہ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ کتب خانے سے لگی ہوئی گلی میں لوگ کھچا کھچ بھرے ہوئے ہیں، میں بھی گھر سے نکل پڑا، لوگ چلانے لگے حضور

تشریف لا چکے تھے، لیکن حدیث کی دو قلمی کتابیں میز پر کھلی رکھی تھیں، لوگوں نے بتایا کہ ان دونوں کو رسول اللہ ﷺ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ (اسلامی کتب خانے، ص ۱۵۱)

کتاب کا عاشق

ایک صاحب کو کسی کتاب کی تلاش تھی، ایک دلال سے ان صاحب نے تلاش و جستجو کے لئے کہا ہوا تھا، ایک روز اپنی ہمشیرہ کے لئے سامانِ جہیز خرید کرنے کے لئے بازار تشریف لے جارہے تھے، دراہم کی ہمیانی ہمراہ تھی۔

چنانچہ دلال نے اس وقت آپ کو اطلاع دی کہ فلاں کتاب جس کی آپ کو تلاش ہے، وہ فلاں شخص کے پاس ہے، آپ نے بازار سے اس شخص کی طرف چلنے کے لئے رخ موڑ دیا اور ان صاحب کے پاس پہنچ کر اس کتاب کو حاصل کیا اور تمام رقم ان کے حوالہ کردی اور مسجد میں تشریف لے گئے اور دوگانہ شکرانہ ادا کی، شکرِ خدا ہے جس کتاب کی تلاش ایک مدت سے تھی، وہ حاصل ہوئی۔

ان حضرات کے نزدیک کتاب کے مقابلہ میں ان اشیاء کی کوئی قیمت تھی ہی نہیں، یہ حضرات تو یہ سمجھتے تھے کہ چند سنگتراشے ہیں جن کے عوض حیاتِ جاودانی اور حیاتِ روحانی کو خرید کرلیا اور یہ تو بہت ارزاں خریداری ہوئی:

بحمد اللہ بس ارزاں خریدم

حضرت خلیل ابن احمد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خلیل ابن احمد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۶۰ھ) کی کتاب العین کا ایک نسخہ پچاس دینار میں خرید کیا گیا۔ (اسلامی کتب خانے)

حضرت ابو الفرج اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابو الفرج اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۵۶ھ) نے جب اپنی مشہور زمانہ کتاب ''کتاب الاغانی'' خلیفہ اندلس حکم ثانی کی خدمت میں پیش کی تو ایک ہزار دینار

عطا ہوئے۔ (اسلامی کتب خانے)

گلستان سعدی پر سوا لاکھ خرچ کر دیئے

علم دوستی انسان کی فطرت میں شامل ہے، کسی مذہب کی اس میں کوئی تخصیص نہیں ہوا کرتی، تاریخ میں ہے کہ ہندو راجہ سنگھ کو کتابوں کے جمع کرنے کا ایسا شوق ہو گیا تھا کہ اس نے واقعاتِ بابری کو پانچ ہزار روپے میں خریدا تھا، اور گلستانِ سعدی کے ایک نسخہ کی تیاری میں سوا لاکھ روپے خرچ کر دیئے تھے، جس کا ایک ورق بارہ (۱۲) یوم میں تیار ہوتا تھا اور یہ پوری کتاب پندرہ برس میں تیار ہوئی تھی۔ (اسلامی کتب خانے ص۱۵۴)

کتابوں کے اس ذوق وشوق نے اور علم دوستی نے صاحبِ ذوق حضرات کو کتابوں کے جمع کرنے اور فراہم کرنے میں بے دریغ دولت صرف کرنا بہت آسان بنا دیا تھا، اور یہ علم نواز اس میں بڑی حیرت انگیز دلچسپی لیتے تھے اور کتابوں کے حصول پر ان کو بڑی مسرت ہوتی تھی، اہل علم حضرات کا حقیقی سرمایہ یہ کتابیں ہی ہیں:

قدر دانوں کے لئے کبریتِ احمر ہے کتاب

یہ کتابوں کے قدر دان اپنے کتب خانوں کو ''بیت الحکمت، خزائن القصور، دار العلم، خزانۃ الکتب اور خزانۃ الحکمت'' کے ناموں سے موسوم کرتے تھے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان علم شناس لوگوں کے قلوب میں ان کتابوں کی کیا قدر ومنزلت تھی اور کس عظمت کے ساتھ یہ کتابوں کے ذخیروں کو دیکھتے تھے۔ عوام وخواص، امراء، سلاطین، سب ہی کا یہ ذوق بن چکا تھا کہ جس قدر بھی زائد سے زائد ہو سکے کتابوں کو جمع کر لیا جائے، تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ فرزندان اسلام اور شائقین علم کے شوق سے یہ ذخائر عظیم الشان کتب خانوں اور دار المطالعہ کی شکلوں میں موجود ہو گئے، بعض واقعات تو اس طرح کے ملتے ہیں کہ باوجود علم نہ ہونے کے کتابوں کو ہر قیمت پر حاصل کرنے اور جمع کرنے کا شوق تھا، چونکہ جب ایک فضاء اور ماحول کسی چیز کا بنتا ہے تو اس کا اثر سب پر پڑتا ہے اور ہر ایک اس سے متاثر ہوتا نظر آتا ہے۔

علامہ حضرمی رحمۃ اللہ علیہ

اندلسی علماء میں حضرمی ایک عالم ہیں، وہ اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں: میں قرطبہ میں گیا اور ایک مدت تک وہاں پر رہا اور اس کے بازار میں چکر کاٹتا رہا، جس میں کتابیں فروخت ہوتی تھیں کہ شاید کوئی نادر و نایاب کتاب مل جائے، آج میرا منشا پورا ہوا اور ایک نادر کتاب پر نظر پڑی، جو نہایت عمدہ خط میں لکھی ہوئی نوادر پر شامل تھی، میں اسے دیکھ کر بے انتہا خوش ہوا اور جب میں نے کتب فروش سے قیمت کی بات چیت کی اور دام لگائے تو اس نے کہا ایک دوسرے شخص نے اس کی قیمت زائد لگائی ہے، میں نے بھی زیادہ قیمت کی بات چیت کی، اس طرح کتاب کے دام چڑھتے رہے، جب کتاب کی حیثیت سے کئی گنا زیادہ قیمت لگ گئی تو میں نے کتب فروش سے کہا کہ کوئی آدمی اس کا خریدار ہے؟ اس نے ایک آدمی کو دکھلایا، جس کے بدن پر عمدہ کپڑے تھے، میں نے آدمی کے قریب ہو کر کہا: مولانا الفقیہ! اگر آپ کو اس کتاب کی ضرورت ہے تو میں اسے نہیں لوں گا، بلا وجہ ہم دونوں کی وجہ سے اس کی قیمت بہت زیادہ لگ گئی ہے تو اس شخص نے جواب دیا، میں عالمِ فقہ نہیں ہوں، اور نہ یہ جانتا ہوں کہ اس میں کیا ہے، بات یہ ہے کہ میں نے ایک کتب خانہ قائم کیا ہے اور میں نے اچھی کتابیں جمع کی ہیں۔

(البلاغ، مارچ ۱۹۶۱ء، ص ۲۳)

حضرت ابوالفضل ابن الحمید رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابوالفضل ابن الحمید رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۶۰ھ) بڑے صاحب علم وفن تھے، ان کے کتب خانہ میں ہر علم وفن کی کتابیں سو اونٹنیوں کے بوجھ کے برابر تھیں جنہیں وہ دنیا کی ہر چیز سے عزیز رکھا کرتے تھے، ابن مسکونہ نے لکھا ہے کہ اس وزیر کے مکان کو ڈاکوؤں نے اس قدر لوٹا کہ پانی پینے کا ایک پیالہ اور بیٹھنے کی ایک چٹائی تک باقی نہ رہنے دی، لیکن اسے اس کی کچھ پرواہ نہ تھی، اس کا دل اپنے کتب خانہ میں لگا ہوا تھا، اس نے مجھے دیکھتے ہی کتب خانہ کی نسبت دریافت کیا، میں نے عرض کیا کتابیں تو سب کی

سب بچ گئی ہیں اور ایک بھی گم نہیں ہوئی ہے، اس نے اس پر کہا: واقعی تم بڑے نیک شگون ہو، ہمیں ہر چیز مل سکتی ہے مگر یہ کتابیں کہاں سے ملتیں۔ میں نے دیکھا کہ اس کے چہرے پر بشاشت نمودار ہوگئی۔ (اسلامی کتب خانے، ص ۱۲۰)

حضرت ابن طفیل رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابن طفیل ایک علم دوست انسان تھے، ان کو انسانوں کی بہ نسبت کتابوں سے زیادہ محبت تھی، اپنے آقا کے عظیم الشان کتب خانہ میں اس نے بہت سی کتابیں پڑھیں، جن کی اسے اپنے فن کے لئے ضرورت تھی یا جن سے اس کے علم کی پیاس بجھتی تھی۔ (اسلامی کتب خانے)

سفر وحضر میں بھی کتابیں

تزک بابری میں ہے کہ بابر کو کتابوں سے دلچسپی اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ وہ سفر اور حضر ہر حالت میں کتابیں اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ (اسلامی کتب خانے، ص ۱۲۰)

صاحب بن عباد رحمۃ اللہ علیہ

صاحب بن عباد رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی کتابوں سے اس قدر محبت تھی کہ ان کے ساتھ ہر سفر میں صرف ادب کی کتابوں کے تین سو اونٹ رہتے تھے۔ (اسلامی کتب خانے)

یہاں بھی انسانی عقل دنگ ہو کے رہ جاتی ہے کہ جب سفر میں اتنی بڑی تعداد کتب کی ہوا کرتی تھی تو پھر کتابوں کی کل تعداد کس قدر زائد ہوگی۔

حضرت محمد بن حزم رحمۃ اللہ علیہ

حضرت محمد بن حزم رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۰۰ ھ) ایک عالم تھے، غریب تھے مگر اس کے باوجود ایسا نایاب کتب خانہ قائم کیا تھا کہ اکثر اہلِ علم اس پر رشک کیا کرتے تھے۔

(اسلامی کتب خانے، ص ۳۷)

حضرت شارح تبریزی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شارح تبریزی رحمۃ اللہ علیہ جو حماسہ کے رہنے والے تھے، انہوں نے کتابوں کی گٹھری پیٹھ پر باندھی اور شام پہنچے، پسینے سے کتابوں کی یہ حالت تھی کہ ان کا ایک ایک ورق ایک دوسرے سے چپک گیا تھا۔

ملا عبد القادر

ملا عبد القادر نے کہا کہ شاہی کتب خانہ میں ایک کتاب ''خود اقرا'' نامی گم ہوگئی تھی، شہزادی سلیمہ سلطان بیگم کو اس کتاب کی ضرورت ہوئی تو کتب خانہ میں نہ ملی، شاہی کتب خانہ ملا عبد القادر کی نگرانی میں تھا لیکن وہ ملازمت ترک کر کے بدایون چلے گئے تھے، صرف اس کتاب کی تلاش میں شہزادی نے دلچسپی لی، چنانچہ ملا عبد القادر لکھتے ہیں کہ:

تقریب کامۂ افزا کہ از کتب خانہ گم شدہ بود...... سلیمہ سلطان بیگم
مرا چند بار اور فرمودز ہر چند قاصد از یاران بید اوَن افتند بہ تقریب
مواقع آمدن نشد آخر حکم زدتلہ کہ مدد معاش اور افو قوف دارند و
خواہی نخواہی طلبند

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

جس زمانہ میں مصر میں بذل المجہود کی طباعت ہو رہی تھی اور اس کی تصحیح وغیرہ کے سلسلہ میں ہزاروں روپے خرچ کر کے انتظامات کئے جا رہے تھے تو حضرت مولانا شیخ سلیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی قدس سرہ سے عرض کیا کہ آپ اتنا روپیہ خرچ کر کے اتنے اہتمام سے کتاب طبع کروا رہے ہیں اور اس کی رجسٹری نہیں کروائی اگر کوئی اس کا فوٹو لے کر چھاپ لے گا تو وہ کتاب کو چوتھائی قیمت پر بیچ سکے گا اور آپ کی کتاب رہ جائے گی، حضرت شیخ نے فرمایا کہ

اگر کوئی ایسا کرے تو اس کو فوٹو کروانے کی اجرت تو میں خود پیش
کروں گا اور بعد میں یہ کتاب میری بھی بک جائے گی۔

(اکابر کا تقویٰ، ص ۱۰۳)

مکانات سات سات روپے پر فروخت کر کے کتابیں خرید لیتے تھے

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے تایا حضرت مولانا محمد احسن صاحب بڑی ضخیم کتابیں اپنے ہاتھ سے نقل کرتے، ہر وقت کتابت اور نقل کا مشغلہ رہتا تھا جب اس سے تھکتے تو نوافل شروع کر دیتے تھے، کتابوں کے جمع کرنے کا اتنا شوق تھا کہ اپنے مکانات سات سات روپے پر فروخت کر کے کتابیں خرید لیتے تھے جو قیمت لگائی جاتی تھی کتاب کے شوق میں اس کو فوراً قبول کر لیتے تھے۔

ایک مرتبہ اپنے بھائی کی شادی کا سامان خریدنے کے لئے بھیرہ (ضلع سرگودھا) گئے، حجام ساتھ تھا وہاں کسی ایسی کتاب کا علم ہوا کہ فروخت ہو رہی ہے جس کی تیس برس سے آرزو تھی، اس محلہ میں گئے کتاب کی قیمت دریافت کی، دام بتائے گئے فرطِ مسرت سے سب رقم کھول کر ڈال دی اور کتاب لے کر چلے آئے، فرمایا:

ایسی چیز لے کر آیا ہوں جو پشت ہا پشت کام آئے گی۔

حجام نے ملامت کی، فرمایا:

اس کتاب کے حصول کے لئے تیس برس سے دعا کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ نے آج نصیب فرمائی اور یہ شعر پڑھا:

جمادے چند دادم جاں خریدم
بحمد اللہ کہ بس ارزاں خریدم

کتابوں کا پیکٹ

محدث العصر امام العصر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری نور اللہ مرقدہ خود

فرماتے ہیں:

میں شروع شروع میں جب دیوبند گیا تو میں نے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ''تہافۃ الفلاسفۃ'' کا نام سنا (اس کے ساتھ ایک اور کتاب غالباً ابن رشد کی ''تہافۃ التہافۃ'' کا بھی ذکر فرماتے تھے) مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند میں مدرس تھے اور ان کی کتابوں کی بھی دکان تھی، میں نے ان سے ان کتابوں کے بارے میں دریافت کیا، انہوں نے فرمایا کہ موجود تو نہیں، بمبئی سے منگوا دیں گے، میں نے پوچھا کب تک آ جائیں گیں، انہوں نے بمبئی لکھ دیا، میں مقررہ تاریخ کو ان کے کتب خانے پہنچا تو کتابیں آ چکی تھیں، اتفاق سے حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی وہاں تشریف فرما تھے، کتابوں کا پیکٹ کھولا گیا تو میاں صاحب (مولانا اصغر حسین) کچھ حیران ہوئے، مجھ سے فرمایا: ان کتابوں کو کون پڑھے گا؟ میں نے عرض کیا: میں پڑھوں گا۔ فرمایا: تم سمجھ لو گے۔ عرض کیا: سمجھنے کے لئے تو منگوائی ہیں۔

پاکیزگی طبع

حضرت شیخ بنوری رحمۃ اللہ علیہ نظافت و نفاست کا حسین مرقع تھے، لباس، خوراک اور طرزِ بود و باش سے نفاست و سلیقہ مندی ٹپکتی تھی، آپ کی ہر ہر ادا اور ہر ہر نقل و حرکت میں حسن و جمال کی چمک اور نفاست و نظافت کی جھلک تھی، گویا آپ ''ان اللہ جمیل یحب الجمال'' کا نمایاں مظہر تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسن و جمال کا پاکیزہ اور اعلیٰ ذوق عطا فرمایا تھا، آپ کا ماحول، تہذیب و کردار اور سلیقہ مندی میں ایک بنیادی درسگاہ کی حیثیت رکھتا تھا۔

ذوقِ نفاست و سلیقہ مندی

حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہید رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

طبیعت میں نفاست بہت زیادہ تھی، ہمیشہ سفید براق کپڑے، صاف ستھرا لباس، عمدہ قسم کا جبہ، سر پر دیدہ زیب رومال یا صافہ، صرف لباس ہی کیا ہر چیز میں نفاست کی

یہی حالت تھی، سالوں آپ کے پاس استعمال کرنے والی کتابیں ایسی صاف ستھری ہوتی تھیں کہ گویا نئی ہوں، ابھی استعمال ہی نہیں ہوئیں، نہ کتاب کھولنے کے نشان، نہ انگلی لگنے کے، مستعمل لباس کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ اتنا پرانا ہے اور یہ اتنا قدیم ہے لیکن دیکھئے تو ایسا معلوم ہو کہ جیسے بالکل نیا ہے، ابھی کسی نے استعمال نہیں کیا، حال ہی میں بندہ کو ایک اعلیٰ درجہ کا شیفر قلم عنایت فرمایا اور فرمایا کہ یہ چالیس سال استعمال کیا ہوا ہے لیکن دیکھنے میں آج بھی ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے بالکل نیا ہو، غرض ہر چیز کو اتنے اچھے طریقے سے استعمال فرماتے تھے کہ باوجود طویل زمانہ گزرنے کے یہ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ وہ پرانی چیز ہے، شب و روز استعمال ہونے والی اشیاء کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ میرے پاس چیزیں بہت دنوں تک چلتی ہیں۔

طبیعت میں ایسی نزاکت تھی کہ غلط چیز دیکھنا برداشت نہیں ہوتا تھا، دسترخواں اگر ذرا ترچھا بچھا دیا جاتا تو فوراً تنبیہ فرماتے، چائے کا چمچہ اگر کوئی غلط چلا رہا ہے تو اس سے ناگواری ہوتی تھی، وفات سے کچھ روز قبل ایک صاحب کا انتقال ہوا جنازہ میں شریک ہوئے، قبرستان جانے لگے تو ہم سے آگے والی موٹر کا ڈرائیور گاڑی صحیح نہیں چلا رہا تھا، کبھی اِدھر کبھی اُدھر، نہ اگلی گاڑی سے آگے بڑھتا نہ صحیح طور سے اس کے پیچھے چلتا، یہ دیکھ کر طبیعت پر اثر ہوا، فرمانے لگے: عجیب ڈرائیور ہے گاڑی بھی چلانی نہیں آتی، میں نے اپنی گاڑی کے ڈرائیور سے کہا کہ گاڑی اس سے آگے کر لو، جب ہم اس سے آگے ہو گئے تو سکون ہوا۔

کتابوں کا حسن استعمال

جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے رئیس جناب حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر صاحب مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

کتابوں کی حفاظت اور حسن استعمال کا بہت اونچا ذوق تھا، کوئی کتاب برسوں استعمال فرماتے مگر میلی نہ ہوتی تھی، وفات سے چند روز پہلے یہ خادم (ڈاکٹر صاحب) اور کچھ دوسرے اساتذہ بیٹھک میں بیٹھے ہوئے تھے تو ایک کتاب "مقدمہ فتح الباری"

ہاتھ میں لئے ہوئے فرمارہے تھے کہ یہ کتاب میرے والد صاحب نے اپنے بچپن میں خریدی تھی، انہوں استعمال کی، پھر میں نے کی، کتاب دیکھئے ایسی حالت میں ہے گویا ابھی بازار سے خریدی گئی ہو، ایک بار کسی دوست نے آپ سے ایک کتاب مستعار لی جب واپس کی تو جلد وغیرہ خراب ہو چکی تھی، آپ نے واپس نہیں لی بلکہ انہی کو دے دی۔

کتاب کا ادب

کتابوں کے ساتھ ادب کا یہ عالم تھا کہ سوتے وقت پاؤں کی طرف کوئی کتاب نہ چھوڑتے، چاہے وہ اونچی کیوں نہ رکھی ہو، ایک دفعہ سفر میں فرمایا کہ وہاں کتاب وہ سے ہٹا دیجئے، میں نے عرض کیا: حضرت! درمیان میں حائل موجود ہے، فرمایا: پہلی بار آپ کو سنا رہا ہوں مجھ پر ایسا وقت بھی گزرا ہے کہ اگر پاؤں کی طرف کوئی لکھی ہوئی چیز ہوتی میرے پاؤں کھنچ دیئے جاتے، آخر رو رو کر دعا کرتا تھا تب یہ کیفیت ختم ہوتی۔

نفیس کتابیں، عمدہ جلدیں

ڈاکٹر غلام محمد صاحب کراچوی لکھتے ہیں:

مولانا کتابوں کے رکھنے اوران کے برتنے میں بھی بڑے باذوق تھے، ہر کتاب کا عمدہ سے عمدہ ایڈیشن خریدتے اور نفیس ترین جلد بنواتے اور اس نفاست سے پڑھتے تھے کہ کسی صفحہ پر کہیں کوئی داغ دھبہ یا قلم اور پنسل کا نشان نہیں ہوتا، ان کے طالب علمی کے زمانہ کی کتابیں آج تک نئی کی نئی معلوم ہوتی ہیں، اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ان کا جمالیاتی ذوق بعد میں نشو ونما نہ پایا تھا بلکہ وہ پیدائشی طور پر ذوق اپنے ساتھ رکھتے تھے اور بدذوقی سے ان کی طبیعت مکدر ہو جاتی تھی۔

ایک مرتبہ ایک اور عالم کی موجودگی میں، میں نے اپنی تالیف مولانا کی خدمت میں پیش کی، ان عالم نے مولانا کے ہاتھ سے وہ کتاب لے لی کہ پہلے میں دیکھ لوں، پھر آپ پڑھئے، مولانا خاموش رہے اور وہ عالم کتاب لے کر چلے گئے، مولانا نے مجھ سے فرمایا کہ اب وہ کتاب میرے کس کام کی رہ گئی، میں تو ہرگز واپس نہ لوں گا اس لئے کہ وہ

صفحہ کو اس بری طرح پلٹتے ہیں کہ وہ مڑ جاتا ہے اور پھر درمیان میں لکیریں بھی کھینچ دیتے ہیں، مجھ سے ایسی کتاب پڑھی نہیں جاتی۔

پورے تھل کی قیمت کے برابر لائبریری

خانقاہ سراجیہ کی لائبریری کے متعلق کئی روایات سننے میں آئیں، مثلاً یہ کہ ۱۹۱۸ء میں حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان (قدس سرہ) نے پچاس ہزار روپے کی لاگت سے جب یہ لائبریری قائم کی تو لیاقت آباد کے ایک مولانا صاحب نے فرمایا:

پاگل ہیں، اتنا روپیہ کتابوں پر ضائع کر دیا، پچاس ہزار سے تو پورا تھل خریدا جا سکتا تھا۔

ایک دفعہ مولانا موصوف حوالہ کے لئے ایک کتاب دیکھنے خانقاہ سراجیہ تشریف لائے، حضرت ابوالسعد احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے روایتی خاطر و مدارت کے بعد پوچھا: مولانا کیسے تشریف لائے؟ ایک مسئلہ کے لئے فلاں کتاب دیکھنے حاضر ہوا ہوں (مولانا موصوف نے کہا)۔ حضرت مولانا ابوالسعد خان رحمۃ اللہ علیہ نے برجستہ فرمایا:

یہاں آنے کی تکلیف کیوں فرمائی، تھل میں ریت کا کوئی ٹیلہ کھود لیا ہوتا۔ (لازوال خزانہ، ص ۳۱)

بانی کتب خانہ کا ذوقِ کتاب

حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان قدس سرہ کی محبت کتب خانہ اور ذوقِ جمع آوری کتاب کا یہ عالم تھا کہ ایک روز ارشاد فرمایا:

میں اوائل عمر میں ایک مرتبہ سخت بیمار ہوا کہ امیدِ زیست ختم ہوگئی، ایک بڑے بزرگ عیادت کے لئے تشریف لائے، میں ان کو دیکھ کر رو دیا اور کہا کہ مجھے مرنے کا غم نہ ہے تو صرف اسی بات پر ہے کہ صحاحِ ستہ کو خرید کر اپنے پاس رکھنے کا موقع نہ پا سکا۔

ایک مرتبہ فرمایا: شرح رسالہ قشیریہ شیخ الاسلام (امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ) مطبوعہ مصر جو چار جلدوں میں ہے، مجموعہ صفحات ۸۰۰ ہیں اور قیمت تقریباً دس بارہ روپے ہو

گی، مجھے اس کے خریدنے کا شوق ہوا، بمبئی کے ایک تاجر کتب سے یہ کتاب ملتی تھی، جس کی گراں فروشی ضرب المثل ہے، فرمائش بھیجی تو جواب آیا کہ کتاب نایاب ہو گئی، صرف ایک نسخہ باقی ہے، جو چالیس روپے سے کم نہیں دیا جا سکتا، اتفاق سے میرے پاس صرف پانچ روپے موجود تھے، وہی پیشگی بھیج کر لکھا کہ یہ نسخہ ہمارے سوا کسی اور کو نہ دیا جائے اور باقی قیمت بھیجنے پر فوراً ارسال کر دیا جائے۔

ایک موقع پر فرمایا کہ کتاب ''مشارق الانوار'' قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی مجھے تلاش تھی، مولوی عبدالتواب تاجر کتب ملتان کے پاس فرمائش بھیجی تو جواب آیا کہ کتاب کا موجودہ نسخہ آپ کو نہایت گراں گزرے گا اگلے مال کے آنے تک انتظار کریں، میں نے لکھا: انتظار مشکل ہے، گرانی کی پرواہ نہیں، سو دو سو روپے جو بھی قیمت ہو اس کے عوض بھیج دو۔

(تحفہ سعدیہ، ص ۱۷۵)

مولانا نذیر بیگ عرشی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۴۷ء) فرماتے ہیں:

مالیر کوٹلہ میں میرے سامنے کا واقعہ ہے، ایک ولایتی کچھ نادر اشیاء بغرض فروخت دکھانے کے لئے لایا، اس کے پاس ایک چھوٹا سا رسالہ عربی زبان میں جیبی تقطیع کا بھی موجود تھا، جس کا نام لامیۃ الافعال ابن مالک تھا، آپ نے اس کی قیمت پوچھی، کہا: چار روپے، فوراً چار روپے ادا فرما کر لے لیا۔

انہی ایام میں ایک شب آپ فرما رہے تھے کہ مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی فلاں فلاں شرح تو ہمارے پاس ہے، صرف مصفی اور مسوی شرح مؤطا حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کسر ہے جو تلاش کے باوجود نہیں ملی، میں نے عرض کیا: یہ دونوں شرحیں خادم کے پاس موجود ہیں، گھر جاتے ہی ڈاک میں ارسال خدمت کر دوں گا۔ فرمایا: اس قدر انتظار کی تاب کس کو ہے، ابھی کسی آدمی کو دھنولہ بھیجا جائے جو کل تک لے آئے، چنانچہ اسی وقت راتوں رات مستری ظہور الدین کو دھنولہ روانہ کر دیا گیا۔ (تحفہ سعدیہ)

حسنِ کتاب کا شوق

کتاب کے اس شوق کے ساتھ ایک اور لطیف پہلو شامل تھا یعنی اس روحانی

محبوب کو بہترین لباس میں جلوہ گر دیکھنے کا شوق بھی بدرجۂ غایت تھا، کتابوں کے شوقین بہت ہوتے ہیں مگر سب کو کتابوں کے حسنِ ظاہر کی پرواہ نہیں ہوتی، بعض لوگ ارزاں ایڈیشن کی کتاب خریدتے ہیں پارچہ کی سستی جلد بنواتے ہیں یا مدرسہ کے کسی طالب علم سے جیسی کیسی جلد بنوالیتے ہیں مگر حضرت اقدس قدس سرہ کی نظر میں ہر کتاب کی خریداری کے وقت نفیس ترین کاغذ اور لطیف ترین چھپائی کا لحاظ مقدم رہتا تھا، پھر اس کی جلد بھی اعلیٰ درجہ کی مطلا و منقش بنوانے کا التزام ہوتا تھا، بخاری شریف بہ تحشیہ سندھی مطبوعہ استنبول نہایت نفیس طباعت، سیاہ چمڑے کی جلد، نہایت دیدہ زیب طلائی بیل بوٹوں سے نقش موجود ہے، جب اسے جلد کے لئے بھجوایا تو فرمائش فرمائی کہ عمدہ سے عمدہ بنے، خواہ دس پندرہ روپے خرچ آجائیں، جلد بن کر آئی تو افسوس ہوا کہ صرف پانچ روپے لاگت کی جلد ہے، بقول مولانا عرشی رحمۃ اللہ علیہ اس زمانے میں کتابوں کی جلد بندی پر دو ڈھائی ہزار خرچ آچکا ہے۔ (تحفہ سعدیہ ص ۱۷۶، ۱۷۷)

حضرت اقدس قدس سرہ بعض کتابوں کی جلدیں کلکتہ کی فرم سے بنواتے بلکہ بعض کتابوں کی جلدیں آپ یورپ سے بھی بنواتے رہے ہیں۔

(اہل علم کی جنت، ص ۲۹، ستمبر ۱۹۷۸ء، لاہور)

کانِ طلا یا نگار خانۂ چین

مولانا نذیر بیگ عرشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: چنانچہ کتب خانہ کی ہر کتاب کا کاغذ، طباعت اور جلد اس قدر آبدار ہے کہ ہاتھ لگاتے دل جھجکتا ہے کہ کہیں داغ نہ لگ جائے، کتابوں کی الماری جب جھلمل کرتی ہوئی کھلتی ہے تو اس پر کانِ طلا یا نگار خانۂ چین کا دھوکہ ہوتا ہے۔ (تحفہ سعدیہ ص ۱۷۶)

کتب خانہ کی فہرست نگاری

تمام کتابوں کو رجسٹر اندراج میں درج کیا گیا ہے اور اس کا باقاعدہ انتظام تاسیسِ کتب خانہ سے شروع ہے، مختلف صاحبان اس خدمت کو سرانجام دیتے رہے ہیں جن میں

نائب قیوم زماں حضرت مولانا محمد عبد اللہ قدس سرہ اور مولانا نذیر بیگ عرشی رحمۃ اللہ علیہ جیسے ذی علم شامل رہے ہیں، مولانا عرشی رحمۃ اللہ علیہ ان ایام خجستہ کی یاد میں لکھتے ہیں:

خانقاہ شریف میں میری حاضری ایامِ بہار میں ہوئی تھی، اور اگلے روز ہی مجھے کتب خانے کی فہرست مرتب کرنے کا حکم ہوا، الماریوں کے سامنے میں اور مولوی عبد اللہ صاحب اس کام کو سرانجام دیا کرتے، حضرت اکثر اس کام کو دیکھنے کے لئے تسبیح خانہ کی نشست چھوڑ کر کتب خانہ میں تشریف لے آتے، ایک دن ابر گھرا ہوا تھا، ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی، اور نوزائیدہ فصل کو بارش کی از حد ضرورت تھی، اتنے میں مینہ برسنے لگا، آپ نے یہ کیفیت معلوم کرنے کے لئے دریچہ کھولا، عجیب عالم نظر آیا، میلوں تک گیہوں اور چنے کے ہرے بھرے کھیت آنکھوں کے سامنے تھے، جدھر نظر جاتی تھی قطرات باراں کے آبدار موتی فصل کی زمردین فرش پر بکھرے اور لڑھکتے دکھائی دیتے تھے، اللہ اللہ یہ منظر زمیندار کی نظر میں ہوتا ہے تو اسے فرطِ مسرت سے مست کر دیتا ہے مگر آپ کے باطن میں جو کمالات کے باغ لہلہا رہے ہیں اور ظاہر میں علوم و معارف کے دفاتر کا جو چمنستان پھیلا پڑا ہے اس کے سامنے اس منظر کی کیا وقعت ہو سکتی تھی، ایک سرسری نظر ڈالی اور کھڑکی بھیڑ دی۔ (تحفہ سعدیہ)

نائب قیوم زماں صدیق دوراں حضرت مولانا محمد عبد اللہ لدھیانوی قدس سرہ کا اضافۂ کتب کا ذوق

حضرت مولانا ابو السعد احمد خان قدس سرہ نے حضرت مولانا محمد عبد اللہ لدھیانوی قدس سرہ (۱۹۰۴ء۔۱۹۵۶ء) کو اپنا نائب و جانشین مقرر فرمایا تو آپ نے اپنے وصیت نامہ میں انہیں کتب خانہ سعدیہ کی حفاظت اور اس کی ترقی و توسیع کا کام بھی سونپ دیا، آپ نے اپنے وصیت نامہ میں تحریر فرمایا:

خانقاہ کا کتب خانہ بفضلہٖ تعالیٰ اپنی وسعت اور کتابوں کی کثرت و نفاست کے لحاظ سے پنجاب کا ایک بے مثال معہد علمی بن گیا ہے،

اس کی شانِ رفعت کو برقرار رکھنے کے لئے اس کو اس کی تمام
الماریوں اور کمرے سمیت وقف کیا جاتا ہے، اس کے متولی بھی
مولوی محمد عبداللہ صاحب مذکور ہوں گے، اب اس کتب خانہ اور
اس کے متعلقہ سامان اور کتابوں کی توریث اور تملیک اور تقسیم
جاری نہ ہوگی۔

چنانچہ حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی قدس سرہ نے اپنے شیخ ومربی کے وصالِ مبارک ۱۳۶۰ھ/ ۱۹۴۱ء سے لے کر اپنے وصال مبارک ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۶ء تک ان جواہر پاروں کی ہمیشہ حفاظت فرمائی اور اس ذخیرہ نادرہ وفاخرہ میں قابل قدر اضافہ فرمایا، حج بیت اللہ پر تشریف لے گئے تو مدینہ منورہ کے کتب خانہ سے نایاب قلمی کتاب ''تحقیقات'' عبدالاحد کی نقل اس زمانے میں ۷۰۰ ریال دے کر حاصل کی، حج سے واپسی پر جب کسٹم آفس کراچی میں چیکنگ کے دوران کسٹم آفیسر نے پوچھا کہ آپ کے پاس سونا تو نہیں ہے؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا: ہمارے لئے سونا یہ کتابیں ہیں اگر ہمارے پاس رقم کی گنجائش ہوتی تو ہم یہ سونا اور خرید کر لے آتے۔ (تحفہ سعدیہ)

علاوہ ازیں تفسیر وحدیث اور دیگر فنون کی متعدد بیش بہا کتب خرید کر آپ کتاب خانہ سعدیہ کی زینت میں اضافہ فرماتے رہے، حفاظت ونقل کتب اور جلد بندی کے لئے مولانا غلام محمد صاحب فاضل مظاہر العلوم کو مامور فرمایا۔

مخدوم زماں خواجہ خان محمد مدظلہم العالی کے ہاتھوں توسیع و ترقی کتب خانہ

کتب خانہ کی توسیع وترقی کا کام بحمد اللہ تاحال جاری وساری ہے، مخدوم زماں سیدنا ومرشدنا حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمد صاحب بسط اللہ ظلہم العالی اپنے شیخین کرام رحمۃ اللہ علیہم کے نقش قدم پر گامزن ہیں، خوبصورت، دیدہ زیب اور معارف واسرار سے لبریز جواہر پاروں کی خرید وجستجو اور حصول کے لئے کوشاں رہتے ہیں اور ملکی وغیر ملکی ناشرین

وکتب فروشوں سے کتابیں منگا کر کتاب خانہ سعدیہ کی شان وعظمت دوبالا فرماتے ہیں۔

کتب خانہ کی حفاظت، نگہبانی، اندراج کتب، جلد بندی اور دیگر امور کی انجام دہی کا خصوصی انتظام کیا جاتا ہے اور زائرین و قارئین کی سہولت کے لئے کتب خانہ مناسب اوقات میں کھولا جاتا ہے اور تمام اہل علم ودانش ومراجعین کے لئے کتب خانے کے دروازے کھلے ہیں، ان کی رہائش اور خورد ونوش کا بھی بندوبست کیا جاتا ہے۔

تعدادِ کتب

مولانا نذیر احمد عرشی نے ۱۳۵۱ھ میں ''رسالہ تحفۂ سعدیہ'' میں لکھا ہے:

> اگر متعدد جلدوں کی کتاب کو بھی ایک کتاب سمجھا جائے تو آپ کے کتب خانہ میں اس طرح ایک ہزار کتابوں کا گرانبار علمی سرمایہ موجود ہے۔ (تحفہ سعدیہ، ص ۱۷۶)

۱۹۷۵ء میں خانقاہ سراجیہ شریف کے کتب خانہ کے مخطوطات نادرہ کی فہرست سازی کے وقت جو اندازہ لگایا اس کے مطابق اس وقت کتب خانہ کئی ہزار کتب (عنوانات کے لحاظ سے) موجود تھیں، رسائل اور متعدد جلدوں کی کتب کے جداگانہ شمار کرنے پر تعداد اس سے بھی زیادہ تھی۔ ۱۹۷۸ء، ۱۹۷۹ء میں ایک روایت کے مطابق مطبوعہ کتب، رسائل اور قلمی مخطوطات کی تعداد دس ہزار کے لگ بھگ ہوگئی اور اب تک تیس برسوں میں مزید سینکڑوں کتب اس یگانہ روزگار کتب خانہ کی زینت بن چکی ہیں۔

کتاب کی معنوی افادیت

سوال یہ ہے کہ اس دور افتادہ جنگل میں اتنا عظیم اور بیش قیمت کتب خانہ کیسے فراہم ہوگیا اور اس کی فراہمی کا مقصد کیا تھا؟ یہ ایک حقیقت ہے کہ تصوف کے سلاسل اربعہ شریعت محمدی ﷺ کی حقیقی روح تک پہنچنے کا ذریعہ ہیں، بقول عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ:

علم باطن ہم چو مسکہ علم ظاہر ہم چو شیر

اور اپنے اپنے زمانے میں ان سلاسل کے تربیت یافتہ کامل و مکمل صوفیاء کرام

رحمہم اللہ تعالیٰ نے اپنے رشد و ہدایت کی طرف لوگوں کی عمدہ رہبری فرمائی، مگر آخر زمانہ میں ان سلاسل کے اعمال و اشغال میں کچھ لوگوں نے بڑا غلو کیا اور اپنی اغراض مبتدعہ کے اثبات کے لئے فرضی اور وضعی روایات سے کام لیا، بقول شاعر:

چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

حضرت مولانا احمد خان قدس سرہ نے علم تصوف کو اصل شریعت کے مطابق کرنے کے لئے ضروری سمجھا کہ علوم دینیہ کا ایک جامع کتب خانہ فراہم کیا جائے اور نقد و جرح کے بعد جو بات منقح ہو جائے اس پر عمل کیا جائے، خانقاہ سراجیہ کی یہ ایک اہم خصوصیت تھی کہ جو شخص بھی کوئی مسئلہ کسی فن کا بیان کرے وہ کتابوں میں سے بھی نکال کر دکھلائے اور چونکہ مذاہب اربعہ اور سلاسل اربعہ کی اور ان کے متعلقات کی، ہر قسم کی کتابیں بہت ہی کثیر تعداد میں موجود تھیں، اور مسئلہ کے تسلیم ہونے کی شرط یہ تھی کہ کتابوں کے حوالے سے مسئلہ ثابت کیا جائے، اس لئے کوئی شخص کوئی کمزور یا بے دلیل بات کرنے کی جرأت نہ کرسکتا تھا۔

دوسری خاص بات جو اس کتب خانہ سے تعلق تھی وہ یہ تھی کہ حضرت مولانا ابو السعد احمد خان قدس سرہ طریقت کے مرشد اور مربی تھے، طریقت میں عالی ظرفی کو وسعت قلبی اور دوسروں کی رائے کے مناسب احترام اور اختلاف کی صورت میں موزوں ملائم معارضہ کی تربیت اپنے منتسبین کو ہمیشہ دیتے رہتے تھے، یہاں مختلف الخیال علماء کا اجتماع رہتا تھا، حضرت کے خدام میں اکثریت اجلہ علماء کی تھی، مولانا عبدالخالق صاحب مرحوم بانی دارالعلوم کبیر والا ضلع خانیوال، مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم سرگودھا اور مولانا قاضی صدر الدین صاحب، بانی خانقاہ نقشبندیہ، ہری پور ہزارہ جیسے محقق علماء شریک محفل رہتے تھے، ایسے حالات میں آراء کا اختلاف لازمی تھا اور اس اختلاف کو اجتماع کی صورت میں تبدیل کرنے کے لئے ایک بڑے کتب خانہ کی ضرورت تھی جو حضرت موصوف نے اپنے ذاتی وسائل سے اکٹھا کیا اور اس طرح اپنے خدام علماء کی تربیت فرماتے تھے، بسا اوقات دورانِ بحث مسئلہ کا کوئی کمزور پہلو خود اختیار فرما لیتے اور دوسرے علماء علم و فضل اسی مسئلہ کے مضبوط پہلو پر داد تحقیق دیتے، جب کافی بحث ہو چکتی

تو قبلہ حضرت صاحب اپنی رائے سے رجوع فرما کر دوسرے علماء کی ثابت کردہ رائے کو اختیار فرما لیتے، اس سے مستفیدین کو دو طرح کے فائدے ہوتے، ایک تو یہ کہ ہمیشہ مسئلہ کے راجح اور مضبوط پہلو کو اختیار کیا جائے، دوسرا فائدہ یہ کہ جب مسئلہ کا راجح اور مضبوط پہلو سامنے آجائے تو چاہے اسے کسی چھوٹے آدمی نے ہی ثابت کیا ہو، اس کو بے چون و چرا تسلیم کر لینا چاہیے۔ (فکر ونظر، ص ۲۶۷، ۱۹۷۰ء، ۱۹۷۱ء)

فراہمی کتب

مولوی عبدالتواب صاحب تاجرِ کتب ملتان، ابناء مولوی محمد بن غلام رسول سواتی، بمبئی، عبدالصمد دادلادہ، سورت اور کلکتہ کے بعض بڑے تاجران کتب کو حضرت کی ہدایت تھی کہ جب بھی کوئی نئی کتاب آئے، فوراً خانقاہ سراجیہ کندیاں کو اطلاع دی جائے، اگر یہاں ضرورت نہ ہو تو پھر کسی اور کو فروخت کی جائے، اس کے علاوہ مطبع بریل، لیڈن، ہالینڈ اور لندن کے بڑے کتب فروشوں سے بھی مراسلت رہتی تھی اور مطبوعات یورپ ان کے ذریعے فراہم ہوتی تھیں، ذوق بے حد نفیس تھا، ایک کتاب آئی بعد کو پتہ چلا کہ فلاں مطبع میں یہ کتاب زیادہ صحت سے چھپی ہے، وہ کتاب بھی منگوالی، پھر معلوم ہوا کہ یہی کتاب مصر یا استنبول میں بہت خوبصورت چھپی ہے، وہ بھی منگوالی۔

لغت کی مشہور کتاب ''نہایۃ ابن اثیر'' (۴ جلد) ایک کباڑی کے یہاں سے چار روپے میں دستیاب ہوگئی، کتاب کی عظمت کے پیش نظر جلد بندی کے لئے یہی کتاب کلکتہ بھیجی گئی، وہاں سے اس کتاب کی بغیر گتہ جلد مراکو لیدر کی جلد اڑتالیس روپے میں بن کر آئی اور یہ اڑتالیس روپے آج کے نہیں ۱۹۳۴ء کے تھے۔ (فکر ونظر، ص ۲۶۸)

حضرت اقدس قدس سرہ کی اہلیہ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا کی خدمات کتب خانہ

حضرت اقدس کی اہلیہ محترمہ کی خدماتِ کتب خانہ مثالی اور ناقابلِ فراموش ہیں، تفسیر روح المعانی کی اطلاع آئی اس کی قیمت کے مطابق رقم اس وقت پاس موجود نہ

تھی، حضرت بڑے متفکر تھے ایک وقت کھانا نہ کھا سکے، آپ کی اہلیہ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا کو جب صورت حال کا علم ہوا تو موصوف نے اپنا طلائی ہار لا کر پیش کر دیا کہ فی الوقت ہار فروخت کر کے آپ کتاب منگوالیں۔ (فکر ونظر ص ۴۶۹)

آپ کو اپنی کتابوں سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا

آپ حتی الامکان کتاب عاریتاً نہیں دیتے تھے، فرمایا کرتے تھے کہ کتاب ایک بار گھر سے نکل جائے تو ٹھیک واپس نہیں آتی، یہ شعر بھی پڑھا کرتے تھے:

الا یا مستعیر الکتب اقصر　　فان اعارتی للکتب عار

فمحبوبی من الدنیا کتاب　　و ھل ابصرت محبوبا بعار

ترجمہ: خبردار! اے کتاب عاریت مانگنے والے ایسا نہ کر، کیونکہ میں کتاب عاریت دینے میں عار محسوس کرتا ہوں، دنیا میں میرا محبوب کتاب ہے اور تم نے دیکھا ہے کہیں محبوب بھی عاریتاً دیا جاتا ہے۔

آپ کتاب کی بے حرمتی گوارا نہ فرماتے تھے

ایک دفعہ ایک مولوی صاحب کتب خانہ میں کوئی تحریر دیکھ رہے تھے، کتاب پر معمولی سا غبار محسوس ہوا تو غبار جھاڑنے کے لئے زور کے ساتھ کتاب دھپ سے بند کی، حضرت اقدس برآمدہ میں بیٹھے ہوئے تھے، بیتاب ہو کر اٹھے اور دوڑ کر اندر تشریف لے گئے، مولوی صاحب سے پوچھا کہ اتنے زور سے آپ نے کتاب بند کی تھی؟ ان مولوی صاحب نے محجوب ہوتے ہوئے کہا کہ حضرت! کتاب پر گرد و غبار تھا، وہ جھاڑنے کے لئے میں نے زور سے کتاب بند کی۔

حضرت نے فرمایا: مولوی صاحب! مجھے بیوی یا بیٹی کی گالی سے اتنا صدمہ نہیں ہوتا، جتنا اپنی کتاب کی بے حرمتی سے ہوتا ہے، غبار ہی صاف کرنا تھا تو رومال سے آہستہ سے صاف کرتے، پھر اپنے عربی رومال سے آہستہ آہستہ کتاب کو صاف کر کے بتلایا کہ اس طرح نرمی سے صاف کر لیتے، آپ کی دھپ کی آواز تو میرے دل پر لگی۔ (فکر ونظر)

قواعد وضوابط خدماتِ مراجعین

عجیب مگر کامیاب روایت ہے کہ کوئی کتاب کمرے سے باہر نہیں جا سکتی، لائبریری میں بیٹھ کر کوئی کسی وقت بھی مطالعہ کر سکتا ہے، ہر کوئی ایک مہینہ تک رہ سکتا ہے، جس کے دوران رہائش وخوراک مدرسہ کے ذمہ ہے، حضرت خواجہ خان محمد صاحب (مدظلہ العالی) نے فرمایا محقق کے لئے ایک مہینہ کی قید نہیں، وہ جب تک چاہے رہ سکتا ہے۔

کتاب کی شان

حضرت اقدس مولانا الشاہ الحاج محمد اسعد اللہ صاحب مدظلہ کی زبان سے

دلربا و دلکش و دلدار و دلبر ہے کتاب
جانفروز و جاں نواز و روح پرور ہے کتاب
فیض بخش و مہربان و لطف گستر ہے کتاب
وجہ تسکین دل پر درد و مضطر ہے کتاب
روح کو کندن بنا دیتی ہے علم و فضل سے
قدر دانوں کے لئے کبریتِ احمر ہے کتاب
ہوش والو! تم کو حرز جاں بنانا چاہیے
علم و فہم و عقل و دانائی کا دفتر ہے کتاب
مست ہوکر جھومتے ہیں طالبانِ معرفت
بادۂ اسرار کا لبریز ساغر ہے کتاب

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆

ساتھیوں کے حقوق

اور

نیک ساتھی کی اہمیت

نیک ساتھی کی اہمیت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ (الی قوله) وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ (الآیة)

ترجمہ: عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور اپنے رشتہ داروں اور یتیموں اور مساکین اور قرابتی ہمسایہ اور اجنبی ہمسایہ اور جو تمہارے ہم صحبت، پاس بیٹھنے والا ہو، ان سب کے ساتھ احسان کرو۔

اس آیت سے شرکاء تعلیم کا حق دو طرح سے ثابت ہوتا ہے۔ ایک اس لفظ سے والجار الجنب اور دوسرا اس لفظ سے والصاحب بالجنب۔ کیونکہ ساتھی کا جار ہونا ظاہر ہے، اور صاحب بالجنب بھی ہونا ظاہر ہے۔ چنانچہ مفسرین نے شریک فی العلم کے ساتھ اس کی تفسیر بھی کی ہے۔ (اصلاح انقلاب، ص ۳۰۳)

بیٹھنے میں ساتھیوں کی رعایت کرنا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوْا (الآیة)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں کشادگی کرو تو فوراً کشادگی کرو اللہ تمہارے لئے کشادگی کرے گا۔ اور جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہو۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ شرکاء تعلم (ہم سبق ساتھیوں) کو بیٹھنے کی جگہ دینے کے لئے اہتمام کرنا چاہیے جتنا بھی ممکن ہو۔ (اصلاح انقلاب ص ۳۰۴)

اور بعد میں آنے والوں کو چاہیے کہ دیکھ لے حلقہ میں گنجائش ہے یا نہیں۔ اگر گنجائش ہو تو برابر میں بیٹھ جانے میں مضائقہ نہیں، ورنہ لوگوں کو پریشان نہ کرے ان کے

پیچھے بیٹھ جائے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پیچھے بیٹھ جانے سے عار کرنا سبب ہے حق تعالیٰ سے اعراض کرنے کا۔

بعد میں آنے والے ساتھی کو جگہ دینا چاہیے

حضرت واثلہ بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے، آپ ﷺ اس کے لئے ذرا کھسکے تاکہ جگہ خالی ہو جائے۔ اس نے عرض کیا ''یا رسول اللہ! جگہ وسیع ہے'' تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''مسلمان کا مسلمان پر حق ہے'' کہ جب اس کو دیکھے تو اس کے لئے کچھ ہلے اور جنبش کرے۔ (بیہقی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شریک فی التعلیم (ساتھی) کا بدرجہ اولیٰ یہ حق ہے کہ اس کے آنے وقت ضرور اس کو بیٹھنے کی جگہ دے۔ بعض طلبہ اس میں بہت بے مروتی کرتے ہیں۔

ضرورت مند ساتھی کو تکرار کرا دینا چاہیے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور ایک شخص میرا پڑوسی انصاری عوالی مدینہ میں کچھ فاصلہ پر رہا کرتے تھے اور باری باری جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے، ایک دن میں اور ایک دن وہ۔ جس دن میں جاتا تو جو سن کر آتا اس سے بیان کر دیتا جس دن وہ جاتا تو جو سن کر آتا مجھ سے بیان کر دیتا۔ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو لوگ حاضر ہیں وہ غائبوں کو پہنچا دیں۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اپنا شریک فی التعلیم (ساتھی ہم درس) اگر کسی سبق میں حاضر نہ ہو تو ناغہ شدہ سبق کا اس کو تکرار کرا دیا کرے اور یہ اس کا حق ہے۔ اور یہاں سے مدارس میں باری باری پڑھنے کی بھی اصل نکلتی ہے۔

اگر ایک ساتھی نہ پوچھ سکا تو دوسرا ساتھی اس کے لئے پوچھ لے

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو مذی بہت آتی تھی شرم کی وجہ سے

حضور ﷺ سے پوچھا نہیں اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ سے پوچھو۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے پوچھا، جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مذی نکلنے سے وضو واجب ہو جاتا ہے۔

اس حدیث سے یہ حق معلوم ہوا کہ اگر کوئی اپنا ہم سبق استاد سے کوئی بات پوچھتا ہوا شرمائے اور اپنے ساتھی سے پوچھنے کی درخواست کرے تو خود غرضی کو چھوڑ کر پوچھ لے۔ البتہ اگر نامعقول سوال ہو تو عذر کرے یا استاد کسی مصلحت سے کہے کہ جس کا سوال ہو وہ خود کرے تو اس وقت اسی پر عمل کرے۔ (اصلاح انقلاب ص ۳۰۷)

مجلس اور درجہ میں بیٹھنے کے مختلف آداب

۱۔ جب مجلس جمی ہوئی ہو اور کوئی گفتگو ہو رہی ہو تو سلام نہیں کرنا چاہئے، بعض لوگ بیچ میں السلام علیکم کہہ کر لٹھ سا مار دیتے ہیں جس سے گفتگو سارا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور تمام مجمع پریشان ہو جاتا ہے۔ (حسن العزیز، ج ۱ ص ۴۸۵)

۲۔ ہمیشہ یاد رکھو پڑھتے ہوئے آدمی کے پاس کبھی نہیں بیٹھنا چاہئے۔ (حسن العزیز، ج ۱ ص ۷۱۱)

۳۔ کام کی مشغولی کے وقت میں سلام اور چھینک کا جواب دینا واجب نہیں۔ (حسن العزیز، ج ۱ ص ۴۸۵)

۴۔ جس موقع پر سلام کرنے سے قلب مشوش ہو جائے اس موقع پر سلام نہ کرو۔

۵۔ مشغول آدمی کے پاس بیٹھ کر اس کو تکو مت کہ اس سے دل بٹتا ہے اور دل پر بوجھ معلوم ہوتا ہے بلکہ خود اس کی طرف متوجہ ہو کر مت بیٹھو۔

۶۔ جب جگہ میں وسعت ہو تو کسی کی طرف پشت کر کے نہ بیٹھنا چاہیے، جگہ نہ ہو تو مجبوری ہے۔ مسلمان کا احترام اتنا ہے کہ بجز امانت کی ضرورت کے اس کی طرف پشت نہ کرنا چاہیے حتی کہ جو اذکار نماز کے بعد پڑھے جاتے ہیں ان میں بھی پشت نہیں کرنی چاہیے گو خانہ کعبہ کی طرف پشت ہو جائے۔ (حسن العزیز ص ۶۰۸ ج ۱)

۷۔ کسی کے پاس بیٹھنا ہو تو اس قدر مل کر نہ بیٹھو کہ اس کا دل گھبرائے اور نہ اس

قدر فاصلہ سے بیٹھو کہ بات کرنے میں تکلیف ہو۔ (آداب زندگی ص۲۱)

۸۔ مجلس میں کسی کی طرف پاؤں نہ پھیلاؤ۔ (تعلیم الدین ص۵۱)

۹۔ کسی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر اس کی جگہ مت بیٹھو۔ (تعلیم الدین ص۶۱)

۱۰۔ جو شخص اپنی جگہ سے چلا جائے اور پھر جلدی واپس آکر بیٹھنے کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ جگہ اس کا حق ہے دوسرے شخص کو وہاں نہ بیٹھنا چاہیے۔ (تعلیم الدین ص۶۱)

۱۱۔ اگر کسی ضرورت سے مجلس سے اٹھنا ہوا اور پھر آکر بیٹھنا منظور ہو تو اُٹھتے وقت کوئی چیز رومال وغیرہ چھوڑ دے تاکہ حاضرین کو معلوم ہو جائے۔

۱۲۔ جو دو شخص قصداً مجلس میں ایک جگہ جمع ہوں ان کے درمیان بلا ان کی اجازت مت بیٹھو۔

۱۳۔ نہ کسی کی پشت کی طرف (یعنی پیٹھ کے پیچھے) بیٹھو اور نہ کسی کی طرف پشت کرکے بیٹھو۔

۱۴۔ جب مجلس میں جاؤ جہاں جگہ مل جائے وہیں بیٹھ جاؤ۔ یہ نہیں تمام حلقہ کو پھاند کر ممتاز جگہ پہنچ جاؤ۔

۱۵۔ مجلس میں ناک بھویں چڑھا کر مت بیٹھو۔ جمائی کو حتی الامکان روکو اگر نہ رکے منہ ڈھانک لینا چاہیے۔

۱۶۔ حاضرین سے ہنستے بولتے رہو ان میں ملے جلے رہو۔ شرع کے خلاف کوئی بات نہ ہو۔

۱۷۔ دوستوں سے باتیں کرنا بھی عبادت ہے کیونکہ مومن کی تطییب قلب بھی عبادت ہے۔

طالبعلم کو چاہیے کہ اپنے رفقاء اور ساتھیوں کے حقوق کا خیال رکھے

اس کو کسی قسم کی تکلیف نہ دے۔ ان کی دل آزاری کا سبب نہ بنے۔ اگر اس کا ساتھی غلط عبارت پڑھے تو اس پر ہرگز ہرگز نہ ہنسے۔ ممکن ہے ساتھی نے غلط فہمی اور ناواقفیت کی وجہ سے غلط پڑھا ہو۔ ہنسنے سے اسے سبکی محسوس ہوگی اور خود اس کے اندر عجب

اور تکبر پیدا ہوگا۔ اگر کسی ساتھی کو کتاب سمجھنے میں وقت پیش آئے تو تکرار کے دوران اسے سمجھا دے۔ یاد رکھے تکبر کے ساتھ علم حاصل کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

العلم حرب للفتي المتالي، كالسيل حرب للمكان العالي

جس طرح ایک بلند مکان کو سیلاب پاش پاش کر دیتا ہے اسی طرح تکبر عالم کے علم کو ختم کر دیتا ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ نماز میں امام بنے اور سلام پھر کر کہنے لگے، صاحبو! اپنے لئے کوئی دوسرا امام تجویز کرلو کیونکہ اس وقت میرے دل میں خطرہ گزرا کہ چونکہ میرے برابر جماعت میں کوئی دوسرا نہ تھا اس لئے امام تجویز کیا گیا۔

طالبعلم کو چاہیے کہ اپنے اندر مکارم اخلاق پیدا کرے جن کی تعلیم کے لئے نبی اکرم ﷺ مبعوث ہوئے۔ وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ سچ بولنا ۲۔ سچائی کا معاملہ کرنا۔
۳۔ سائل کو عطا کرنا۔ ۴۔ احسان کا بدلہ دینا۔
۵۔ صلہ رحمی کرنا۔ ۶۔ امانت کی حفاظت کرنا۔
۷۔ روزی کا حق ادا کرنا۔ ۸۔ ساتھی کا حق ادا کرنا۔
۹۔ مہمان کا حق ادا کرنا۔ ۱۰۔ ان سب کی جڑ اور اصل حیا ہے۔

طالبعلم کو چاہیے کہ اپنے کمرہ میں رہنے والے ساتھیوں سے جھگڑا فساد نہ کرے۔ ان سے کوئی غلطی ہو تو اس پر حتی الوسع صبر کرے۔ غریب ساتھی کی حتی المقدور مدد کرے۔

نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ دوران سفر دو مسواکیں بنائیں۔ ٹیڑھی مسواک اپنے پاس رکھ لی اور سیدھی اور خوبصورت مسواک اپنے رفیق سفر کو عطا کی۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ اچھی اور خوبصورت مسواک آپ اپنے پاس رکھ لیں۔ فرمایا میرا بھی یہی دل چاہتا ہے کہ اچھی مسواک میرے ساتھی کے پاس ہو۔

خواجہ ابوالحسن نوری اور ان کے دو ساتھیوں کو حکومت وقت نے قید کر لیا اور ان کے قتل کا فیصلہ کر دیا۔ جب تینوں حضرات کو جلاد کے سامنے پیش کیا گیا تو ابوالحسن نوری

رحمۃ اللہ علیہ آگے بڑھے اور جلاد کے قریب ہو گئے۔ حاکم نے پوچھا کہ آپ نے جلد بازی کیوں کی؟ فرمایا، میرے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ جلاد جتنی دیر میں مجھے قتل کرے گا اتنے لمحے میرے ساتھیوں کو اور زندہ رہنے کا موقع مل جائیگا۔ حاکم یہ سن کر حیران ہوا اور تینوں کو رہا کر دیا۔

کسی سے دوستی سے پہلے اسے پرکھ لو

مقنع کندی کے اشعار ہیں:

أبل الرجال اذا اردت اخاء هم　　و توسمنّ امورهم و تفقد

فاذا ظفرت بذی اللّبابۃ و التقیٰ　　فبہ الیدین قریر عین فاشدد

و متی یذل و لا مجالۃ ذلہ　　فعلیٰ اخیک بفضل رأیک فارْدُد

و اذا الخنا نقض الحبی فی موضع　　و رأیت اھل الطیش قاموا فاقعد

لوگوں سے دوستی سے قبل ان کا امتحان لے لو۔ ان کے امور کو اچھی طرح جانچ لو۔ جب کسی متقی، عقلمند، آنکھوں کو ٹھنڈا کرنے والے کی دوستی میں کامیاب ہو جاؤ۔ تو اس کو مضبوط پکڑ لو۔"

اور جب اس سے لغزش ہو جائے لغزش تو ہو ہی جاتی ہے تو اپنی وسعت ظرفی سے اس سے درگزر کرو۔

جب کسی موقع پر کوئی نازیبا کلام محبت میں دراڑیں ڈال دے اور تو اہل غضب کو کھڑا دیکھے تو تو بیٹھ جا!۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی نصیحت

یحییٰ بن کثیر کہتے ہیں:

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا۔ اے بیٹے ایک مرتبہ جب کوئی اچھا دوست مل جائے تو اس کو تھام لو۔ کیونکہ اس جیسا دوسرا نہ ملے گا۔

دوست وہ جو مشکل میں ساتھ دے

محمد بن حسین کہتے ہیں:

کوفہ میں ایک دیہاتی تھا۔ اس کا ایک گہرا دوست تھا جو اس سے محبت کے بڑے دعوے کرتا تھا۔ دیہاتی نے اس کے دعوؤں سے متاثر ہو کر اس کو مشکل لمحات کا غم خوار بنالیا۔ چنانچہ دیہاتی پر جب کوئی مشکل آتی اور وہ اس کے پاس جاتا۔ تو وہ ہر دفعہ اس سے دور بھاگتا، چنانچہ اس کو اپنی مطلب براری سے دور پا کر دیہاتی نے اشعار پڑھے:

اذا کان ود المرء لیس بزائد — علی، مرحباً، أو، کیف انت، و حالکا

و لم یک الا کاشرا او محدثاً — فاف لود لیس الا کذلک

لسانک معسول و نفسک بشة — و عند الثریا من صدیقک مالکا

و انت اذا همت یمینک مرة — لتفعل خیراً قاتلتها شمالک

ترجمہ: جب کسی کی محبت، خوش آمدید، آپ کیسے ہو؟ آپ کا کیا حال ہے؟ سے زیادہ نہ ہو اور وہ اپنی محبت کو ہنسنے اور باتوں تک محدود رکھے۔ تو ایسی محبت پر اف ہی کہا جا سکتا ہے۔ زبان تیری شہد کی طرح میٹھی اور نفس ہشاش بشاش ہے اور تیرا مال تیرے دوست سے اتنا دور ہے جتنا کہ ثریا (نامی ستارہ)۔ تیرا دایاں ہاتھ خیر کا ارادہ کرے تو تیرا بایاں ہاتھ اس سے لڑتا ہے۔

محمد بن حازم کے اشعار ہیں کہ:

وانّ من الاخوان اخوان کشرة — واخوان، حیاک الالہ ومرحبا

واخوان کیف الحال والاهل کلهٔ؟ — وذالک لا یسوی نقیرًا مترہا

جوا دا اذا استغنیت عنه بماله — یقول الیّ القرض والقرضَ فاطلبا

فان انت حاولت الّذی خلف ظهره — وجدت الثریّا منه فی العد اقربا

ترجمہ: کچھ دوست صرف ہنسی مذاق تک محدود ہوتے ہیں اور کچھ

دوست، اللہ تجھے زندہ رکھے، اور خوش آمدید تک محدود ہوتے ہیں۔ اور کچھ دوست '' آپ کا کیا حال ہے'' کہنے کے ساتھ اہل خانہ کی خیریت دریافت کرنے کی زحمت بھی نہیں کرتے۔ ایسا شخص خاک آلودہ فقیر کے برابر بھی نہیں ہے کہ جب آپ اس کے مال سے مستغنی ہوں تو لین دین کے نعرے لگائے اور جب آپ جو کچھ اس کی پیٹھ پیچھے ہے اس کو طلب کریں تو وہ آپ سے ثریا سے بھی زیادہ دور ہو جائیگا۔

دوغلے بے وفا شخص سے دوستی مت کرو

ابو حاتم کہتے ہیں:
عقلمند متلون المزاج سے دوستی نہیں لگاتا نہ ہی دو رخ سے دوستی لگاتا ہے۔ اور عقلمند ہی بات ظاہر کرتا ہے جو دل میں ہو۔ اور ظاہری محبت سے زیادہ دلی محبت کرنے والا ہوتا ہے۔

اور مصائب آنے پر عقلمند کے رویے میں تبدیلی نہیں آتی۔ بلکہ وہ اپنی سابقہ محبت پر قائم رہتا ہے۔ کیونکہ جو شخص ایسا نہ ہوا اس کی تعریف کوئی نہیں کرتا۔

سچے دوست کی صفات

محمد بن المنذر، محمد بن خلف التمیمی اور بنوخزاعہ کے اشعار ہے کہ:

لیس اخی من ودنی بلسانہ ولکن اخی من ودی فی النوائب
ومن مالہٗ مالی اذا کنت معدمًا ومالی لہٗ ان عضّ دھر بغارب
فلا تحمدن عند الرّخاء مئواخیا فقد تنکر الاخوان عند المصائب
وما ھو الّا کیف انت ومرحبا وبا البیض روّاغ کروغ الثعالب

ترجمہ: وہ شخص میرا بھائی نہیں جو مجھ سے صرف زبانی محبت کرے بلکہ میرا بھائی تو وہ ہے جو مصائب میں مجھ سے محبت کرے۔ اور

جب میں تنگدست ہوں تو اس کا مال میرا مال ہو۔ اور جب زمانہ اس کو مصائب میں جکڑے تو میرا مال اس کا مال ہو۔ فراخی کے زمانے میں جب کوئی بھائی چارگی کا دعویٰ کرے اس کی تعریف نہ کر کیونکہ برے وقت میں بعض بھائی بدل جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی محبت ''آپ کیسے ہو؟'' اور ''خوش آمدید'' تک محدود ہوتی ہے۔ ایسے لوگ پیسے کے معاملے میں لومڑی کی چال چلتے ہیں۔

ہشام اپنے والد عروہ سے نقل کرتے ہیں:

حکمت کی باتوں میں لکھا ہے کہ اپنے اور اپنے والد کے دوست سے محبت کرو۔

احمق کو اس کی صفات میں تلاش کرو

امام ابو حاتم فرماتے ہیں:

عقلمند پر جب کسی آدمی کا معاملہ مخفی ہو جائے تو اسے چاہیے کہ وہ حماقت کی علامات کا اس میں معائنہ کرے حماقت کی علامات یہ ہیں۔

۱۔ جواب میں جلد بازی۔ ۲۔ وقار کا نہ ہونا۔

۳۔ کثرت سے ہنسنا ۴۔ کثرت تعلقات

۵۔ پسندیدہ لوگوں کی غیبت کرنا ۶۔ برے لوگوں کے ساتھ اختلاط۔

احمق سے جب آپ اعراض کرو گے تو وہ غمگین ہوگا اور جب توجہ کرو گے تو وہ اترائے گا اگر آپ اس کے ساتھ بردباری کرو گے تو وہ جہالت پر اتر آئے گا۔

اگر آپ اس سے جہالت سے پیش آؤ گے تو وہ آپ سے بردباری سے پیش آئے گا اگر آپ اس سے برائی کرو گے تو وہ آپ سے اچھائی کرے گا آپ اس سے بھلائی کرو گے تو وہ برائی کرے گا اگر آپ اس پر ظلم کرو گے تو وہ آپ سے انصاف کرے گا اگر اس پر انصاف کرو گے تو وہ ظلم کرے گا۔

محمد بن اسحاق واسطی کے اشعار احمقوں کی صحیح تصویر کشی کرتے ہیں:

لی صدیقی یری حقوقی علیه ناقلات وحقه کان فرضا
لو قطعت الجبال طولاً الیه ثم من بعد طولها سرت عرضا
لرأی ما صنعت غیر کبیر واشتهیٰ ان ازید فی الارض ارضا

میرا ایک دوست ہے جو میرے حقوق لازمہ کے بجائے نافلہ خیال رکھتا ہے۔ اگر میں پہاڑوں کو لمبائی اور چوڑائی میں کاٹ کر اس تک پہنچوں تو میرے اس کارنامے کو بڑا سمجھنے کے بجائے اس کی خواہش ہوتی ہے کہ میں اتنی زمین اور قطع کروں۔

احمق ایک انگارہ ہے

سعید بن ابی ایوب کہتے ہیں:

بُرے آدمی کے ساتھ نہ رہو کیونکہ وہ ایک انگارہ ہے نہ اس کی محبت سیدھی ہوتی ہے نہ وہ وعدہ پورا کرتا ہے۔

بے وقوف بمقابلہ عقلمند

عبداللہ بن سلیمان حضرت حسن کا قول نقل کرتے ہیں۔

پیش قدمی کرنے والے بے وقوف سے پیٹھ پھیر کر بھاگنے والا عقلمند میرے نزدیک زیادہ لائق تحسین ہے۔

عتبی ایک دیہاتی کا قول نقل کرتے ہیں۔

عقلمند، عقلمندوں کے ساتھ تنگی والی زندگی بسر کرے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ بے وقوفوں کے ساتھ پر تعیش زندگی گزارے۔

عقلمند کی خصلتیں

امام ابو حاتم فرماتے ہیں:

عقلمند کی خصلتیں یہ ہیں۔ بردباری، خاموشی، وقار، اطمینان، وفاداری،

سخاوت، علم، تقوٰی، انصاف پسندی، قوت، مضبوط ارادہ، دانش مندی، تمیز، صائب الرائے، تواضع، چشم پوشی، عفو، پاکدامنی۔

آدمی کو جب عقلمندی کی صحبت میسر آئے تو اسے چاہیے کہ وہ اسے مضبوطی سے تھامے اور کسی حال میں اسے نہ چھوڑے۔

عقلمند کو چاہیے کہ ایسے شخص کی صحبت اختیار نہ کرے جس سے وہ کسی خیر کا استفادہ نہ کر سکے۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆

مناظرے اور مناظرہ بازی

سے

طلبہ اپنے کو بچا کے رکھیں

آجکل مناظرہ کیوں مفید نہیں؟

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ
''مجھ سے جب کسی نے مناظرے کی لئے کہا تو میں نے کہا کہ حَکَم کون ہوگا علماء یا عوام؟ علماء اگر حکم ہوئے تو وہ یا اِدھر کے ہوں گے یا اُدھر کے ہوں گے ان کا فیصلہ ہی کیا ہوگا؟ عوام بے شک خالی الذہن ہوتے ہیں لیکن وہ ہیں جہلاء اور علماء حکم ہو نہیں سکتے کیونکہ وہ اِدھر ہوں گے یا اُدھر۔ لامحالہ عوام حکم ہوں گے اور وہ ہیں جہلاء۔ تو جس فیصلہ کا مدار جہلاء پر ہو وہ فیصلہ جیسا ہوگا ظاہر ہے۔ پس اس سے تو بہتر ہے کہ جو تمہارے نزدیک حق ہو تم کہو اور جو ہمارے نزدیک حق ہو ہم کہیں، خدا جس کو اثر دے۔ مناظروں سے کوئی فائدہ نہیں۔ (حسن العزیز، ص ۴۲۶ ج ۱)

مناظرے سے ممانعت کی بڑی وجہ

ایک بہت بڑی خرابی یہ ہوتی ہے کہ اگر فریقین میں سے ایک منصف مزاج ہو اور اس نے دوسرے کی تقریر کے کسی جز کو مان لیا یا صحیح جواب سوچتا ہوا رہ گیا یا حق پرستی کے سبب کہہ دیا کہ مجھ کو اس کا جواب معلوم نہیں کسی سے دریافت کرلوں گا یا پھر سوچ کر یا سیکھ کر بتاؤں گا تو عوام جہلاء کے نزدیک گویا وہ ہار گیا۔ اور زیادہ تماشہ دیکھنے والے عوام ہی ہوتے ہیں اور اس۔ کے ہارنے کے ساتھ اس کا دعویٰ کیا ہوا مسئلہ بھی غلط ہو گیا۔ ان مفاسد کے ہوتے ہوئے تو مستحب بھی ممنوع ہو جاتا ہے چہ جائیکہ جب وہ فی نفسہ شرائط نہ پائے جانے کی وجہ سے مذموم ہو۔

اور اگر اس طرح مقرر کیا جائے کہ طالبین حق (حق پرست عوام) دونوں کی بات سن کر تصفیہ اور فیصلہ کرلیں گے۔ سو اول تو عوام الناس کا فیصلہ کہاں تک قابل اعتبار ہے جبکہ (علم) وفہم بھی نہ ہو ممکن ہے کہ باطل والے کی تقریر وہ سمجھ لیں اور اہلِ حق کی نہ سمجھیں۔ دوسرے اگر وہ عامی شخص فہیم (سمجھدار) ہے تو اس کے لئے مناظرہ ہی کی کیا ضرورت ہے مستقل طور سے تقریر کو سننا سنانا بھی اس غرض کے لئے کافی ہوسکتا ہے۔ (حقوق العلم ص ۸۲)

مروجہ مناظرہ کی ایک بڑی خرابی

۱۔ آج کل مناظرہ بہت ہی مضر ہے کیونکہ اس کی غایت (مقصد) کچھ بھی محمود نہیں۔ بس زیادہ مقصود یہ ہوتا ہے کہ خصیم (مقابل) کو ذلیل کیا جائے اور اپنی بات کو اونچا کیا جائے۔ حق کی تحقیق مقصود نہیں ہوتی۔ (انفاس عیسیٰ، ص ۶۲ ج ۲)

مناظرہ سے باطل کو فروغ ہوتا ہے

۲۔ مناظروں اور رسالوں نے اہل باطل کو بہت فروغ دیا ہے ورنہ اگر بے پرواہی برتی جاتی ان کے رد کی جانب کچھ التفات ہی نہ کیا جاتا تو ان کو اتنی اہمیت حاصل نہ ہوتی جتنی اب حاصل ہوگئی ہے۔ مناظروں سے تو اہلِ باطل کو فروغ ہوتا ہے اور نتیجہ کچھ نہیں ہوتا۔ (انفاس عیسیٰ، ص ۶۲۰ ج ۲)

علماء سے بدگمانی اور گروہ بندیاں

۳۔ آج کل اس کی مضرتیں محسوس ہو رہی ہیں۔ وہ یہ کہ ان فضول لایعنی قصوں کو دیکھ کر عوام الناس علماء سے بدگمان ہوگئے کہ یہاں ہر شخص دوسرے کی تکذیب کر رہا ہے۔ پھر وہ اپنے زعم کے مطابق اذا تعارضا تساقطا پر عمل کر کے سب ہی کو چھوڑ دیتے ہیں یا ایک طرف ہو کر دوسرے مقابل کی بے آبروئی اور ایذاء رسانی کے درپے ہوتے ہیں اور باہمی عداوت قائم ہو کر جانبین میں غیبت کا دروازہ الگ کھلتا ہے اور ایک دوسرے کی بے آبروئی کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ اور گروہ بندیاں ہو کر مسلمانوں کی قوت اور وقعت میں روزانہ تیزی سے انحطاط ہو جاتا ہے کبھی عوام میں باہم مار پیٹ ہوتی ہے اور نوبت عدالت تک پہنچتی ہے اور ہزاروں روپیوں پر پانی پھر جاتا ہے۔ (حقوق العلم، ص ۷۹)

توہین، تذلیل، بدگمانی و بدنامی

بعض اوقات ان جھگڑوں کی بدولت عدالت میں علماء بلائے جاتے ہیں اور

وہاں دینی کتابیں لائی جاتی ہیں جن کا وہاں ادب نہیں ہوسکتا۔ پھر بعض اوقات وہ مسائل ایسے فیصلہ کرنے والوں کے سامنے پیش ہوتے ہیں جن کو دینیات سے مس بھی نہیں اور وہ جاہل عالموں کا فیصلہ اوٹ پٹانگ کرتا ہے۔ پھر اکثر ایسے مقدمات کا سلسلہ سالہا سال جاری رہتا ہے اور اس مدت میں فریقین ضروری کاموں سے معطل ہو جاتے ہیں اور دوران معاملہ (مقدمہ بازیوں میں) امور منکرہ (ناجائز امور) اختیار کرنے پڑتے ہیں۔ مثلاً جھوٹ فریب اور چالاکی، جھوٹے گواہ بنانا، جھوٹے حلف اٹھانا ان سب کو دیکھ کر مخالفین اسلام کی نظر میں جو ذلت اور ہنسی اور شماتت ہوتی ہے وہ مخفی نہیں۔ (حقوق العلم ص ۷۹)

مرادآباد میں جس روز مناظرہ کی تاریخ تھی اس قدر چرچا تھا کہ ہندو بھی کہہ رہے تھے کہ وہاں شاہی مسجد میں مولویوں کی لڑائی ہو رہی ہے۔ ایسی شرم آئی کہ لا الہ الا اللہ، ان مناظروں میں ایسی ذلت۔

مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ بھی بہت نفرت کرتے تھے۔ مسلمانوں سے بالکل مناظرہ نہیں کرتے تھے ہاں کفار سے کرتے تھے۔ (حسن العزیز ص ۴۶۱ ج ۱)

ان مفاسد کے ہوتے ہوئے تو مستحب بھی منع ہو جاتا ہے چہ جائیکہ جب وہ فی نفسہ بھی شرائط نہ پائے جانے کی وجہ سے مذموم ہو۔ (حقوق العلم ص ۷۹)

مناظروں میں انبیاء کی توہین

آج کل مناظرے میں ایک ضرر یہ بھی ہے کہ یہ لوگ مخالف کے جواب میں انبیاء کی توہین کرنے لگتے ہیں۔ چنانچہ ایک مناظرہ میں عیسائی نے یہ کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کے رسول (ﷺ) سے زیادہ زاہد تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک بھی نکاح نہیں کیا ساری عمر زہد کی حالت میں گزار دی اور مسلمانوں کے پیغمبر نے ایک نہیں نو شادیاں کیں۔ تو اس کے جواب میں ایک صاحب فرماتے ہیں کہ پہلے تم یہ ثابت کرو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں قوت مردانگی بھی تھی۔ لیجئے صحیح جواب چھوڑ کر ان حضرت نے ایسا جواب دیا جس میں نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نامردی کا عیب لگا جاتا ہے۔ حالانکہ انبیاء علیہم السلام جس طرح باطنی کمالات کے جامع ہوتے ہیں اسی

طرح ظاہری کمالات بھی ان میں کامل طور پر موجود ہوتے ہیں ان کے قویٰ بشریہ بھی دوسروں سے زیادہ ہوتے ہیں۔

صحیح جواب یہ تھا کہ زاہد ہونا نکاح کرنے پر موقوف نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوا جتنے پیغمبر ہیں وہ سب زاہد نہ تھے کہ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام سب کے سب صاحب اہل وعیال تھے بلکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی تو تین سو اور بعض روایات کے مطابق تین ہزار بیبیاں تھیں۔ یہ تو مہذب لوگوں کا مناظرہ ہے اور گنواروں کا مناظرہ اس سے بھی زیادہ سخت ہوتا ہے۔

آج کل کے مناظروں میں اللہ تعالیٰ کی توہین

مباحثوں اور باہمی گفتگو میں بیکار وقت ضائع ہونے کے علاوہ بہت سی خرابیاں ہیں۔ مثلاً یہ کہ بے ادبی لازم آتی ہے سا عا یا تکلما۔ جیسے رڑکی میں ایک عیسائی بیان کر رہا تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے تھے۔ ایک گنوار نے کہا کہ خدا کا ان کے سوا اور بھی کوئی بیٹا ہے یا نہیں۔

پادری نے کہا نہیں۔ بولا تیرے خدا سے تو نعوذ باللہ میں اچھا ہوں دیکھ میرے تھوڑی سی عمر میں بیس لڑکے ہو چکے ہیں اور آگے اور بھی ہوں گے۔ تیرے خدا سے تو میں ہی اچھا رہا تیرا خدا کچھ بھی نہیں بہت کمزور ہے۔

سب لوگ کہنے لگے واہ بھئی خوب کہی پادری کو ہرادیا۔ مناظروں میں ایسے جاہلوں کی قدر ہوتی ہے جو بہت بک بک کرتے ہیں۔ اس گنوار کا جواب اگرچہ فی نفسہ ایک معقول بات تھی واقعی اگر خدا کے لئے بیٹا ہونا ممکن ہے تو اس کی کیا وجہ ہے کہ اس کا ایک ہی بیٹا ہو۔ حالانکہ اس کی مخلوق میں ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی کے بہت اولاد ہوتی ہے لیکن یہ طرز نہایت بیہودہ ہے۔ یہ کیا خرافات ہیں اور نتیجہ کچھ بھی نہیں۔

(التبلیغ ص ۱۳۲ ج ۱۔ حسن العزیز، ص ۲۱۷ ج ۴)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت

پہلے اور آج کل کے مناظروں کا فرق

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے حماد کو نصیحت کی تھی کہ دیکھو بیٹا مناظرہ کبھی نہ کرنا۔ ہم تو مناظرہ اس نیت سے کرتے تھے کہ خصیم (مقابل) کے منہ سے حق بات نکل جائے تو ہم اس کی بات مان لیں اور تم لوگ مناظرہ اس نیت سے کرتے ہو کہ خدا کرے خصیم کے منہ سے حق بات نہ نکلے بلکہ جو بات نکلے باطل ہی نکلے تاکہ تم کو اس کے رد کا موقع ملے۔

بلکہ اب تو اس سے بھی بدتر حالت ہے کیونکہ اس وقت جو تمنا ہوتی تھی کہ خصیم کے منہ سے باطل ہی نکلے حق نہ نکلے اس کا منشاء یہ تھا کہ وہ حضرات حق بات کو رد کرنا نہیں چاہتے تھے بلکہ حق بات کے رد سے شرماتے تھے اس لئے یہ تمنا تھی کہ خصیم کے منہ سے حق نہ نکلے تاکہ رد کر سکیں۔ اور اب تو مناظرہ میں شروع ہی سے یہ نیت ہوتی ہے کہ خصیم کی ہر بات کو رد کریں گے خواہ حق ہو یا باطل۔ (انفاس عیسیٰ ص ۱۲۵ ج ۱)

مناظرہ یا مشاجرہ

بعض لوگ کہتے ہیں کہ علماء کرام نے ہمیشہ مناظرہ کیا ہے لیکن وہ ایسے نہیں ہیں جیسے آج کل کے لوگوں کا طرز ہو گیا۔ کتابیں دیکھ لیجئے کیسی تہذیب اور متانت کے ساتھ مخالف کا رد کیا ہے اور ضروری رد پر اکتفاء کیا ہے نہ ہر ہر لفظ کا رد ہے نہ لایعنی الفاظ ہیں نہ لفظی مواخذات نہ عنادی مناقشات ہیں۔ مخالف کے وجوہ محتملہ کی خود ابتداء کرتے ہیں اور جو قابلِ قبول ہو مان لیتے ہیں اور جو قابلِ رد ہو طریقہ حسنہ (اچھے طریقے) سے رد کرتے ہیں۔ سو کہاں یہ مناظرہ اور کہاں آج کل کا مشاجرہ۔ (حقوق العلم ص ۸۲)

مروجہ مناظرہ حق کی تعیین کا معیار نہیں بن سکتا

آج کل کا مناظرہ تعیین حق کا معیار نہیں بن سکتا۔ اگر اس کو معیار قرار دیا جائے

کہ جو ساکت اور مغلوب ہو جائے وہ باطل پر ہے اور جو بولنے میں غالب آجائے وہ حق پر سو یہ تو بالکل غلط ہے۔ بعض اوقات صاحب حق کو جواب حاضر نہ ہونے کی وجہ سے یا اس شخص کے حاضر جواب نہ ہونے کی وجہ سے یا اہل باطل کی اُلجھی ہوئی تقریر سے پریشان ہو جانے کی وجہ سے یا اس کی بدزبانی سے مشتعل اور غضب ناک ہو جانے کی وجہ سے فی الوقت (تھوڑی دیر کے لئے) سکوت ہو جاتا ہے۔ تو کیا اس سکوت کی وجہ سے وہ حق باطل سے بدل گیا جس طرح محاجة بالسنان نیزہ اور تلوار سے مقابلہ کرنے میں بقول الحرب سجال کبھی ایک غالب کبھی دوسرا غالب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح محاجه باللسان (یعنی مناظرہ میں) بھی مشاہدہ ہے۔ (حقوق العلم ص ۸۱)

مروجہ مناظروں سے نفرت اس کے جواز میں شبہ

حکیم الامت حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ آج کل مجھے مناظرہ سے سخت نفرت ہے اگر چہ طالب علمی کے زمانہ میں بہت مناظرے کرتا تھا۔ وجہ یہ ہے کہ آج کل مناظروں میں حق کی تحقیق تو مقصود رہا ہی نہیں صرف بات کی پچ کرنے پر آدمی مجبور ہوتا ہے، اس سے مجھے نفرت ہے۔ (الافاضات الیومیہ، ص ۳۳۹ ج ۶ وص ۳۳۱ ج ۷)

مجھے آج کل مروجہ مناظرے سے نفرت ہے کیونکہ وہ اصول صحیحہ کے ماتحت نہیں ہوتا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کمال تو پیدا ہوتا نہیں، نہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں ایسے معقول غیر معقول ہانکتے رہتے ہیں، نہ کسی بات کا سر ہوتا ہے نہ پیر۔

(الافاضات الیومیہ، ص ۳۳۹ ج ۶، ص ۳۲۹ ج ۷)

مجھے تو آج کل کے مناظرے کے جواز میں شبہ ہے بجز غلبہ کی نیت کے طلب حق تو بالکل مقصود نہیں ہوتی۔ (حسن العزیز)

مناظرہ سے مجھ کو نفرت ہے۔ مرادآباد میں مناظرہ کرنے کے لئے ٹھہرالیا۔ میرے پاس خط آیا میں نے انکار لکھ بھیجا لیکن ایک بار ایسے قضیہ میں جانا پڑا مگر اللہ جانے مجھے ایسی نفرت ہوئی کہ منہ دکھلاتے ہوئے شرم آتی تھی کہ اگر کوئی پوچھے کہ کیوں آئے ہو تو کیا کہوں، یوں کہوں کہ مناظرہ کے لئے آیا ہوں لاحول ولا قوة بڑی نامعقول حرکت

ہے مگر خیر مناظرہ نہیں ہوا پھر وعظ وغیرہ ہوا، اس سے نفع ہوا۔ (حسن العزیز، ص ۶۰ ج ۱)

آج کل کے مناظرے اور مناظرہ بازی

آج کل مناظروں میں حق کو ثابت کرنے کی بجائے شفاء غیظ مقصود ہوتی ہے جیسے کوئی کسی کو کہے ''حرام زادہ'' تو مقابل کو صرف حرام زادہ کہنے سے شفا نہیں ہوتی بلکہ یوں کہے گا تو حرام زادہ، تیرا باپ حرام زادہ، اب پوری تسلی ہوگی۔ مذہبی گفتگو میں بھی اب یہی حالت رہ گئی ہے کہ بے ادبی کا جواب بے ادبی سے دیا جاتا ہے اور صریح بے ادبی کیسے جائز ہوگی۔ (حسن العزیز، ص ۳۱۰ ج ۳)

آج کل جواب دینا قاطع اعتراضات و اعتراضات کو ختم کرنے والا نہیں ہوتا بلکہ کلام اور زیادہ طویل ہو جاتا ہے تو وقت ضائع ہوا اور غرض بھی حاصل نہ ہوئی۔

(انفاس عیسیٰ، ص ۳۹۰ ج ۲)

یہ جو آج کل کا طرز ہے کہ شبہات کا جواب دیا جاتا ہے اس سے شبہات کا اسقاط نہیں ہوتا گو اسکات ہو جاتا ہے معترض ساکت ہو جاتا ہے۔ مناظرہ سے کوئی نتیجہ نہیں کیونکہ فریق مخالف پہلے ہی سے یہ سوچے ہوئے رہتا ہے کہ اگر کچھ کہے تو پھر جواب دوں گا اور تسلیم کر لینے کا اس کا کسی حال میں ارادہ نہیں ہوتا۔ (حسن العزیز، ص ۶۲ ج ۱)

ہر شخص کچھ نہ کچھ کہتا رہتا ہے۔ ہر شخص دوسرے کا جواب پھر دوسرا اس کا جواب الجواب پھر وہ پہلا اس جواب الجواب کا رد پھر دوسرا اس رد کا رد۔ دونوں اس سلسلہ کو جاری رکھتے ہیں کسی جانب بھی سکوت نہیں رہتا بقول کسے ملا آں باشد کہ چپ نہ شود۔

(تجدید تعلیم ص ۶۴۔ حقوق العلم ص ۸۱)

مناظروں میں جاہلوں کی بڑی قدر ہوتی ہے جو بہت بک بک کرتا ہو اس کو کہتے ہیں کہ بڑا اچھا وکیل ہے خوب لڑتا ہے۔ (حسن العزیز)

مناظرہ بازی یا مولوی بازی

بعض علماء کو مناظرہ کا شوق ہوتا ہے وہ جہاں جاتے ہیں مناظرہ کے لئے تیار ہو

جاتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مناظرہ کے بعد بھی لوگ تو اسی حال پر رہتے ہیں جس پر پہلے سے تھے ہاں ان کا وقت اچھی طرح برباد ہو جاتا ہے، آج کل منظروں میں حق کا اظہار مطلوب نہیں ہوتا محض ہار اور جیت مدنظر ہوتی ہے۔ چنانچہ ہر فریق اسی کوشش میں ہوتا ہے کہ جس طرح ہو سکے دوسرے کی ہر بات کو توڑا جائے اس کے منہ سے ایک دو بات سچی نکل بھی جائے مگر یہ اس کو بھی رد کرنا چاہتے ہیں۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رام پور میں نواب صاحب نے قادیانیوں سے اہلِ حق کا مناظرہ کرایا تھا۔ جب میں وہاں سے لوٹا تو لوگوں نے مجھ سے مناظرہ کا حال پوچھا۔ میں نے کہا کہ امیروں کو بازیوں کا شوق ہوتا آج مرغ بازی ہو رہی ہے، کل تیتر بازی ہو رہی ہے، پرسوں بٹیر بازی۔ نواب صاحب کو مولوی بازی کا شوق ہوا تھا انہوں نے مناظرہ کرادیا کہ دو مولوی آپس میں کھڑے لڑ رہے تھے نواب صاحب کو لطف آرہا تھا بس یہ حال تھا مناظرہ کا۔ واقعی آج کل کے مناظروں کا بس یہی حال ہے۔

بچپن میں مجھے بھی اس کا شوق تھا مگر جتنا پہلے شوق تھا اب اتنی ہی نفرت ہے۔ آج کل کے مناظرہ میں تو تو میں میں اور پھبتیاں بہت ہوتی ہیں جس سے سوائے اپنے مقابل کو رنج دینے کے کچھ مقصود نہیں ہوتا۔ بات بات میں رسالے بازی ہوتی ہے جس میں طرز تحریر ایسا اختیار کیا جاتا ہے جس سے مدمقابل کی خوب تحقیر و توہین ہو اسی لئے آج کل مناظرہ سے ضد اور عداوت بہت بڑھ جاتی ہے۔ میرے نزدیک آج کل کے مناظرے لایعنی میں داخل ہیں محض فضول وقت ضائع کرتے ہیں جس سے نفع کم اور نقصان زیادہ ہوتا ہے۔

آج کل کے مناظرین

بعضے لوگ اپنی شہرت اور ناموری کے لئے مجادلہ اور ردّ و قدح کی عادت ڈال لیتے ہیں اور دن رات اسی مشغلہ میں رہتے ہیں، پھر اس کا غلبہ یہاں تک ہوتا ہے کہ غیر ضروری امور میں بھی بغیر نزاع کے نہیں رہتے، پھر اکثر لوگوں کی غرض اس سے تحصیل جاہ

ہوتی ہے جس کی مذمت میں حدیث میں وارد ہے:

قال رسول اللہ ﷺ من طلب العلم لیجاری به العلماء او لیماری به السفهاء او یصرف به وجوه الناس الیه ادخله الله النار (ترمذی وابن ماجہ)

ترجمہ: جس نے علمِ دین اس واسطے حاصل کیا تاکہ علماء سے مناظرہ کرے یا جاہلوں سے جھگڑا کرے یا لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ دوزخ میں داخل کرے گا۔

بعض اوقات اس کا یہاں تک اثر ہوتا ہے کہ حق واضح ہو جانے کے بعد بھی اپنے باطل پر اصرار کئے جاتے ہیں کہ کہیں بات کی ہیٹی نہ ہو جائے۔

اور بعض لوگ خود اس کو مقصود اور دین کا کام سمجھ کر کرتے ہیں اس کی مذمت اس حدیث میں ہے:

ما ضل قوم هدی کانوا علیه الا اوتوا الجدل ثم قرأ رسول الله ﷺ ما ضربوه لک الا جدلاً الخ (ترمذی وابن ماجہ)

"المراد بالجدل ههنا العناد و المراد التعصب" (حاشیۃ الحدیث)

ترجمہ: ہدایت کے بعد کوئی قوم گمراہ نہیں ہوگی سوائے جدل والوں کے اور جدل سے مراد یہاں عناد اور تعصب ہے۔

مناظرہ طالب علموں کا شطرنج ہے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مناظرہ طالب علموں کا شطرنج ہے میں اس کو پسند نہیں کرتا۔ قیل وقال اور تضییع اوقات کے سوا اور کچھ نتیجہ نہیں ہوتا اظہارِ حق کی نیت تو کسی کی بھی نہیں ہوتی الا ماشاء اللہ بس یہ نیت ہوتی ہے ہیٹی نہ ہو، سبکی نہ ہو۔ صرف ہٹ دھرمی سخن پروری ہوتی ہے۔ (انفاس عیسیٰ، ص ۶۲۰ ج ۲)

مناظرہ کے ساتھ شوخی کچھ لازم سی ہوگئی ہے میں اس کو پسند نہیں کرتا۔ پہلے مجھے

بھی مناظرہ کا شوق تھا تو کلام میں شوخی ہوتی تھی مگر اب تو اس سے نفرت ہے۔

(مجالس حکیم الامت،ص ۲۸۸)

طلبہ کے مشقیہ مناظرے

بعض جگہ طلبہ کو مناظرہ کی تعلیم اسی طرح دی جاتی ہے کہ ایک جماعت فرضی عیسائی بنتی ہے اور ایک مسلمان۔ پھر وہ جماعت جو عیسائیوں کی طرف سے وکالت کرتی ہے وہ بالکل اس طرح گفتگو کرتی ہے جیسے سچ مچ کوئی عیسائی بول رہا ہے۔

مثلاً وہ اپنی مقابل جماعت سے اس طرح خطاب کرتے ہیں کہ آپ کے قرآن میں لکھا ہے اس سے ہماری تائید ہوتی ہے اور ہماری انجیل میں یہ مسئلہ اس طرح بیان کیا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے۔

اس بابت میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مدرسہ کے مہتمم نے مجھے طلبہ کا مناظرہ دکھایا تھا وہاں میں نے یہ طرز دیکھا واللہ ان طلبہ کی اس گفتگو سے میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ جب وہ مناظرہ ختم ہوگیا تو مہتمم صاحب کہنے لگے اس میں کوئی بات قابلِ اصلاح ہو تو فرمادیجئے۔ میں نے کہا یہ تو سر سے پاؤں تک ہی بگڑا ہوا ہے کس کس بات کی اصلاح کروں اس طرز میں ایک ضرر تو یہی ہے کہ مسلمان سے عیسائی بن گئے۔

(التبلیغ،ص ۱۲۱ ج ۲۱)

سلب ایمان کا خطرہ

دوسرے یہ کہ مناظرہ میں ہر فریق کو اپنی بات کا اونچا رکھنا مدنظر ہوتا ہے تو یہ صورت مطلقاً بھی اور خصوصاً اس طور پر نہایت سخت ہے۔ ایک فریق اسلام کو کمزور کرنے کی کوشش کرے جس سے بعض دفعہ سلب ایمان کا خطرہ و خدشہ ہوتا ہے کیونکہ آج کل طبیعتوں میں سلامتی نہیں ہے، نیتیں درست نہیں ہیں۔ پس ایسے لوگ بہت کم ہیں جو اس طرز پر نیت کو درست رکھ سکیں۔

ممکن ہے کوئی شخص کسی وقت محض اپنی بات کی پچ کرنے لگے اور نفسانیت کی وجہ

سے اسلام کی جانب کو کمزور کرنے لگے تاکہ سننے والے یہ کہیں کہ فلاں شخص نے بڑی زور دار تقریر کی اور اس کا انجام جو کچھ ہے ظاہر ہے۔ (التبلیغ ص ۱۲۱ ج ۲۱)

مناظرہ میں عوام، طلبہ کی شرکت کا نقصان

تیسرے یہ غضب ہے کہ اس قسم کے مناظرہ میں بعض دفعہ عوام بھی شریک ہو جاتے ہیں جس میں بڑا اندیشہ یہ ہے کہ کسی شخص کے ذہن میں فریق باطل کے دلائل نہ بیٹھ جائیں اور اہلِ حق کی طرف سے جو اس کا جواب بیان کیا جائے وہ اسکی سمجھ میں نہ آئے تو اس عامی شخص کا ایمان اس صورت میں برباد ہو جائے گا۔ اس لئے .... یہ طرز بالکل قابلِ ترک ہے۔

الغرض آج کل مناظرہ کی تعلیم جس طرز سے دی جاتی ہے وہ قابل ترک ہے۔

(التبلیغ ص ۱۲۱، ۱۳۱ ج ۲)

مناظرہ سیکھنے کے بارے میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

مناظرہ فی نفسہ جائز ہے لیکن اس طرز سے اس کی تعلیم مضر فی الدین ہے اس لئے اس طرز تعلیم و تعلم کو ممنوع کہا جائیگا۔ میرے نزدیک تو مناظرہ کے لئے تعلیم و تعلم ہی کی ضرورت نہیں فطرت سلیم (اور علم صحیح) ہو تو انسان ہر باطل مذہب کا رد بہت آسانی سے کرسکتا ہے۔ (التبلیغ ص ۱۲۰، ۱۲۲ ج ۲۱)

ضرورت کی وجہ سے شعبۂ مناظرہ کا قیام

لیکن اگر واقعی اس کی ضرورت محسوس ہو تو بس اس کا طریقہ یہ ہے کہ ان کاموں (تقریر و مناظرہ) کے لئے مستقل مدارس و شعبے قائم کئے جائیں۔ (ابوالیتامیٰ ص ۴۴)

دورانِ تعلیم شعبۂ مناظرہ میں حصہ لینے کا نقصان

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں اس کا بھی مخالف ہوں کہ دینی مدارس میں دورانِ تعلیم تقریر و مناظرہ کی تعلیم کے لئے (باقاعدہ) کوئی شعبہ

قائم کیا جائے۔ کیونکہ تجربہ ہے کہ طالب علم تقریر و مناظرہ میں زمانہء تعلیم کے وقت مشغول ہو کر پھر کتابوں میں پوری توجہ نہیں کر پاتے جس سے ان کی استعداد ناقص رہ جاتی ہے۔ (ابوالیتامیٰ، ص ۴۴)

مناظرہ خطرناک چیز ہے ہر شخص کو نہیں کرنا چاہیئے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آجکل مناظرہ بہت ہی خطرناک چیز ہے ہر شخص کو مناظرہ کرنا مناسب نہیں۔ اس کے لئے بڑے فہم اور عقل کی ضرورت ہوتی ہے میں نے خود بہت لوگوں کو دیکھا ہے کہ مناظرہ کرتے کرتے خود بگڑ گئے اور بد دین ہو گئے۔ سلامتی اسی میں ہے کہ سیدھا سیدھا اپنے روزے نماز میں لگا رہے اور ان جھگڑوں میں نہ پڑے۔ (انفاس عیسیٰ، ص ۶۴۸ ج ۲)

غیر محقق کو مناظرہ کی اجازت نہیں

پہلوان اگر کسی سے کشتی کرنا چاہے تو اس کو پہلے یہ دیکھ لینا چاہئے کہ مقابل اپنے سے کمزور ہے یا زبردست۔ اگر کمزور ہو تو مقابلہ کرے ورنہ اُس سے دور ہی رہے۔ ایسے شخص کا مقابلہ نہ کرے جو اس سے زبردست ہو۔ پس محقق کے سوا کسی کو اجازت نہیں مخالفین کے رد کے درپے ہو کیونکہ غیر محقق کے بارے میں اندیشہ ہے کو خود ہی شک میں پڑ جائے گا۔ (ملفوظات اشرفیہ، ص ۶۸)

غیر محقق کے مناظرہ کرنے کا انجام

دو طالب علموں قصہ:

(غیر محقق) کو اہلِ باطل سے مناظرہ کبھی نہ کرنا چاہئے کیونکہ مناظرہ میں ان سے تلبس ہوتا ہے اور تلبس سے اثر ہو جاتا ہے۔ (الافاضات الیومیہ، ص ۱۳۵ ج ۹)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے یہاں کے دو طالب علم ایک مبتدع (بدعتی) شخص سے مناظرہ کرنے گئے مگر خدا جانے کیا ہوا اس سے بیعت ہو گئے۔

مجھے خبر ہوئی تو میں نے وہ بیعت ان سے علی الاعلان فسخ کرائی اُس کو خبر ہوئی تو اس نے کہا کہ میں چلہ کھینچتا ہوں دیکھنا ۴۰ دن میں کیا ہوتا ہے۔ میں نے کہلا بھیجا ۸۰ دن میں بھی کچھ نہ ہوگا۔ بعد میں اس نے کچھ کیا ہوگا مگر پھر یہ ہوا کہ وہ شخص ایسا نرم ہوا کہ کبھی کبھی خط بھی بھیجا اس سے میں نے سمجھا کہ غالباً اس نے کچھ کیا ہوگا۔ جب کچھ نہ ہوا تب وہ ڈھیلا ہوا۔ (حسن العزیز، ص ۳۲۰ ج ۴)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو حضور ﷺ کی زیارت روز ہوا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ راستہ میں ایک فقیر (درویش) کو سُنا۔ اس سے ملنے گئے تو اس نے شراب پیش کی انہوں نے انکار کیا اس نے کہا پچھتاؤ گے انہوں نے کچھ التفات نہ۔ رات کو دیکھا کہ حضور ﷺ کا دربار ہے انہوں (شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) نے چاہا وہ اندر جائیں مگر دیکھا کہ وہ فقیر دروازہ پر کھڑا ہے اور کہتا ہے کہ جب تک شراب نہ پئے گا ہرگز نہ جا پائیگا۔ چنانچہ محروم رہے انہوں نے کہا زیارت واجب نہیں اور شراب سے بچنا واجب ہے۔ اگلے دن بھی یہی قصہ پیش آیا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ تیسرے دن بھی ایسا ہی دیکھا بس انہوں نے مجلس کے باہر سے حضور ﷺ کو آواز دی۔ حضور ﷺ نے اس فقیر کو ڈانٹا اور فرمایا:

اخسا یا کلب

اے کتے دور ہو۔

اور ان کو اندر بلالیا۔ صبح کو انہوں نے اس فقیر کے مکان پر جا کر دیکھا تو وہ فقیر نہیں تھا لوگوں سے پوچھا فقیر کہاں گیا۔ کسی نے کہا معلوم نہیں ہاں اتنا دیکھا ہے کہ ایک کتا یہاں سے نکل کر چلا گیا۔

حضرت نے فرمایا ایسے تصرفات بھی اہل باطل کے ہوتے ہیں۔

(حسن العزیز ص ۳۲۰ ج ۴)

ایک عجیب واقعہ

بلاضرورت اہلِ باطل سے ملنے اور مناظرہ سننے کا وبال

حضرت حکیم الامت نے ہندوستان کے کسی مقام کا ایک واقعہ لکھا کہ ایک بزرگ گنگا کے کنارے چلے جارہے تھے۔ راستہ میں انہوں نے ایک جوگی کو دیکھا کہ وہ بیٹھا ہوا ہے اپنے چیلوں کو توجہ دے رہا ہے یہ بھی تماشے کے طور پر وہاں بیٹھ گئے۔ بس بیٹھنا تھا کہ ان کو یہ محسوس ہوا کہ ان کے قلب میں جو کچھ نور تھا وہ سب سلب ہوگیا اور بجائے نور کے ایک سیاہی تمام قلب کو محیط ہوگئی اور جی چاہنے لگا اور بے حد تقاضہ اس کا ہوا کہ بس اب تو اسی کے قدموں میں رہ کر ساری عمر گزار دوں۔

اب یہ بزرگ بڑے گھبرائے کہ یہ کیا بلا آئی۔ اس خیال کو دفع کرتے ہیں مگر دفع ہونے کی بجائے بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ آخر کار ان کو تو اور کچھ سوجھا نہیں بس یہ خیال کیا کہ جہاں تک ہوسکے نفس کے اس تقاضے کے خلاف کرو اور یہاں سے چل دو۔ چنانچہ اس جوگی کو برا بھلا کہتے ہوئے وہاں سے چلے آئے مگر اس کے بعد بھی ان کی یہی حالت رہی اب یہ نہایت پریشان کہ اب کیا کروں مگر کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آئی۔ اسی حالت میں ان کی آنکھ لگ گئی خواب میں حضور اکرم ﷺ کو دیکھا خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میری دستگیری فرمایئے میں تو برباد ہوگیا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے ایسی حرکت ہی کیوں کی یعنی اس کے پاس کیوں بیٹھے تھے۔

انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھ سے حماقت ہوگئی توبہ کرتا ہوں آئندہ کبھی ایسے شخص سے نہ ملوں گا۔ اس پر حضور ﷺ نے ان کے سینے پر اپنا دستِ مبارک پھیرا۔ دستِ مبارک کا پھیرنا تھا کہ وہ سیاہی ان کے قلب سے بالکل رفع ہوگئی اور پھر وہی نور عود کر آیا اور بالکل اطمینان وسکون پیدا ہوگیا۔ (القول الجلیل، ص ۵)

دجال کا تصرف

پھر ارشاد فرمایا کہ اہلِ باطل کی اسی قوت متصرفہ کی وجہ سے حدیث میں ارشاد ہے

کہ جب تم سنو کہ دجال آیا ہے تو اُس سے دور بھاگو اور فرمایا کہ دجال بھی بڑا صاحب تصرف ہوگا۔ چنانچہ بعض لوگ اس کے تصرفات کو دیکھ کر اس کے معتقد ہو جائیں گے۔

(القول الجلیل ،ص ٦)

اہلِ باطل کے تصرفات زیادہ قوی کیوں ہوتے ہیں

اہلِ حق کے تصرفات اتنے قوی نہیں ہوتے جتنے اہلِ باطل کے تصرفات قوی ہوتے ہیں۔ اور اہلِ حق کے تصرفات اتنے قوی نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ تصرفات کے اثر کی قوت کا دارومدار قوت خیالیہ پر ہے اور خیال میں قوت ہوتی ہے یکسوئی سے۔ اور حق کو اس خیال سے جو ذات حق کے علاوہ سے متعلق ہو زیادہ یکسوئی نہیں ہوتی کیونکہ اہلِ حق کے دل میں تو صرف ایک ہی ذات بسی ہوتی ہے ان کے دل میں وہی حق تعالیٰ کا خیال رہتا ہے ۔لہٰذا غیر حق کی طرف جو ان کی توجہ ہوتی ہے اس توجہ میں ان کو پوری یکسوئی نہیں ہوتی بلکہ غیر کی طرف اتنی توجہ کہ جس میں حق تعالیٰ کا خیال بالکل نہ آئے یا مضمحل ہو جائے وہ اس کو خلاف غیرت بھی سمجھتے ہیں۔

تو چونکہ اہلِ حق کی جو توجہ غیر حق کی طرف ہوتی ہے ضعیف درجہ کی ہوتی ہے لہٰذا اس خیال میں قوت بھی زیادہ نہیں ہوتی اور قوتِ خیالیہ پر تصرف کے اثر کی قوت کا دارومدار تھا۔ اس وجہ سے اہلِ حق کے تصرفات میں اتنی قوت بھی نہیں ہوتی جتنی اہلِ باطل کے تصرفات میں ہوتی ہے۔

مناظرہ سے بچنے کی تدبیریں اور جوابات

بریلویوں کا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے مناظرہ کا مطالبہ اور حضرت کا جواب

فرمایا بریلی والوں سے میں نے کہا میں مناظرہ کروں تو کوئی مضائقہ نہیں (یعنی مناظرہ کرنے کو تیار ہوں) لیکن کوئی منصف یا حکم بھی تو ہونا چاہئے اور وہ حکم عالم ہوگا یا جاہل۔ اگر جاہل ہوا تو محاکمہ (فیصلہ) کیسے کرے گا اور اگر عالم ہے تو یا تو تمہارا ہم عقیدہ ہوگا یا میرا۔ پھر فیصلہ کیسے کرے گا پھر جب کوئی ایسا منصف نہیں تو نتیجہ کیا ہوگا۔

اس کا کوئی شخص جواب نہ دے سکا۔ (کلمۃ الحق، ص ۱۰۰)

ایک ہندو کے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے سوالات اور حضرت کا جواب

ایک ہندو یہاں آیا تھا اس نے مجھ سے کچھ سوالات کئے۔ میں نے کہا اگر تم الزامی جواب چاہتے ہو تو ان کے لئے وید جاننے کی ضرورت ہے اور میں وید جانتا نہیں۔ اور اگر تحقیقی جوابات چاہتے ہو تو تم پہلے مجھے یہ بتا دو کہ تم نے پڑھا کیا کیا ہے تم کیا جانتے ہو تا کہ معلوم ہو جائے کہ آیا تم ان جوابات کو سمجھ بھی سکو گے یا نہیں۔ اُس نے دو چار کتابوں کے نام لئے میں نے کہا کہ اتنا علم تحقیقی جوابات سمجھنے کے لئے کافی نہیں۔ الزامی جوابات کے لئے تو میرا علم کافی نہیں اور تحقیقی جوابات کے لئے تمہارا علم کافی نہیں تو پھر تو تو میں میں فضول ہے۔ چلو بس ہو گیا ملنا نہ تم خالی نہ ہم خالی۔ (حسن العزیز، ص ۵۸۶ ج ۱)

ایک ہندو مجھ سے ریل میں ملا۔ اس نے مجھ سے مذہب کی بابت کچھ گفتگو کرنی چاہی میں نے کہا اگر محض گفتگو مقصود ہے تو وقت ضائع کرنا بالکل فضول ہے اور اگر آپ کو تحقیق منظور ہے تو تحقیق کا یہ طریق نہیں۔ آپ میرے ساتھ تھانہ بھون چلئے میرے پاس رہئے ایک جلسہ تحقیق کے لئے ہرگز کافی نہیں ہو سکتا۔ بس اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔

ایسے جوابات سے یہ ضرور ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ انہیں کچھ آتا نہیں لیکن ہم نے کب اشتہار دیا ہے کہ ہمیں کچھ آتا ہے۔ (حسن العزیز، ص ۵۸۶ ج ۱)

طالب حق کو سمجھانے کے لئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ اور معمول

اگر کوئی شخص تحقیق چاہے گا تو اس کو سمجھائیں گے۔ اور پہلے تو بہت سے اس کے سوالوں کو بیہودہ ثابت کر دیں گے پھر جب مختلف جلسوں میں اس کے مذاق (صلاحیت و مزاج) کا اندازہ ہو جائے گا اور اس کو بھی ایک گونہ مناسبت پیدا ہو جائیگی تب اس کے بقیہ سوالات کا جواب اس کی سمجھ اور مذاق کے موافق دے کر سمجھائیں گے۔ آج کل معترضین لوگوں کو عناد ہے تحقیق تھوڑی منظور ہے۔ (حسن العزیز، ص ۵۸۶ ج ۱)

سادگی اور بے تکلفی
کا اہتمام کیجیے

سادگی اور بے تکلفی

صوفیاء کرام کے اخلاق کی ایک نمایاں خصوصیت سادگی اور بے تکلفی ہے۔ موجودہ دور میں لوگوں کے سامنے لباس و گفتگو میں تکلف اور بہت زیادہ خوشامد لوگوں کا معمول بن گیا ہے۔ چند افراد کے علاوہ کوئی بھی اس سے محفوظ نہیں۔ بعض افراد اس حد تک خوشامد کرتے ہیں کہ وہ سراسر منافقت بن جاتی ہے، جو صوفی کے حال کے بالکل بر خلاف ہے۔

سادگی سنت صالحین ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضور ﷺ کے ولیمے میں میں شریک ہوا جس میں نہ روٹی تھی اور نہ گوشت۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ دوست آئے تو آپ ان کے لئے روٹی اور سرکہ لے کر آئے اور کہنے لگے کھاؤ کیونکہ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ سرکہ بہت عمدہ سالن ہے۔ حضرت سفیان بن سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو انہوں نے روٹی اور نمک نکال کر میرے سامنے پیش کیا اور فرمایا اگر حضور ﷺ ہمیں اس بات سے منع نہ فرماتے کہ کوئی کسی کے ساتھ تکلف نہ کرے تو میں تمہارے لئے ضرور تکلف کرتا۔

حضرت ابو وائل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں اپنے دوست۔ کے ساتھ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی ملاقات کے لئے گیا تو انہوں نے ہمیں جو کی روٹی اور جو کا نمک پیش کیا۔ میرے دوست نے کہا اگر اس نمک میں پودینہ ہوتا تو یہ زیادہ خوشبودار ہو جاتا۔ یہ سن کر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ گھر سے نکلے اور اپنا لوٹا رہن رکھ کر پودینہ خریدا، جب ہم کھا چکے تو میرے دوست نے کہا خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اپنے رزق پر قانع رکھا۔ اس پر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم اپنے رزق پر واقعی قانع ہوتے تو میرا لوٹا رہن نہ رکھا جاتا۔ اس واقعہ میں بے تکلفی ظاہر ہوتی ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ ان کے بھائی

ان کی ملاقات کے لئے آئے تو انہوں نے ان کے سامنے جو کی روٹی کا ٹکڑا پیش کیا اور وہ ساگ جس کی انہوں نے کاشت کر رکھی تھی، توڑ کر لائے اس کے بعد انہوں نے فرمایا اگر خدا تکلف کرنے والوں پر لعنت نہ کرتا تو میں تمہارے لئے ضرور تکلف کرتا۔ ایک بزرگ کا فرمان ہے کہ جب تمہارے پاس کوئی ملاقات کیلئے آئے تو جو کچھ موجود ہو پیش کر دو اور جب تم کسی سے ملاقات کرو تو کچھ باقی نہ چھوڑو۔

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک دن بارگاہ خداوندی میں عرض کی اے اللہ تو ان لوگوں کی مغفرت فرما جو میری امت کے مُردوں کے لئے دعائے خیر کرتے ہیں اور تکلف نہیں کرتے کیونکہ میں اور میری امت کے نیک بندے تکلف سے بیزار ہیں۔

اہلِ علم کو سادگی کی ضرورت

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں جہاں تک غور کیا جائے گا ہم میں سادگی کا پتہ بھی نہیں ملے گا۔ نہایت افسوس اس امر کا ہے کہ اس وقت خود اکثر اہلِ علم میں عورتوں کی سی زینت آگئی ہے۔ صاحبو! یہ ہمارے لئے دین کے اعتبار سے بھی اور دنیا میں بھی سخت (قسم کا عیب) نقص ہے اس سے بجائے عزت بڑھنے کے اور ذلت بڑھتی ہے۔

ہمارے لئے کمال یہی ہے کہ نہ لباس میں کوئی شان و شوکت ہو نہ دوسرے سامان میں مگر اس وقت یہ حالت ہے کہ اکثر طالب علموں کو دیکھ کر یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ طالب علم ہیں یا کسی نواب کے لڑکے اور یہ کوئی دیندار ہیں یا دنیا دار۔ یا تو آدمی کسی جماعت میں داخل نہ ہو اور اگر داخل ہو تو پھر وضع قطع سب اسی کی سی ہونی چاہئے۔ علم کی یہی زینت ہے کہ اہلِ علم کی وضع پر رہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر اس کا بھی خیال نہیں تو کم از کم اس خیال تو ضرور کیجئے کہ آپ کس کے وارث ہونے کے مدعی ہیں اور ان مورث کی کیا حالت تھی۔ واللہ ہماری حالت سے یہ صاف معلوم ہے کہ ابھی دین کا ہم پر کامل اثر نہیں ہوا۔ دین نے ہمارے قلب میں پوری جگہ نہیں کی۔ (دعوات عبدیت ص ۱۲۱ ج ۳)

سلف صالحین اور اکابرین کی حالت

ہمارے سلف صالحین کی تو یہ حالت تھی کہ انہوں نے بعضے مباح امور کو بھی جبکہ وہ مفضی بہ تکلف یا فساق کا شیوہ ہو گئے تھے (ان کو بھی) ترک کر دیا تھا۔ چنانچہ اسی بنا پر باریک کپڑا پہننا چھوڑ دیا تھا اور اسی بناء پر حدیث شریف میں ہے:

من رق ثوبه رق دينه

جس نے اپنے کپڑے کو باریک بنایا اس کا دین بھی باریک کمزور ہو گیا۔

دوسری بناء کے متعلق ایک واقعہ ہے کہ کسی صحابی یا تابعی نے ایک مرتبہ کسی خلیفہ کو مہین لباس پہنے دیکھ کر یہ کہا تھا:

انظر الى اميرنا هذا يلبس بثياب الفساق

ہمارے اس امیر کو دیکھو تو فاسقوں کا لباس پہنے ہے۔

چونکہ سلف صالحین میں سادگی بہت زیادہ بڑھی ہوئی تھی اس لئے اس وقت صلحاء باریک کپڑے نہ پہنتے تھے اس لئے امیر کو فسق کا لباس پہنے دیکھ کر یہ اعتراض کیا۔

پس اس وقت بھی جو امور اہلِ باطل یا اہلِ کبر کی وضع ہیں گو فی نفسہ مباح ہی ہوں ان کو ترک کرنا چاہئے۔ جیسے انگریزی بوٹ، جوتے، پھندنے دار ٹوپی وغیرہ۔ **کیونکہ اس قسم کے امور اول من تشبہ میں داخل ہیں۔** دوسرے اگر ان کو تشبہ سے قطع نظر کر کے مباح مان بھی لیا جائے تو چونکہ ثقہ لوگوں کی وضع نہیں ہے اس لئے بھی وہ قابلِ ترک ہوں گے۔ ہماری وضع ایسی ہونی چاہئے کہ لوگوں کو دیکھتے ہی معلوم ہو جائے کہ یہ ان لوگوں میں ہیں جن کو ناکارہ سمجھا جاتا ہے جو کہ ہمارے لئے مایہ فخر ہے۔

(دعوات عبدیت، ص۳۳ ج۱۴)

حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بالکل سادے رہتے تھے مگر لوگوں کو ہمت بھی نہیں ہوتی تھی کہ سامنے بات کر سکیں۔ (مزید المجید، ص۲۶)

تصنع و تکلف سے احتراز

بعض اہلِ علم اپنے کو خوب بناؤ سنگھار سے رکھتے ہیں جو شانِ علم کے خلاف ہے اور ضروری خدمات علم سے بے فکری کی علامت ہے کیونکہ اس فکر کے ساتھ لباس و طعام وغیرہ کے تکلفات کی طرف التفات نہیں ہوتا۔

اسی طرح مجلس میں میں صدر یا ممتاز جگہ پر بیٹھنے کا شوق، چلنے میں تقدم کی فکر، مجمع میں امام ہونے کا خیال، یہ سب ریا و کبر کے شعبے ہیں۔ تواضع و بے تکلفی اور سادگی میں ہی علمِ دین کی شان ہے۔ حدیث میں ہے:

البذاذة من الایمان

اس سے مساکین کو بُعد و توحش نہیں ہوتا۔ اور یہی لوگ دین کے زیادہ قبول کرنے والے ہیں۔ البتہ سادگی کے ساتھ طہارت و نظافت ضروری ہے۔

(حقوق العلم، ص ۶۰۔ تجدید تعلیم، ص ۱۱۶)

تصنع و تکلف کی مضرت

قطع نظر اس کے کہ یہ تصنع سادگی کے بالکل خلاف ہے۔ ایک بڑی مضرت یہ ہے کہ جب ہر وقت یہی شغل رہے گا تو بسبب قاعدہ النفس لا تتوجه الی شیئین فی آن واحد یہ ضروری ہے کہ علم کی طرف توجہ نہ رہے گی تو علم سے بالکل بے بہرہ رہے گا۔ چنانچہ مشاہدہ ہے کہ جو لوگ ہر وقت بناؤ سنگھار میں رہتے ہیں نہ ان میں کوئی استعداد ہوتی ہے نہ مناسبت۔ اور یہ یقینی ہے کہ جو شخص امور عظام (اہم کاموں) میں مشغول ہوتا ہے اس کی نظر امور صغار (معمولی کاموں) پر نہیں رہا کرتی۔ حتیٰ کہ یہ بھی خبر نہیں ہوتی کہ غسل کب کیا تھا اور کپڑے کب بدلے تھے۔ اور یہی سبب ہے کہ شریعت مطہرہ نے یہ قانون مقرر کر دیا کہ ایک ہفتہ میں ایک مرتبہ ضرور غسل کر لیا کرو۔ ورنہ یہ تو خود امر طبعی تھا مگر کام کرنے والوں کو اس طرف التفات نہیں رہتا اس لئے قانون کی ضرورت پڑی۔ ایک طرف بذاذت (سادگی) کا حکم ہے کہ تکلف اور زینت نہ آجائے

اور چونکہ بعض لوگوں سے اس پر ایسا عمل کرنے کا خیال تھا کہ وہ اپنے تن بدن کی خبر نہ رکھنے کی وجہ سے حد نظافت سے بھی خارج ہو جاتے ہیں اس لئے فرمایا کہ ہفتے میں ایک مرتبہ ضرور غسل کرلیا کرو تا کہ نظافت بھی فوت نہ ہو۔ (دعوات عبدیت ص ۳۵ ج ۳ عمل العلماء)

کام کا آدمی ہمیشہ سادہ دیکھا جاتا ہے

حسی اعتبار سے لیجئے تو ہم دیکھتے ہیں کہ حسا بھی یہی حالت ہوتی ہے کہ جو آدمی کسی بڑے کام میں مشغول ہوتا ہے اس کو چھوٹے کاموں کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ مثلاً شادی کے موقع پر جن لوگوں کے سپرد شادی کا انتظام ہوتا ہے ان کو نہ اپنے کپڑوں کی خبر ہوتی ہے نہ بدن کی اور وہ اس کو کچھ عار نہیں سمجھتے بلکہ اپنی کارگزاری پر ناز کرتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ انہماک فی الامور العظام (بڑے کاموں میں منہمک ہونے) کے لئے بذاذت لازم ہے۔

جو طالب علم اپنے علم کے شغل میں لگا ہوا ہوگا اس کو کبھی اس کی فکر نہ ہوگی کہ میرے پاس بوٹ بھی ہیں یا نہیں اور رومال بھی ہے یا نہیں؟

بڑے لوگوں کی سوانح عمری دیکھنے سے بھی اگرچہ وہ دنیا ہی کے بڑے ہوں، صاف معلوم ہوسکتا ہے کہ انہوں نے زندگی نہایت بے تکلف بسر کی۔ پس جو شخص ہر وقت مانگ پٹی میں مشغول رہے اس کی نسبت سمجھ لینا چاہئے۔

لیس الکمال فی شیٔ

اس کے اندر کچھ کمال نہیں۔

یہ شخص (کام کا آدمی) تو قومی انجن کا ڈرائیور ہے۔ ڈرائیور کو غسل اور صابن ملنے کی اور کوئلوں کے جھاڑنے کی فرصت کہاں؟ اگر فرسٹ اور سیکنڈ کلاس کے متنعم اُس پر اعتراض کریں اور یہ نہ سمجھیں کہ ہم بمبئی، کلکتہ اسی کی بدولت پہنچے ہیں اور وہاں سے ڈگریاں حاصل کر کے فرسٹ و سیکنڈ میں سفر کر رہے ہیں، اگر وہ یہ اعتراض کریں تو نادانی کے سوا کیا ہے۔ (تجدید تعلیم ص ۳۵)

عزت اچھے کپڑوں اور تصنع و تکلف میں نہیں

ان لوگوں کو یہ بھی غور کرنا چاہئے کہ ہم جو تکلف اور فیشن کے پیچھے پڑے ہیں آخر ان کی غرض کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اپنی قدر بڑھانا اور لوگوں کی نظر میں عزیز بننا، یہی اس کی غرض ہوتی ہے سو علماء کی جماعت میں تو اس سے کچھ قدر نہیں ہوتی ہے۔ اس جماعت کی نظر میں قدر بڑھانے کی تو صورت یہ ہے کہ علم میں کمال حاصل ہو۔ اگر چہ پائجامہ نصف ساق تک ہی ہو اور اگر چہ کرتا بالکل بھی نہ۔ کان پور میں جس زمانہ میں میرا (حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) قیام تھا ایک مرتبہ میں مدرسہ میں پڑھا رہا تھا کہ ایک شخص آ کر بیٹھے، ان کے بدن پر صرف لنگی اور ایک چادر تھی۔ اس ہیئت کو دیکھ کر کسی نے ان کی طرف التفات نہیں کیا۔ جب انہوں نے گفتگو شروع کی تو معلوم ہوا کہ بہت بڑے فاضل ہیں پھر ان کی اس قدر وقعت ہوئی کہ ہر ہر طالب علم ان پر جھکا جاتا تھا۔

پہلے طالب علموں کی یہ کیفیت ہوتی تھی کہ وہ بالکل الول جلول رہتے تھے کہ نہ کرتہ کی خبر نہ پائجامہ کی۔ پھر دیکھ لیجئے کہ ان میں سے جواب موجود ہیں وہ اپنے وقت کے مقتداء ہیں اور جو شخص کرتے پاجامے کی زیب میں مشغول رہے گا اس کو یہ بات کہاں میسر ہوگی۔ (دعوات عبدیت ص ۳۶ ج ۱۳)

عوام کے حالات و خیالات کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نظروں میں بھی اہل علم کی وقعت وضع اور لباس سے نہیں۔ یہ ظاہر زیب و زینت ان لوگوں کے لئے ہے جو کمال سے عاری ہوں۔ (دعوات عبدیت ص ۳۷ ج ۱۳)

عزت وذلت کا معیار

حقیقت یہ ہے کہ عزت کا مدار استغناء اور تذلل کا مدار احتیاج پر ہے، لباس و وضع کو اس میں دخل نہیں۔ اگر کپڑے پرانے ہیں اور ہفت اقلیم کا بھی دست نگر نہیں تو وہ معزز ہے اور اگر لباس نوابوں کا سا ہے، ہزاروں روپیہ تنخواہ ہے، ہزاروں روپیہ کی جائیداد کی آمدنی ہے، سامان امیرانہ ہے مگر نظر اس پر ہے کہ اس مقدمہ میں کچھ اور مل جائے،

فلاں معاملہ میں کچھ اور ہاتھ آ جائے تو ایسا شخص بالکل ذلیل ہے۔

(اے اہل علم!) آپ لوگوں کی وقعت علم اور تقویٰ و طہارت سے ہے نہ کہ لباس سے۔ قدر بڑھانے کی صورت یہ ہے کہ علم میں کمال حاصل ہو۔ اہلِ علم کی وضع ولباس اکثر سادہ (ہی ہوتا ہے)، کبھی پیوند لگا ہوا، کبھی بند یا بٹن کھلا ہوا دیکھا جاتا ہے اس سے ان پر تذلل کا شبہ کیا جاتا ہے حالانکہ یہ تواضع ہے۔ (تجدید تعلیم ص ۳۴۔ دعوات عبدیت ص ۳۷)

تصنع وتکلف کرنے والوں کی حالت

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک شخص کو میں نے دیکھا کہ ان کی یہ حالت تھی کہ جب کوئی ان کو گھر پر جا کر آواز دیتا تو کم از کم نصف گھنٹہ میں باہر آتے۔ اسکی وجہ تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ جس وقت پکارنے کی آواز گھر میں پہنچتی تو وہ آئینہ اور کنگھا طلب کرتے ہیں اور نہایت تکلف سے بالوں کو درست کر کے مانگ نکال کر داڑھی میں کنگھا کر کے ایک ایک بال کو موزوں بنا کر دولہا بن کر تشریف لاتے تھے، اسے جنون و خبط نہ کہئے تو کیا کہئے؟

اسی طرح اکثر متکلفین کو دیکھا ہے کہ ان کے پاس ایک دو جوڑا محض اس کام کے لئے رہتا ہے کہ جب باہر نکلیں تو اس کو زیب تن کر کے نکلیں اور جب واپس آئیں تو پھر وہی لنگوٹی یا سڑے ہوئے کپڑے ان کا لباس، گویا ہاتھی کے دانت ہیں کہ کھانے کے اور دکھانے کے اور۔

ان لوگوں کو شیطان نے دھوکہ دیا ہے کہ ان اللہ جمیل یحب الجمال جب خدا تعالیٰ کو جمال پسند ہے تو ہم کو بھی جمیل بن کر رہنا چاہئے۔ لیکن میں ان سے یہ سوال کرتا ہوں کہ اگر یہ تزئین محض جمال کی وجہ سے ہے تو اس کی کیا وجہ ہے کہ محض جلوت میں یہ تکلف کا لباس پہنا جاتا ہے کیا خدا تعالیٰ کو خلوت میں جمال پسند نہیں صاحبو! یہ سب نفس کی توجیہات اور نکات بعد الوقوع ہیں اور خود آثار سے پتہ چلتا ہے کہ اصل مقصود کیا ہے۔ چنانچہ ہم نے بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ نہایت کم قیمت کپڑا پہنیں گے لیکن وضع ایسی اختیار کریں گے کہ دوسرے کو نہایت قیمتی معلوم ہو اور یہ بڑے لوگوں میں شمار ہوں۔

اسی طرح بعض امراء کو دیکھا ہے کہ نہایت قیمتی کپڑا پہنتے ہیں لیکن اس کی وضع ایسی سادہ ہوتی ہے کہ وہ بالکل معمولی ہوتا ہے۔

اگر خدا تعالیٰ نے وسعت دی ہو قیمتی کپڑا پہنو لیکن اس کی وضع بالکل سادہ رکھو، اس میں بناوٹ اور تزئین ہرگز نہ ہو مگر یہ اسی سے ہو سکے گا جو کسی بڑے کام میں مشغول ہوگا۔ (دعوات عبدیت، ص۳۶ ج۳)

تکلف اور سادگی کا مطلب

بعض لوگ شاید بذاذت کے یہ معنیٰ سمجھ جائیں کہ نہ صفائی ہو اور نہ نظافت ہ، بالکل میلی کچیلی حالت میں رہے حالانکہ میلے پن سے بذاذت کو کوئی علاقہ نہیں۔ ہماری جماعت جو کہ علماء طلبہ کی جماعت ہے اس کے لئے اس کی ضرورت ہے کہ یہ نظافت کی طرف متوجہ ہوں۔ جہاں تک دیکھا جاتا ہے ان لوگوں کو اس کا ذرا خیال نہیں ہوتا بعض لوگ تکلف کے خوگر (عادی) ہیں لیکن صفائی ان میں بالکل نہیں ہوتی حالانکہ ضرورت اس کی ہے کہ تکلف نہ ہو اور صفائی ہو۔ (دعوات عبدیت، ص۴۳ ج۱۳)

(ہمارا حال یہ ہے کہ) نظافت اختیار کریں گے تو اس درجہ کے نواب معلوم ہوں اور بذاذت پر اُتریں گے تو اس حد تک کہ کپڑے بھی سڑے ہوئے، بدن بھی سڑا ہوا۔ وہ تعدیل کی شان جو شریعت نے سکھائی ہے اس کا کہیں پتہ نہیں۔ حالانکہ ضرورت اس کی ہے کہ نظافت (صفائی) اور بذاذت (سادگی) دونوں ہاتھ سے نہ جانے دے۔

(دعوات عبدیت، ص۴۶ ج۳)

کپڑے میں ایک سادہ ہوتا ہے اور ایک صورت ہیئت۔ سو تکلف میں اکثر زیادہ دخل ہیئت کو ہوتا ہے یعنی اگر کسی قیمتی کپڑے کی سادہ ہیئت بنالی جائے تو وہی معمولی اور سادہ معلوم ہونے لگتا ہے اور اگر کسی معمولی کپڑے کی عمدہ ہیئت بنائی جائے تو وہی قیمتی اور بھڑک دار معلوم ہونے لگتا ہے۔ خدا نے وسعت دی ہو تو قیمتی کپڑا پہنو لیکن اس کی وضع بالکل سادہ رکھو، اس میں بناوٹ اور تزئین ہرگز نہ ہونے دو۔ (دعوات عبدیت، ص۴۳ ج۱۳)

امتیازی ہیئت سے احتیاط

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے مشائخ کا طرز یہ ہے کہ وہ امتیاز سے بچتے ہیں۔ امتیازی شان نہ بنانا چاہئے، اسی لئے ہمارے بزرگ نہ عبا پہنتے ہیں نہ چوغہ، نہ صدری۔ کہ اس سے آدمی خواہ مخواہ دوسروں سے ممتاز معلوم ہوتا ہے۔ صدری میں آج کل ہماری جماعت میں اختلاف ہے، بعض لوگ اس کو ضرورت سمجھتے ہیں اور میں اس کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ ہم نے اپنے اکابر کو صدری پہننے کا عادی نہیں دیکھا۔ یہ رواج عموم ولزوم کے ساتھ آجکل ہی نکلا ہے اور اس کو بھی لوگوں نے علماء کا خاص امتیازی شعار بنالیا ہے، جس سے ہمارے اکابر بچتے تھے۔ چنانچہ اگر کسی وقت (گوشہ نشینی سے) امتیاز ہونے لگے تو ہمارے اکابر عزلت بھی اختیار نہ کرتے تھے بلکہ اختلاط کے ساتھ زبان کی حفاظت کرتے تھے۔ (تقلیل الاختلاط، ص ۳۲۶۔ برکات رمضان)

شرعی وضع قطع کی ضرورت، علماء اور طلبہ سے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا اہم خطاب

آپ لوگ اہل علم ہیں، جاہل وعوام نہیں **العاقل تکفیہ الاشارۃ** اگر ہم لوگ فکر صحیح سے کام لیں تو دیکھیں گے کہ ہم لوگوں کے ضمیر فتنہ ورتفاخر ہے۔ الا ماشاء اللہ کوئی فرد ایسا ہوگا جو اس وباء عام میں مبتلا نہ ہو۔ رفتار میں تفاخر، نشست و برخاست میں تفاخر، معاشرت و معاملہ میں تفاخر، خوراک پوشاک میں تفاخر، محض تفاخر وریاء کے لئے قیمتی و گراں بہا لباس پہنا جاتا ہے۔

روٹی تو کھادیں مسجدوں کی، خرچ کریں زکوۃ وغیرہ کا مال مگر لباس قیمتی ہی ہوگا، گو قرض لے کر ہو مگر شان میں فرق نہ آئے، یہ تو اچھا خاصہ لباس زور (جھوٹ ملا) ہے۔ ہر کپڑے میں یکتائی سوجھتی ہے۔ رضائی کے لئے چھینٹ لیں گے وہ جو محلہ بھر میں کسی کے پاس نہ ہو بلکہ شہر بھر میں بھی کسی کے پاس نہ ہو اور گو ہو چھینٹ لیکن مخمل نما ہو۔ پھر

مشورے ہوتے ہیں کہ اس کی گوٹ کیسی خوبصورت رہے گی ۔ مغزی کیسی خوشنما معلوم ہوگی ، استر کیسا ہونا چاہئے ۔ جیسا کرتہ ہے ویسی ہی ٹوپی ہے ۔

یہ تو وہ لوگ ہیں جو اپنی شان کے موافق شرعی لباس پہنتے ہیں ۔ وضع علماء کی اختیار کرتے ہیں مگر اس میں تفاخر اور بعض حضرات طلبہ مزید برآں نئے فیشن پر مٹے ہوئے ہیں ۔ ٹوپی دیکھئے تو ترکی ، پاجامہ ، پتلون ، اچکن ، شیروانی ، جوتا ہمیشہ گرگابی ، کالر نکلائی لگی ہوئی ہے جو کہ فی الحقیقت ناک کٹائی ہے ، نام ہی بڑا خوبصورت ہے مگر لوگ ان پر مرے ہوئے ہیں ۔ بعض دفعہ لباس قیمتی نہیں ہوتا لیکن اس کو ایسے طرز سے تراشا جاتا ہے اور ایسے طور پر سلوایا جاتا ہے جس سے بہت قیمتی معلوم ہو ۔ دیکھنے والا یہ سمجھے کہ یہ طالب علم نہیں کوئی نواب صاحب ہیں یا کوئی امیرزادے ہیں ۔

میں یہ نہیں کہتا کہ میلے کچیلے رہو ، اپنے لباس بدن کو پاک وصاف نہ رکھو ، بلکہ یہ کہتا ہوں کہ اپنی حیثیت سے نہ بڑھو ، جتنی چادر ہے اتنے ہی پیر پھیلاؤ ۔ اپنی اپنی وسعت کا خیال رکھو ۔ علمی وشرعی وضع کو نہ چھوڑو ۔ کتنی شرم کی بات ہے کہ تم عالم ہو کر جاہلوں کا اتباع کرو ، ان کی تقلید کرو ۔ چاہئے تو یہ تھا کہ جاہل تمہاری تقلید کرتے ، نہ کہ وہ اُلٹا امام ومقتداء بن جائیں ۔ یوں تاویلیں توجیہیں کر کے نہ مانو تو اس کا علاج تو کچھ نہیں ۔

ذرا تم غور کرو خوض وتاویل سے کام تو لو کہ تم نے یہ طریقہ کہاں سے اخذ کیا ہے ۔ ظاہر ہے بجز تفاخر وریاء وغیرہ کے اور کوئی دوسری چیز نہیں ہے ۔ علاوہ ازیں جس وضع کو تم نے دوسروں سے لیا ہے وہ تمہارے تحمل سے بھی باہر ہے اور عقلاً وشرعاً انسان کو وہ کام کرنا چاہئے جس کی برداشت تحمل کر سکے ۔ تحمل بقدر تحمل ہونا چاہئے ۔

میں تم کو ایک معیار وقاعدہ بتاتا ہوں اس سے اس وضع کے جواز ، عدم جواز کا اندازہ کر لیا کرو کہ قیمتی وخوش وضع ، لباس پہننے کے بعد تمہارے قلب میں کچھ تغیر وتبدل ہوتا ہے ، کچھ عجب وفخر معلوم ہوتا ہے یا نہیں ۔ اگر تمہاری حالت ویسے ہی ہے جیسے پہلے تھی ، بے شک قیمتی وخوش وضع لباس میں کچھ حرج نہیں بشرطیکہ اور کوئی مانع شرعی نہ ہو اور اگر کچھ خودرائی وعجب کی بُو آئے تو حرام ہے ، باقی وہ وضع ہر حال میں حرام رہے گی جو کفار سے اخذ کی گئی

ہے۔ کیونکہ اسمیں منشاء حرمت صرف تفاخر نہیں بلکہ تشبہ بھی علت ہے۔ پس صرف تفاخر کی نفی سے حرمت کا انتفاء نہ ہوگا۔ جبکہ دوسری علت باقی رہے۔ نیز ہر وقت لباس کی فکر ویسے بھی تو مضر ہے جو شخص ہر وقت اسی دُھن میں رہتا ہے وہ کسی کام کا نہیں ہے۔

حضرات آپ کا کمال، آپ کا جمال تو صرف علم و عمل ہے، اس کا خیال رکھیئے، اس میں مشغول ہو جائیے، اس لباس سے زینت حاصل کیجئے:

وَ فِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ

آپ کو علم و عمل کے ہوتے ہوئے دوسری شئے کی ایسی احتیاج نہیں ہے جس کے لئے تشویش اور ذلت میں مبتلا ہوں۔ اس کا حصول تمام اشیاء سے مستغنی و بے نیاز بنا دیتا ہے۔ کسی امر کی ضرورت نہیں رہتی بس زنانے پن کی زینت کو چھوڑنا چاہئے، سادگی سے بود باش کرنا چاہئے۔ (تحفۃ العلماء، ج ا ص ۱۵۰)

علامت ایمان

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مزید اپنے اہم خطاب میں فرماتے ہیں کہ حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

البذاذة من الایمان

یعنی سادگی سے رہنا ایمان کی علامت ہے۔

آپ لوگ مقتداء ہیں، نائب رسول ہیں۔ آپ اگر فیشن کے لباس و وضع کو اختیار کریں گے تو عوام کا کیا حال ہوگا۔ وہ تو اچھے خاصے انگریزی ہو جائیں گے۔ عوام اس سے غفلت میں پڑ جائیں گے اور ان کو آپ پر حق احتجاج ہوگا تو اور ان سب کا وبال آپ لوگوں کی گردن پر ہوگا۔ دیکھ لیجئے احادیث میں قصہ آتا ہے کہ کوئی خلیفہ باریک کپڑے پہن کر خطبہ جمعہ کو آئے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے فوراً اعتراض کیا کہ **انظروا الی امیرنا هذا یلبس لباس الفساق** دیکھئے خلیفۃ المسلمین کو محض باریک کپڑے پہننے پر جو اس وقت شعار اوباش کا تھا، مجمع عام میں کیسا لتاڑ اگیا۔ حدیث شریف میں جناب رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں: **من تشبه بقوم فهو منهم** ظاہر ہے کہ

اگر آپ طریقہ زینت یا فیشن کا اہل کفر یا اہل غفلت سے ماخوذ ہوگا آپ بھی ان ہی میں شمار ہوں گے۔ طلبہ کے لئے یہ لباس ہرگز شایاں نہیں، اس سے علم کی ناشکری، بے قدری ہوتی ہے۔ خصوصاً طالبعلمی کی حالت میں تو بالکل فقراء ومساکین کی طرح سادہ لباس، سادہ مزاج رہنا چاہئے۔

میں قیمتی لباس سے منع نہیں کرتا۔ خدا تعالیٰ نے جس کو دیا ہے وہ پہنے۔ میں ترفع و تفاخر سے روکتا ہوں۔ باقی جن لوگوں میں یہ تفاخر و بڑائی کا مادہ نہ ہو وہ کیسا ہی بڑھیا لباس پہنیں جب بھی ان کی طالب علمی کی شان کو ضرر رساں نہیں ہوتا، کیونکہ وہ بڑھیا لباس میں بھی ایسے اول جلول رہتے ہیں کہ صورت سے آثار طالب علمی صاف نظر آتے ہیں اور جو لوگ زینت ووضع کی فکر میں رہتے ہیں نئے فیشن کو اختیار کرتے ہیں ان کی صورت پر طالب علمی کی شان نہیں ہوتی بلکہ افسوس سے تاویل یہ کرتے ہیں جہلاء اور عوام کی نظروں میں ذلیل نہ ہوں۔

صاحبو! ذرا گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو کہ یہ کیسی عزت ہے جس کی عزت ہونے پر اہل جاہل کی نظر سے استدلال کیا جاتا ہے، اس جہالت کا بھی کوئی ٹھکانا ہے۔ عزت تو وہ ہے جس کو اہل نظر عزت کہیں۔ اہل علم کو چاہئے کہ اپنے سلف صالحین اہل علم کا اتباع کریں، ان کی پیروی کو اختیار کریں، اسی میں فلاح دارین تصور کریں۔ یہ آپ کے بچپن کا زمانہ ہے۔ اب جس طرح چاہو نفس کو سدھار سکتے ہو پھر اصلاح مشکل ہوگی۔

اپنی وضع قدیم کو نہ چھوڑو، غرباء ومساکین واہل اللہ کے طرز پر رہو۔ اگر تم جہلاء کی نظروں میں اس سے ذلیل بھی ہو تو اس پر فخر کرو، یہ ذلت عزت ہے۔ اول تو ذلیل ہوتے نہیں، عوام میں بھی اسی عالم کی وقعت ہوتی ہے جو سلف کے طرز پر ہو۔ نہ معلوم کس وجہ سے آپ لوگ اپنی وضع بدلتے ہیں ہر طرز ہر طریقہ میں کیوں ردوبدل کرلیا ہے۔ خوب دھڑلے سے انگریزی لباس پہنتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ابھی لندن سے آئے ہیں اور طرہ یہ ہے کہ انگریزی کا ایک حرف بھی نہ جانتے ہوں گے مگر لباس سے صاحب بہادر بلکہ سانپ بہادر معلوم ہوں گے۔ میرے خیال میں یہ تو عوام میں بھی ذلت ہی

ہے۔سلف صالحین کا لباس خواص میں تو بالاتفاق وقعت کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے لیکن عوام میں بھی اسی کو عزت کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے اور بصورت تسلیم اگر عوام اس ثقہ لباس میں آپ کو ذلیل سمجھتے ہیں تو اس نئے لباس میں عوام وخواص دونوں آپ کو ذلیل سمجھتے ہیں۔دونوں طرف سے طعن وتشنیع ہوتی ہے کہ خواہ مخواہ سانپ بنے پھرتے ہیں اور نام کو انگریزی کا ایک حرف بھی نہیں جانتے۔

اس سے بڑھ کر ستم یہ ہے کہ تکبر لباس میں تو تھا ہی دل میں بھی تکبر گھسا ہوا ہے۔ چنانچہ کبھی اپنی خطا کے مقر (اقرار کرنے والے) نہیں ، ہوتے ،قصور کا اعتراف نہیں کرتے ،تاویل کو تیار ہو جاتے ہیں۔ ہر بات میں تا دیلی یعنی ٹھسا ہے، حالانکہ ہر کلامیکہ محتاج یعنی باشد لا یعنی است ہر امر میں لان موجود ہے۔اچکن میں بھی لان ، جوتا میں بھی لان ،کرتہ میں بھی لان ،ٹوپی میں بھی لان ۔لباس کیا ہوا لان کا مجموعہ ہو گیا جو نہ اوڑھنے کا نہ بچھانے کا۔ (تحفۃ العلماء، ج ا ص ۱۵۱)

طلب کی شان

آپ مزید فرماتے ہیں کہ

اے صاحبو! ان تکلفات باردہ کو چھوڑ و تم لوگ طالب علم ہو تو طلب ی شان نبھاؤ،طلب کے ساتھ توجہ دو چیزوں کی طرف نہیں ہوا کرتی ہے:لان النفس لا تتوجه الى الشيئين فی آن واحد ورنہ اسی لباس میں پھنسے رہ جاؤ گے اور مقصود اصل سے ہاتھ دھوبیٹھو گے۔اس نئی وضع طبع میں کیا دھرا،کونسی سلطنت مل جاتی ہے،سلف صالحین کی وضع اختیار کرو۔یہی کمال ہے، یہی جمال ہے، یہی عزت ہے، یہی حرمت ہے۔گراں قیمت لباس پہننا شرعاً کمال ہے ہی نہیں۔دیکھئے تو تواریخ میں جہاں سلاطین کے حالات لکھے ہیں ،ان کی تعریف کرتے ہیں تو یہ کسی جگہ نہیں لکھتے کہ فلاں بادشاہ بہت خوش لباس تھا ،بہت کپڑا پہنا کرتا تھا ، بلکہ جو بادشاہ موٹے اور کم قیمت کپڑے استعمال کرتا تھا اس کا خصوصیت سے ذکر کیا جاتا ہے اور خاص مدح میں شمار ہوتا ہے۔ جہاں اس کے کارنامے وقعت کی نظروں سے دیکھے جاتے ہیں ،سادگی کا بھی احترام کیا جاتا ہے اور

اس کے اول نمبر کے محاسن میں سے سمجھا جاتا ہے۔ حضرات آپ کو تو یہ تعلیم دی گئی ہے:
دع ما یریبک الی ما لا یریبک کہ امور مشکوکہ مشتبہ سے احتراز کر کے امور یقینیہ کو اختیار کرو جن میں کسی مفسدہ کا شبہ بھی نہ ہو فرماتے ہیں:

لا یکمل ورع المؤمن حتی یدع ما لا باس به حذرا مما به باس او کما قال

ترجمہ: یعنی انسان محرمات سے جب ہی اجتناب کر سکتا ہے جب مشتبہات سے بھی اجتناب کرے۔

تقویٰ کی ضرورت

آپ مزید فرماتے ہیں کہ
یہی ہے ورع کامل اور یہی ہے اول درجہ کا تقویٰ، اس کو اختیار کیجئے اگر آپ لباس میں تاویلیں اور توجیہیں کر کے اس کو جائز بھی کر لیں تب بھی اس کے مشتبہ ہونے میں تو کلام نہیں، پھر تم امر مشتبہ کو کیوں اختیار کرتے ہو۔

صاحبو! آپ اپنے سلف صالحین کے کارنامے دیکھئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک دفعہ ایک کرتہ پہنا جو آپ کو اچھا معلوم ہوا۔ نفس کو اس سے حظ آنے لگا۔ آپ نے مقراض (قینچی) لے کر اس کی تھوڑی تھوڑی آستینیں کاٹ ڈالیں تاکہ بدزیب ہو جائے اور نفس کو حظ نہ آئے۔ اگر اور بھی کوئی خرابی نہ ہو تو اس میں تو کوئی شک نہیں کہ آپ یہ نئی وضع قطع محض حظ کے لئے اختیار کرتے ہیں اور آپ کے اسلاف حظ نفس سے بھی پرہیز کرتے تھے۔

میں آپ کو ایک ضابطہ کلیہ بتائے دیتا ہوں، اس کو یاد رکھو اور اپنے ہر طرز کو اس معیار پر جانچ لیا کرو، یاد رکھو جس وقت تم اپنی نگاہ میں بھلے معلوم ہو اس وقت سمجھ لو تم حق تعالیٰ کی نظر میں برے ہو کسی کمال سے کسی جمال سے جب تم کو اپنے اندر حسن ظاہر ہو اس وقت حق تعالیٰ کے نزدیک تمہارے اندر قبح ہے یہی پندار اور خود بینی ہے۔

احادیث میں اعجاب کل ذی رائے برایہ خودرائی کی سخت مذمت وارد ہے

اور حضور ﷺ نے جو عجب کو مذموم فرمایا ہے اس کا راز یہی ہے کہ عجب و خود بینی مقدمہ ہے کبر کا، کیونکہ انسان عجب سے اول تو اپنے نفس کو جمیل و حسین دیکھتا ہے بعد میں اوروں کو ذلیل سمجھنے لگتا ہے۔ یہی کبر ہے اور مقدمات شئی کے لئے بھی شئی ہی کا حکم ہوا کرتا ہے ۔لہٰذا عجب علاوہ مستقل نصوص کے خود اس دلیل سے بھی حرام ہے۔ اب اس لباس کو پہننے والے سوچ لیں کہ یہ لباس پہن کر ان کو عجب ہوتا ہے یا نہیں۔ اب اختیار ہے تاویلیں کرتے رہیں، ہمارا کام بتانا تھا، بتادیا۔

بر رسولا بلاغ باشد و بس

وہ خود جانتے ہیں اہل علم ہیں:

بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ وَّ لَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ

یہ تو لباس میں فخر تھا۔

ہمارا کمال یہی ہے کہ نہ لباس میں کوئی شان و شوکت ہو نہ دوسرے سامان میں، مگر اس وقت یہ حالت ہے کہ اکثر طالب علموں کو دیکھ کر یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ طالب علم ہے یا کسی نواب کے لڑکے یا اور کوئی دیندار ہیں یا دنیا دار۔ یعنی یا تو آدمی کسی جماعت میں داخل نہ ہو اور اگر داخل ہو پھر وضع قطع سب اس کی سی ہونا چاہئے۔ علم کی یہی زینت ہے کہ اہل علم کی وضع پر رہے۔ (دستور سہارنپور، ملحقہ تصوف وتقوی، ص ۱۴۶۹)

اہل علم اور طلبہ کی وضع قطع کیسی ہونی چاہئے

علم میں مشغول ہو کر وضع بھی علمی ہی رکھے۔ مولوی کی وضع تو ایسی ہو کہ لوگ دیکھ کر مجہول سمجھیں۔ ترکی ٹوپی ظاہراً اب عام ہوگئی ہے جو مقتدا نہ ہو، اس کو مضائقہ نہیں مگر مولوی کو اب بھی نہ چاہئے۔ (کلمۃ الحق، ص ۱۷۳)

ہم جیسے طلبہ کو زیادہ فاخرہ لباس نہیں پہننا چاہئے اور نہ شان شوکت سے رہنا چاہئے۔ غریبوں کی طرح رہنا مناسب ہے۔ اس لئے کہ ان کو سابقہ زیادہ تر غرباء ہی سے پڑتا ہے اور ایسی صورت میں رہنے سے ان پر ایک قسم کا رعب اور ہیبت ہوگی اور استفادہ نہ کرسکیں گے۔ اس لئے میں اس کا بھی خیال رکھتا ہوں۔ ہاں یہ بھی خیال نہ ہونا

چاہئے کہ بالکل زدہ (خستہ پراگندہ) حالت میں رہیں کہ عامل جس کو دیکھ کر کوئی سوالی خیال کرے۔ اگر خدا دے تو اوسط درجہ میں اہل علم کو رہنا چاہئے۔ خیر الامور اوسطھا کا عامل بن کر رہنا چاہئے۔ (الافاضات، ص۲۲۴ ج۱)

جس کو اپنے سے بڑا سمجھے اس کے سامنے اس کے کپڑوں سے زیادہ قیمتی کپڑے پہننا بے ادبی ہے بلکہ اس کے سامنے ہر چیز کو گھٹا ہوا رکھنا چاہئے۔ (القول الجلیل)

جن لوگوں کو انتظام امور سے تعلق ہے وہ ہمیشہ اس کا خیال رکھتے ہیں کہ شوکت بھی ہو کیونکہ بدون اس کے انتظام عالم نہیں ہو سکتا۔ (مزید المجید، ص۲۶)

طلبہ کا یونیفارم

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرات دیوبند کو کہلا بھیجا تھا کہ طلبہ کا ایک خاص طرز معین ہونا چاہئے۔ مثلاً لباس معین وضع کا ہو جیسا کہ اپنے بزرگوں کا تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ طلبہ اس کو آج کل اپنی تحقیر خیال کرتے ہیں مگر ایسے امور (ایسی باتوں) کی طرف التفات ہی کیوں کیا جائے۔ (الکلام الاحسن، ص۵۳)

اہلِ علم اور طلبہ کو چند نصیحتیں

۱۔ اے طلبۂ مدرسہ تمہارا فخر یہی ہے کہ جس جماعت میں تمہارا شمار ہے تم اس کی اصطلاح اور وضع اور طرز کو اختیار کرو۔

۲۔ لباس اور وضع سے یا اہل دنیا کے طرز گفتگو سے عزت کا طلب کرنا انسان کا کام نہیں۔ یہ تو نہایت بھدا پن ہے۔

۳۔ اگر مخلوق سے عزت نہ ہو تو کیا پرواہ ہے خالق کے یہاں تو ضرور عزت ہوگی۔

۴۔ تم کو تو ایسی تواضع اور پستی اختیار کرنا چاہئے کہ تمام دنیا والے پستی و تواضع میں تمہارے شاگرد ہو جائیں، تمہاری عزت اسی میں ہے۔

۵۔ تم اپنے کو مٹا دو، گمنام کر دو تو پھر تمہاری محبوبیت کی یہ شان ہوگی کہ تم چھپ ہو گے اور تمام مخلوق میں تمہارا آوازہ (شہرہ) ہوگا۔ (انفاس عیسیٰ، ص۳۲۷ ج۱)

طلبۂ علم اور تہجد کا اہتمام

رات کا اٹھنا صلحاء کا طریقہ ہے

سیدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت نقل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تمہارے اوپر رات کو اٹھنا لازم ہے، کیونکہ وہ تم سے پہلے صلحاء کا طریقہ رہا ہے اور بلا شبہ رات کا اٹھنا اللہ عزوجل سے تقرب کا ذریعہ ہے، گناہوں سے رکاوٹ ہے، خطاؤں کا کفارہ ہے اور جسم کے امراض کو دور کرنے والا عمل ہے۔ (ترمذی، السنن الکبریٰ للبیہقی)

تشریح الحدیث

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تہجد اور رات کو اٹھنا سابقہ امتوں میں بھی جاری تھا، یہ ایک قدیم عادت تھی۔ (مناوی)

قیام اللیل کی فضیلت وفوائد کے متعلق ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(۱) گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح سخت وتند ہوا خشک پتوں کو درخت سے جدا کر دیتی ہے، (۲) قبر کو روشن کرنے والا عمل ہے، (۳) چہرہ کو خوبصورت اور بارونق بناتا ہے، (۴) کسلمندی دور کر دیتا ہے، (۵) بدن میں نشاط پیدا کرتا ہے، (۶) آسمان کے فرشتوں کو قیام کرنے والے کی جگہ ایسی ہی روشن اور منور نظر آتی ہے جیسے زمین والوں کو آسمان کے ستارے۔

صلوٰۃ اللیل کی فضیلت کے متعلق ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

رات کی نماز کی فضیلت دن کی نماز پر ایسی ہی ہے جیسے خفیہ صدقہ کی فضیلت اعلانیہ صدقہ پر۔

رات کی ایک رکعت دن کی بیس رکعات سے بہتر ہے

یعلیٰ بن عطاء فرماتے ہیں کہ میری پھوپھی سلمٰی فرماتی ہیں کہ مجھ سے عمرو بن

العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے سلمٰی! رات کی ایک رکعت دن کی بیس رکعات سے بہتر ہیں۔

قیام اللیل کے بغیر چارہ کار نہیں

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قیام اللیل کے بغیر چارہ کار نہیں اگرچہ بکری کے دودھ دوہنے کے بقدر ہی ہو۔ (یعنی تھوڑی دیر کے لئے ہی ہو لیکن اگر قیامت کے روز نجات چاہو تو قیام اللیل ضرور کرو)۔

کون سا عمل اللہ کے قریب کرنے والا ہے؟

مبارک بن فضالہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا: اے ابوسعید! اعمال میں سے کون سا عمل جو اللہ کے قریب کرنے والا ہو سب سے زیادہ افضل ہے؟ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ کے مقرب بندے جن اعمال سے تقرب خداوندی حاصل کرتے ہیں ان میں سے، میں رات کے وسط میں بندہ کے قیام اور نماز سے زیادہ افضل عمل کوئی نہیں جانتا۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ

ہم رات کی عبادت اور سارا مال راہِ خدا میں خرچ کر دینے سے زیادہ مشقت اور ثواب والا عمل کوئی نہیں جانتے۔

ابوالہذیل رحمۃ اللہ علیہ کا قول

عبداللہ بن ابی الہذیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

رات کے وسط میں بندہ کا عبادت کے لئے اٹھنا، اس کے لئے ایک نور ہے جو روز قیامت اس کے سامنے ہوگا۔

قیام اللیل سے جنات بھی خوش ہوتے ہیں

حضرت شہر بن حوشب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

جب بندہ رات میں نماز کے لئے اٹھتا ہے تو روئے زمین پر بشاشت پھیل جاتی ہے اور جس جگہ پر وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہے وہ جگہ روشن اور منور ہو جاتی ہے اور اس کے گھر میں جو مسلمان جنات آباد ہوتے ہیں وہ اس سے خوش ہوتے ہیں، جب وہ نماز میں قرآن پڑھتا ہے تو جنات اس کا قرآن سنتے ہیں، جب وہ دعا کرتا ہے تو اس کی دعا پر آمین کہتے ہیں، جب وہ رات پوری ہو جاتی ہے تو وہ رات آنے والی رات کو وصیت کرتے ہوئے کہتی ہے: اس کے لئے ہلکی ہو جانا اور اس کے مقررہ وقت پر اسے بیدار کر دینا، اس کی طویل شب بیداری پر رحم کرنا جب بڑے بڑے سورما بستروں پر پڑے سو رہے ہوں۔ بعد ازاں وہ رات پلٹ جاتی ہے اور اس شخص کو دن کے سپرد کرتے ہوئے اس سے جدائی کے وقت کہتی ہے: میں تجھے اس ذات کے حفظ و امان میں دیتی ہوں جس نے تجھے اپنی طاعت میں لگایا اور مجھے تیرے لئے قیامت کے روز گواہ بنایا اسی طرح وہ دن بھی اپنی انتہاء کے وقت اس سے یہی کلمات کہتا ہے۔ (یہ حدیث ضعف ہے)

رات کا قیام مومنین کے لئے باعث شرف ہے

حرب بن سریج فرماتے ہیں کہ میں نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

رات کا قیام اہل ایمان کے لئے باعث شرف وکرامت ہے اور لوگوں کے اموال سے استغناء و بے نیازی ان کے لئے باعث عزت وافتخار ہے۔

قیام اللیل کا نفع تمام اعمال سے زیادہ ہے

عثمان بن عطاء الخراسانی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

سلف میں یہ بات کہی جاتی تھی کہ قیام اللیل بدن کی زندگی ہے، دل کا نور ہے، آنکھوں کی جلاء اور روشنی ہے، اعضاء و جوارح کی قوت ہے، آدمی جب تہجد کی نماز کے لئے بیدار ہوتا ہے اور اٹھ کر تہجد کی نماز ادا کرتا ہے تو اس کی صبح اس حال میں ہوتی ہے کہ وہ اپنے دل میں فرحت و خوشی اور اطمینان محسوس کرتا ہے اور اگر کبھی اس کی آنکھ نہ کھلے، نیند کا غلبہ ہو جائے اور وہ اپنے معمولات کے لئے بیدار نہ ہو سکے تو اس کی صبح بڑی غمگین ہوتی ہے اور اس کا دل پژمردہ ہو جاتا ہے، گویا کہ اس کی کوئی قیمتی چیز کھوگئی ہے اور کیوں نہ ایسا ہو کیونکہ اس نے وہ عمل ضائع کر دیا جو تمام اعمال میں سب سے زیادہ نفع بخش عمل تھا۔

قیام اللیل مومن کا نور ہے

حارث بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یزید الرقاشی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

قیام اللیل مومن کا نور ہے، قیامت کے روز وہ اس کے سامنے اور پیچھے سے اس کو گھیر لے گا، اور دن کا روزہ بندہ کو جہنم کی گرمی سے دور کر دیتا ہے۔

شب بیداروں کے لئے بشارت

طلحہ بن مصرف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ:

جب بندہ تہجد کے لئے بیدار ہوتا ہے تو دو فرشتے اسے پکار کر کہتے ہیں تیرے لئے بشارت، ہو تو پہلے عبادت گزاروں کے طریقہ پر چلا۔

ابو معشر محمد بن قیس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا:

مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جب بندہ رات کو تہجد کے لئے بیدار ہوتا ہے تو آسمان کے کناروں سے اس کے سر کی مانگ تک اس کے لئے نیکیاں بکھیر دی جاتی ہیں، آسمان سے فرشتے اس کے لئے اترتے ہیں اور اس کی قرأت سنتے ہیں، اس کے گھر میں موجود نیک جنّات اور فضائے بسیط اور خلاء میں رہنے والی مخلوق اس کے قرآن کو کان لگا کر سنتی ہیں، جب وہ اپنی نماز سے فارغ ہوکر دعا کے لئے بیٹھتا ہے تو فرشتے اسے گھیر لیتے ہیں اور اس کی دعا پر آمین کہتے ہیں، پھر اگر وہ ان معمولات سے فارغ ہوکر کچھ دیر کے لئے لیٹ جاتا ہے تو فرشتوں کی طرف سے اسے کہا جاتا ہے: ٹھنڈی آنکھوں کے ساتھ خوش باش سوجا، تو بہترین سونے والا ہے جو بہترین عمل کر کے سویا ہے۔

شب بیداری کرنے والوں کے حالات

عمر بن ذر اپنے والد سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

مجھے بزرگوں سے یہ بات پہنچی ہے کہ مومن بندہ جب رات کو نماز تہجد کے لئے بیدار ہوتا ہے تو اللہ کی مخلوق میں سے جو بھی اس کی تلاوت اور قرآن سنتا ہے تو اس کے لئے دعائے خیر کرتا ہے اور اس کے تہجد کی نماز و تلاوت سے حلاوت محسوس کرتا ہے۔

اور فرمایا کہ:

بے شک فضا میں رہنے والی مخلوق اور گھروں میں سکونت پذیر جنّات اس کی قرأت سنتے ہیں اور اس کی اقتداء میں نماز پڑھتے ہیں اور اس کی وہ رات آنے والی رات کو وصیت کرتے ہوئے کہتی ہے کہ اس کے لئے ہلکی رہنا اور اس کو اس کے مقررہ وقت پر بیدار

کر دینا کیونکہ یہ بہترین آدمی ہے اور جو اپنی ذات کے لئے نجات
کا طالب ہو وہ بہترین انسان ہے، اور جب وہ کھڑے ہو کر تہجد کی
نماز پڑھ رہا ہوتا ہے تو نیکیاں اس کے سر پر بکھیر دی جاتی ہیں۔

نماز تمام عبادات کی سردار ہے

حضرت عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سلف میں یہ بات کہی جاتی تھی کہ
نماز عبادات کی سردار اور جڑ ہے۔

انسان کے تمام اعمال میں سب سے زیادہ شرف والا عمل

زنجی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ سے صنعاء یمن کے باشندوں میں سے ایک
نے بیان کیا کہ وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

انسان کے تمام اعمال میں سب سے زیادہ شرف والا عمل تہجد کی نماز
اور قیام اللیل ہے۔

قیام اللیل کمتر کو معزز اور پست کو بلند کر دیتا ہے

یحییٰ بن ابی کثیر الغمری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

قیام اللیل (رات میں تہجد کے لئے کھڑا ہونا) کمتر انسان کو معزز بنا
دیتا ہے، ذلیل کو باعزت کر دیتا ہے، جب کہ دن میں (نفلی)
روزہ رکھنا روزہ دار کی شہوت کو توڑ دیتا ہے اور مومن کو راحت تو فقط
جنت میں داخل ہو کر ہی حاصل ہوتی ہے۔

تہجد میں طویل قیام عبادت گزاروں کی آنکھیں ٹھنڈی کرنے کا باعث ہے

حضرت یزید الرقاشی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مواعظ میں فرماتے ہیں:

تہجد میں طویل قیام عبادت گزاروں کی آنکھیں ٹھنڈی کرنے کا
باعث ہے اور زیادہ دیر تک پیاسا رہنا اللہ عزوجل سے ملاقات
کے وقت دلوں کو فرحت و خوشی عطا کرتا ہے۔

تہجد کے لئے نیا اور عمدہ لباس پہننے والے حضرات

یزید بن خنیس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبدالعزیز بن ابی رواد رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت مغیرہ بن حکیم الصنعانی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا کہ جب وہ تہجد کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے کپڑوں میں سب سے اچھے کپڑے زیب تن کرتے اور اپنے گھر والوں کو خوشبو بھی لگاتے تھے اور اہل تہجد میں ان کا ایک خاص مقام ہے۔

عمرو بن الاسود رحمۃ اللہ علیہ

عمرو بن الاسود رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ ہیں ان کا معمول تھا کہ دو سو درہم کا ایک جوڑا خریدتے تھے اور ایک دینار میں اسے سلواتے تھے، دن بھر اسے جسم پر ڈالے رکھتے تھے اور رات میں اس کو پہن کر تہجد کی نماز میں مشغول ہو جایا کرتے تھے۔

حضرت تمیم داری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ جب رات میں بیدار ہوتے تو مسواک
طلب کرتے (پھر مسواک سے فارغ ہو کر) اپنا سب سے اچھا جوڑا
منگواتے اور اس جوڑے کو صرف تہجد کی نماز کے لئے پہنتے تھے۔

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت تمیم داری نے ایک ہزار درہم میں ایک چادر خریدی اور اسے پہن کر نماز کے لئے تشریف لے جایا کرتے۔

ثابت البنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمیم داری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

رمضان کی جس رات میں لیلۃ القدر کی امید و احتمال ہوتا ہے اس

رات وہ چار ہزار درہم میں خریدا ہوا جوڑا زیب تن فرمایا کرتے تھے۔

فائدہ: ان روایات سے معلوم ہوا کہ انسان کو اپنا مال خدا تعالیٰ کی عبادت میں خرچ کرنا چاہئے، بالخصوص لباس اور قیمتی پہناوے جو بالعموم تقریبات اور دوسروں کو دکھلانے اور نام و نمود اور جھوٹی نمائش کے لئے پہنے پہنائے جاتے ہیں انہیں خدا کی رضا اور طاعات والے کاموں اور عبادت میں پہننا چاہئے۔

آج کے دور میں قیمتی کپڑے تو صرف ریا کاری اور لوگوں پر اپنی جھوٹی شان ظاہر کرنے کے لئے پہنے جاتے ہیں اور نماز اور عبادات کے اوقات میں گندے سندے اور گھریلو کام کاج کے کپڑے پہنے جاتے ہیں۔ یعنی دنیا کے بے حقیقت اور لوگوں کے سامنے تو اعلیٰ لباس پہنے جاتے ہیں جب کہ احکم الحاکمین کے دربار عالی میں اور خصوصی خلوت کی ملاقات (تہجد) کے لئے عام کپڑے پہنے جاتے ہیں۔ یہ درست نہیں، البتہ نئے اور قیمتی کپڑے پہننا کوئی فرض و واجب نہیں، نہ ہی ان کے حصول کے لئے اسراف کرنا اور وقت و محنت ضائع کرنا درست ہے بلکہ بلا کسی مشقت کے اگر اچھے اور عمدہ کپڑے موجود ہوں تو انہیں پہننے میں تکلف نہیں کرنا چاہئے اور نیت اللہ کو راضی کرنے کی رکھنی چاہئے۔ واللہ اعلم

رات میں بیدار ہونے کے بعد کیا دعا پڑھیں؟

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص رات میں بیدار ہوا اور اس نے بیدار ہونے کے یہ کلمات کہے:

لا اله الاّ الله وحده لاشريک له له الملک و له الحمد وهو علی کل شئ قدير سبحان الله والحمد لله و لا اله الا الله و لا حول و لا قوة الا بالله (بخاری، ابوداؤد)

پھر یہ دعا مانگی: رَبِّ اغْفِرْلِیْ تو اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

ولید (راوی) کہتے ہیں کہ جب یہ کلمات کہہ کر وہ دعا مانگتا ہے تو اس کی دعا قبول

ہوتی ہے اور جب کھڑے ہو کر وضو کرتا ہے اور نماز پڑھتا ہے تو اس کی نماز قبول کی جاتی ہے۔

حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ جب رات میں بیدار ہوتے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَغْفِرُکَ لِذَنْبِیْ وَ اَسْأَلُکَ رحمتک اللّٰهم زِدْنِیْ علماً و لا تُزِغ قَلْبِی بعد اذ هَدَیْتَنِیْ وَهَبْ لِیْ من لدنک رحمة انک انت الوَهّابُ (ابوداؤد، نسائی فی عمل الیوم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے یہ کلمات کہے:

سبحان الله و الحمد لله و لا اله الا الله و الله اکبر ولا حول و لا قوة الا بالله العلی العظیم

تو اسے ہزار نیکیاں عطا ہوں گی۔

تہجد گزاروں کے لئے خاص انعام

عبدالملک مرفوعاً بیان کرتے ہیں:

بے شک جنت میں ایک درخت ہے اس کی جڑ میں سے ایک دو دھاری گھوڑا نکلتا ہے جس پر زمرد اور یاقوت کی زین اور لگام ہوتی ہے اس کے بہت سارے پر ہیں وہ نہ لید اور گوبر کرتا ہے نہ پیشاب، اللہ عزوجل کے مقرب اور اولیاء اس پر سواری کریں گے اور وہ انہیں لے کر جنت میں جہاں وہ چاہیں گے اڑتا پھرے گا، ان سے نچلے طبقہ کے جنتی انہیں دیکھ کر پکاریں گے اور کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں دکھایئے کہ تیرے ان بندوں نے یہ عزت و کرامت کس عمل کے ذریعہ حاصل کی؟ اللہ تعالیٰ شانہ ارشاد

فرمائیں گے: بلاشبہ تم نیند کے مزے اڑاتے تھے اور یہ راتوں کو قیام اللیل میں گزارتے تھے، تم کھانے پینے کی لذتوں میں منہمک ہوتے تھے تو یہ روزہ کی بھوک پیاس برداشت کرتے تھے، تم اپنا مال بچا کر بخل کیا کرتے تھے اور یہ خدا کی راہ میں اپنا مال لٹایا کرتے تھے، یہ عمل کرنے میں ہمت والے تھے اور تم کمزوری دکھاتے رہتے تھے۔ (ولہ شاہد عن الحسن بن علی رضی اللہ عنہما)

تہجد کے لئے اہلِ خانہ کو بھی بیدار کرنا چاہئے

یعقوب بن عقبہ فرماتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ جب رات میں بیدار ہوتے تو اپنے گھر والوں کو بھی بیدار فرمایا کرتے تھے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی صحبت اختیار کی اور مسلسل ان کی صحبت میں رہا، ان کا معمول تھا کہ رات میں نماز پڑھا کرتے تھے، پھر وتر پڑھ کر میرے پاس تشریف لاتے تھے، جب طلوع فجر ہو جاتا تھا تو کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے (فجر کی سنتیں) بعض اوقات آپ رات میں مجھے بھی (کھڑے ہونے کا) اشارہ فرمایا کرتے تھے۔

تہجد گزاروں کے لئے خاص اکرام

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بے شک جنت میں کچھ بالا خانے ایسے ہیں جن میں باہر سے اندر کا اور اندر سے باہر کا منظر نظر آتا ہے (غالباً شیشے یا اس طرح کی

کسی چیز سے بنے ہوئے ہوں گے)۔ واللہ اعلم

پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! وہ کس کے واسطے ہوں گے؟ فرمایا:
اس کے لئے جس نے اچھی بات کی، سلام کی کثرت کی، روزوں پر مداومت اختیار کی، کھانا کھلانے کی صفت اختیار کی اور جب سب لوگ نیند میں مدہوش ہوتے ہیں اس وقت (تہجد کے وقت) نماز کی عادت اپنائی۔

روزِ قیامت شب بیداروں کا اعزاز

حضرت اسماء بن یزید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام اگلے پچھلے لوگوں کو جمع کر دے گا تو ایک منادی آواز لگائے گا، وہ لوگ کھڑے ہو جائیں جن کے پہلو بستروں سے (خدا کی رضا جوئی کے لئے) جدا رہتے تھے۔ چنانچہ کچھ لوگ کھڑے ہو جائیں گے اور وہ بہت تھوڑے ہوں گے۔ اس کے بعد سب لوگوں سے حساب لیا جائے گا۔

فائدہ: یہ دونوں احادیث بالا سند میں ضعف اور بعض راویوں کے غیر ثقہ ہونے کی بنا پر ضعیف اور موضوع قرار دی گئی ہیں۔

تہجد کے متعلق حکم نبوی ﷺ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم رات میں تھوڑی یا زیادہ (جس قدر توفیق ہو) تہجد کی نماز ضرور پڑھیں اور غالباً یہ بھی فرمایا کہ رات کی آخری نماز وتر بنائیں (یعنی وتر آخر میں پڑھیں)۔
(المعجم الکبیر، رقم: ۶۹۲۵)

وتر رات میں کس وقت پڑھے جائیں

حارث بن معاویہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

سے دریافت کیا کہ وتر رات کے اول حصہ میں ہوں یا درمیانی یا آخر رات میں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

رسول پاک ﷺ نے ہر طرح سے پڑھے ہیں۔(یعنی عشاء کے بعد رات کے کسی بھی حصہ میں پڑھ سکتے ہیں)۔

خدائی پکار

سعید بن ابی سعید المقبری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب رات کا ایک تہائی پہر یا آدھی رات گزر جاتی ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتے ہیں (جیسا کہ ان کی شان کے مناسب ہے) اور ارشاد ہوتا ہے: ہے کوئی دعا مانگنے والا کہ میں اس کی دعا قبول کروں، ہے کوئی مغفرت کا طلبگار کہ میں اس کی مغفرت کروں، ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ میں اس کی توبہ قبول کروں (یہ خدائی پکار جاری رہتی ہے) یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے۔

مبنی برحقیقت جواب

حجاج صواف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں صحابی جلیل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کچھ لوگوں نے کہا کہ ہم قیام اللیل (تہجد) کے لئے اٹھنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارے گناہوں نے تم کو اپاہج کر ڈالا۔

فائدہ: مقصد یہ ہے کہ گناہوں کی کثرت اور ان پر اصرار کی نحوست ہے کی تہجد کی توفیق نہیں ہوتی۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

بندہ جب گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کی نحوست سے تہجد کی توفیق

سے محروم ہو جاتا ہے۔

فرشتوں کی نظر میں اہلِ تہجد

کرز بن وبرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

بلاشبہ فرشتے آسمان سے تہجد کی نماز پڑھنے والوں کو ایسا دیکھتے ہیں جیسا تم آسمان کے ستاروں کو دیکھتے ہو۔

بشارت ہو اہلِ تہجد کو

داؤد بن ہلال النصیبی رحمۃ اللہ علیہ بعض اہل علم سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام ارشاد فرماتے ہیں:

راتوں کو تہجد میں مشغول رہنے والوں کو خوشخبری ہو، انہیں تاریک راتوں میں اپنے رب کے سامنے کھڑے رہنے کی بناء پر ایک دائمی نور عطا فرمایا جاتا ہے، وہ رات کی تاریکیوں میں اپنے قدموں پر چلتے اپنے ہاتھوں سے اپنے گھروں کی سجدہ گاہوں کو ٹٹولتے ہیں، اپنے ربِ ذوالجلال سے راتوں کے اندھیروں میں گڑگڑا کر دعائیں مانگتے ہیں، انہوں نے اپنی سجدہ گاہوں میں زراعت کی ہے، ان کی کھیتی ان کے آنکھوں کے پانی سے سیراب ہوتی رہی، انہوں نے اپنے محتاجی کے دن کے لئے کاشت کاری کی ہے، چنانچہ انہوں نے اس کا انجام یہ پایا کہ ان کے دل اپنے پروردگار عزوجل کے پاس اٹکے ہوئے ہیں جب کہ ان کے جسم نیند سے بوجھل جسم تھکے ماندہ ہیں، اللہ سے ڈر اور خوف نے انہیں پیشانی کے بل زمین پر گرا دیا ہے، اپنے رب کی رحمت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں۔

نبی پاک ﷺ کی دعائے نیم شبی

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

ایک رات میں نے حضور ﷺ کو ان کے بستر سے غائب پایا تو میں نے اٹھ کر اپنے ہاتھ سے آپ ﷺ کو ٹٹولا، (اندھیرے کی وجہ سے) میرے ہاتھ آپ ﷺ کے قدموں پر پڑے جبکہ آپ ﷺ سجدہ میں تھے، میں نے سنا آپ ﷺ یہ کلمات کہہ رہے تھے۔ اے میرے اللہ میں تیری ناراضگی سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اور تیری پکڑ سے تیری معافی کی پناہ میں آتا ہوں، اور میں تجھ سے تیری پناہ میں آتا ہوں، میں تیری تعریف کو شمار نہیں کر سکتا، تو ویسا ہی ہے جیسی تو نے خود اپنی تعریف کی ہے۔

عبدالرحمٰن بن محیریز رحمۃ اللہ علیہ

عمرو بن عبدالرحمٰن بن محیریز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میری دادی نے بیان کیا کہ:

میرے دادا ابنِ محیریز رحمہ اللہ ہر سات رات میں قرآن کریم ختم کر لیا کرتے تھے، رات میں ان کے لئے بستر بچھایا جاتا تھا، صبح کے وقت بعینہ اسی حالت میں ملتا تھا جیسا بچھانے کے وقت ہوتا تھا۔

محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ

ابوشوذب فرماتے ہیں کہ:

محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ کا ایک بالا خانہ تھا، رات کے وقت اوپر چڑھ جاتے اور کمرہ میں داخل ہو کر اندر سے بند کر لیا کرتے تھے (تاکہ یکسوئی سے تہجد میں مشغول ہو سکیں)۔

کلمہ حکمت بزبانِ نبوت

ایک قریشی بزرگ جن کا نام عامر بن سعود تھا فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

سردی کا روزہ ٹھنڈی غنیمت ہے سردی کی راتیں طویل اور دن چھوٹے ہوتے ہیں (لہٰذا روزہ آسان ہوتا ہے اور تہجد کے لئے خوب وقت حاصل ہوتا ہے)۔

قرآن والوں کے لئے ایک پکار

مجاہد (مشہور تابعی) فرماتے ہیں کہ جب سردی کا موسم شروع ہوجاتا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے:

اے قرآن والو! تمہاری نماز (تہجد) کے لئے راتیں لمبی ہوچکی ہیں اور روزوں کے لئے دن چھوٹے ہوچکے ہیں پس اس زمانہ کو غنیمت سمجھو۔

ثابت البنانی رحمۃ اللہ علیہ کی دعا

جعفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے بے شمار مرتبہ ثابت البنانی رحمۃ اللہ علیہ کو سنا کہ دعاؤں میں یہ دعا ضرور مانگتے تھے:

اے اللہ! اگر تُو کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت دے تو مجھے اجازت دے کہ میں اپنی قبر میں نماز پڑھا کروں۔

اسی طرح یہ دعا بھی مانگا کرتے تھے:

اے دوبارہ اٹھانے والے! اے بندوں کے وارث! مجھے میری قبر میں اکیلا مت چھوڑنا، بے شک تو سب وارثوں سے بہتر وارث ہے۔

مرّہ الھمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی تہجد کا حال

حضرت عطاء بن السائب فرماتے ہیں کہ:

مرّہ الھمدانی رحمۃ اللہ علیہ روزانہ چھ سو رکعت پڑھا کرتے تھے، فرماتے ہیں کہ ایک روز کچھ لوگ ان کے گھر میں داخل ہوئے اور ان کی سجدہ کی جگہ دیکھی تو دیکھا کہ گویا وہ اونٹوں کے آرام کی جگہ ہے۔ (یعنی سجدوں کی وجہ سے زمین میں گڑھا پڑ گیا تھا جیسے اس جگہ پر زمین گہری ہو جاتی ہے جہاں اونٹ آرام کرتے ہیں)۔

تہجد کے بارے میں نبوی ﷺ طرزِ عمل

حضرت صفوان بن معطل سلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

میں نے حضورِ اکرم ﷺ کو دیکھا کہ عشاء کی نماز پڑھی، پھر سو گئے، پھر آدھی رات گزرنے پر بیدار ہوئے اور سورہٴ آل عمران کی یہ دس آیات تلاوت کیں۔ بعد ازاں مسواک لے کر دانتوں میں مسواک کی، وضو فرمایا اور دو رکعات پڑھیں، میں نہیں جانتا کہ ان کا قیام زیادہ طویل تھا یا رکوع یا سجود، پھر کچھ دیر کو سو گئے اور بیدار ہوئے، کچھ آیات تلاوت کیں، مسواک کیا، وضو کیا اور پھر کھڑے ہو کر حسب سابق دو رکعات ادا کیں، پھر ہر دو رکعت کے بعد آپ ﷺ کچھ دیر کے لئے سوتے رہے اور اٹھ کر دو دو رکعات پہلی دو رکعات کی طرح ادا کرتے رہے۔ یہاں تک کہ گیارہ رکعات پڑھ لیں (جن میں سے آٹھ تہجد اور تین آخری وتر کی تھیں)۔ (المعجم الکبیر، ج۸ص۳۴۳)

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے احوال

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابی جلیل حضرت عبداللہ بن

رواحہ رضی اللہ عنہ (کی شہادت کے بعد ان) کی زوجہ سے کسی صاحب نے نکاح کر لیا اور ان سے کہا کہ:

میں نے یہ نکاح خواہشِ انسانی کی تکمیل کے لئے نہیں کیا بلکہ میرا مقصد یہ ہے کہ تم مجھے بتلاؤ کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ تنہائی میں کیا عمل کیا کرتے تھے، شاید میں بھی ان کی اقتداء اور پیروی کروں؟ انہوں نے کہا کہ ان کا معمول تھا کہ جب بھی وضو کیا کرتے نماز (تحیۃ الوضو) پڑھتے، جب گھر میں داخل ہوتے تو نماز پڑھتے، گھر سے نکل کر اپنے حجرہ میں جانے لگتے تو نماز پڑھتے، حجرہ میں جا کر پھر نماز پڑھتے اور وہاں سے گھر میں داخل ہو کر پھر نماز پڑھتے تھے۔

حضرت سالم رضی اللہ عنہ مولیٰ ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ عبداللہ بن رواحہ پر رحمتیں نازل فرمائے، وہ سفر کے دوران نماز کے وقت پڑاؤ کر لیا کرتے تھے۔

فائدہ: مسافر کے لئے سفر کے دوران مسافت طے کرنا سب سے اہم ہوتا ہے اور وہ منزل پر جلد از جلد پہنچنے کی فکر میں کم سے کم پڑاؤ کرنا چاہتا ہے۔ شرعاً بھی اس کی اجازت ہے کہ وقت کے بچاؤ کے لئے ایسے وقت میں پڑاؤ کر لے کہ دو نمازیں ایک ساتھ ادا کر لے۔ لیکن نماز کی اہمیت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر نماز کے لئے پڑاؤ کرے، حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کا یہی معمول تھا اور اس پر زبانِ رسالتِ مآب ﷺ سے انہیں دعائے رحمت حاصل ہوئی۔

تہجد کے لئے گھر والوں کو بیدار کرنے کی فضیلت

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص رات میں بیدار ہو اور اپنے گھر والوں کو بھی جگائے (اہلیہ کو)
اور دونوں دو رکعات پڑھیں تو دونوں کو اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے
والے مردوں اور ذکر کرنے والی عورتوں میں لکھ لیا جاتا ہے۔

رسول پاک ﷺ کی تہجد

حارثہ بن مضرب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو سنا فرماتے تھے:

غزوہ بدر کے موقع پر ہم میں سے حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ
عنہ کے سوا کوئی گھڑسوار نہیں تھا (سب یا تو اونٹوں پر سوار تھے یا
پیدل) اور بلاشبہ میں نے اس رات سب ساتھیوں کو دیکھا سب
سوئے ہوئے تھے سوائے رسول اللہ ﷺ کے، آپ ﷺ ایک
ببول کے درخت یا کسی دوسرے درخت کے سامنے کھڑے نماز
پڑھتے رہے آدھی رات سے صبح (طلوع فجر) تک۔

فائدہ: غالباً دیگر اصحاب کرام رضی اللہ عنہم سفر کی تھکاوٹ اور اگلی صبح معرکہ کی تیاری کی بناء پر ابتداء رات میں ہی تہجد سے فارغ ہو کر سو گئے ہوں گے۔ واللہ اعلم

تہجد نبوی ﷺ کا حال

سعد بن ہشام الانصاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت ﷺ کی رات کی نماز (تہجد) کی کیفیت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا:

رسول اللہ ﷺ جب عشاء کی نماز سے فارغ ہو جاتے تو دو ہلکی
رکعتیں پڑھتے، پھر سو جاتے اور اپنی مسواک اور وضو کا پانی
سرہانے رکھ لیا کرتے تھے، رات میں بیدار ہوتے تو مسواک اور
وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر دو مختصر سی رکعات پڑھتے، بعد ازاں

آٹھ رکعات پڑھتے جن میں قرأت کی طوالت یکساں ہوتی تھی
اور نویں رکعت کو وتر بنالیتے تھے، پھر دو رکعات بیٹھ کر پڑھتے تھے۔
جب رسول پاک ﷺ کی عمر زیادہ ہوگئی اور آپ ﷺ کا جسم
فربہی کی طرف مائل ہوگیا تو آپ ﷺ آٹھ کے بجائے چھ رکعات
پڑھنے لگے اور ساتویں کو وتر بنالیا کرتے تھے اور پھر دو رکعت بیٹھ
کر پڑھتے تھے جن میں بالترتیب سورۂ الکافرون اور سورۂ الزلزال
پڑھتے تھے۔

فائدہ: وتر بنانے کا مقصد یہ ہے کہ آخری تین رکعات بطور وتر پڑھا کرتے تھے۔

نمازِ تہجد کی ابتداء

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
جب تم میں سے کوئی رات میں نماز کے لئے اٹھے تو پہلے دو مختصر سی
رکعات پڑھ کر اپنی نماز تہجد کی ابتداء کرے۔

نماز مومن کا نور ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے
ارشاد فرمایا:

نماز مومن کا نور ہے۔

نماز گناہوں کا کفارہ ہے

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:
جب تک بندہ سجدہ میں رہتا ہے اس کے گناہ جھڑتے رہتے ہیں۔

طالب علم اور تہجد کا اہتمام

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ ایک طالب علم آپ رحمۃ

اللہ علیہ کا مہمان ہوا۔ رات کو سوتے وقت آپ نے اس کے پاس لوٹے میں پانی بھر کر رکھ دیا۔ صبح کو جب آپ وہاں تشریف لائے تو دیکھا لوٹے میں اسی طرح پانی رکھا ہے۔ تب آپ نے اس مہمان طالب علم سے فرمایا کہ میں نے لوٹے میں پانی بھر کر اس لئے رکھ دیا تھا کہ تم تہجد کے لئے اٹھو گے تم کو وضو کے لئے پانی تلاش کرنے کی دقت نہ ہو مگر میں نے دیکھا کہ پانی اسی طرح رکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ تم تہجد کے پابند نہیں۔ بہت افسوس کی بات ہے طالب علموں کو اس کا خیال رکھنا چاہیے اگر طلباء اور علماء ہی پابند نہ ہوں گے تو اور کون ہوگا؟۔ (بزم جمشید، ص ۴۸)

نوافل و مستحبات کی طرف سے اہلِ علم کی بے رغبتی

اکثر طالب علم میں یہ مرض پیدا ہوتا ہے کہ مستحبات کی قدر نہیں رہتی، طالب علموں کی تو یہ حالت ہے جہاں کسی عمل کے استحباب کا حکم معلوم ہوا بس فضائل کو چھوڑ دیا۔ جہلاء تو مستحبات کو کر بھی لیتے ہیں مگر پڑھے لکھے بالکل نہیں کرتے الا ماشاء اللہ یہ نفس کا بڑا کید ہے جس نے اہلِ علم کو بہت سی برکات سے محروم رکھا ہے اس۔ سے بچنا چاہیئے اور مستحبات وفضائل کی بھی بے قدری نہ کرنا چاہیئے۔

نوافل کی اہمیت

لوگ نفل کو ایک زائد چیز سمجھتے ہیں خاص کر اہلِ علم اس غلطی میں زیادہ مبتلا ہیں کیونکہ طالب علموں کو شروع سے نفل کا حکم یہ بتایا جاتا ہے کہ جس کے کرنے میں ثواب ہو اور نہ کرنے میں کچھ گناہ نہ ہو۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جب یہ بات ہے تو یہ عمل نہ کرنے میں کیا بات ہے۔ یہاں تک بھی غنیمت تھا مگر غضب یہ کہ اس کا ترجمہ دوسرے لفظوں میں یوں کر لیا کہ نفل کوئی مہتم بالشان نہیں۔ چلئے چھٹی ہوئی گویا شریعت میں نوافل کا بیان ہی فضول ہے۔

خوب سمجھ لیجئے کہ نفل بیکار اور فضول چیز نہیں ہے بلکہ متمم فرائض ہونے کی وجہ سے ایک مہتم بالشان چیز ہے نیز خاص محبت کی ایک بڑی علامت ہے میں اس کی ایک مثال

دیتا ہوں، فرض کرو ایک ملازم ہے جس کو کھانا پکانے کے واسطے رکھا گیا ہے اور وہ ایسا قانونی ہے کہ کھانا پکا کر چل دیتا ہے اور دوسرا ملازم ہے کہ اسی کام کے لئے وہ بھی رکھا گیا ہے مگر اس کی حالت یہ ہے کہ جب کھانا پکا چکتا ہے تو آقا کو پنکھا جھلنے لگتا ہے اور بھی خدمت کر دیتا ہے، ان دونوں میں کچھ فرق ہے کہ نہیں؟

ضرور فرق ہے اس دوسرے آدمی کی قدر آقا کے دل میں یقیناً زیادہ ہوگی بلکہ اس کی ان زائد خدمتوں کی قدر بعض دفعہ اصل کام سے بھی زیادہ ہوتی ہے کیونکہ منصبی کام کا تو ضابطہ ہے کہ خانہ پری ہے اور نوکر سے زبردستی اور ٹھوک بجا کر لیا جاتا ہے اور یہ زائد خدمات محبت اور خلوص کی دلیل ہے۔ محبت اور خلوص کا نتیجہ دوسرے کی طرف سے بھی محبت اور خلوص ہی ہوتا ہے تو اس دوسرے شخص سے آقا کو خاص محبت ہوگی اور بلفظ دیگر یہ دوسرا نوکر محبوب ہوگا اور پہلا آدمی نوکر اور مزدور ہوگا یہ حقیقت ہے نفل کی۔

پس اسی طرح وہ شخص احکام شرعی میں سے صرف فرائض کو ادا کرے، پانچ وقت کے فرائض ہی پڑھے اور زکوٰۃ بقدر واجب ہی دے دیا کرے، کوئی نفل اور خیرات نہ کرے تو وہ ضابطہ کا نوکر ہے۔ اس سے ٹھوک بجا کر کام لیا جائے گا اور ذرا سا بھی قصور ہوگا تو گرفت سے نہ چھوڑا جائے گا اور کسی طرح یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس کو حق تعالیٰ سے محبت ہے۔

صاحبو! محبت کی علامت سوائے اس کے کچھ نہیں ہے کہ آدمی نفل طاعات کی کثرت کرے۔ پس نفل بھی ایک ضروری چیز ہوئی اب تو سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ نوافل کس درجہ کی چیز ہے۔ (التبلیغ وعظ امید رحمت، ج ۱ص ۱۴۲)

طلباء سے گزارش

طلباء اگر چاشت، اشراق کے وقت کم از کم دو رکعتیں پڑھ لیا کریں اور رات کو اٹھ کر تہجد کی دو رکعتیں پڑھ کر مطالعہ کتب میں مشغول ہو جایا کریں پڑھنے والے بجائے فضول باتوں کے چلتے پھرتے زبان سے درود شریف پڑھتے رہا کریں تو بتایئے ان کی تعلیم میں کون سا حرج واقع ہوتا ہے؟ اگر خیال کیا جائے تو انشاء اللہ ایسی صورتیں خود

بخود ذہن میں آنے لگیں گی جن سے طلباء میں نور عبادت اور حلاوتِ ذکر بھی پیدا ہو جائے اور تعلیم میں بھی کوئی کمی کسی قسم کی نہ آنے پائے۔

سمجھنے کی بات ہے کہ فہم سلیم اور نور ذکاوت عمل اور تقویٰ سے جس قدر پیدا ہوتا ہے اس کے بدوں حاصل نہیں ہوسکتا تو اس کا اہتمام تعلیم کے لئے مفید ہوگا یا مضر؟ پتہ نہیں اس کو مضر کیوں سمجھا جاتا ہے۔

البتہ باقاعدہ سلوک سے اور صوفیاء کے خاندانی ذکر سے ضرور منع کیا جائے اس سے حالات و کیفیات کا غلبہ ہونے لگتا ہے تو تعلیم ناقص رہ جاتی ہے مگر جواذ کار حدیث میں وارد ہیں اختصار کے ساتھ ان کی پابندی کرنا اور بلا ناغہ تلاوتِ قرآن کرتے رہنا وغیرہ یہ تو کسی طرح خارج نہیں ہوسکتے۔

نوافل ومستحبات کا حکم

سنن ومستحبات کے متعلق یہ اعتقاد جما ہوا ہے کہ ان کے کرنے میں ثواب اور نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں اس لئے ان کے ناغہ ہونے کو سہل سمجھتے ہیں حالانکہ نصوص میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سنن زائدہ اور مستحبات کا یہ حکم قبل شروع کے ہے اور شروع کرنے کے بعد ان کا حکم بدل جاتا ہے۔ چنانچہ ایک حکم تو عین وقتِ اشتغال کے ساتھ مختص ہے، وہ یہ کہ شروع کرنے کے بعد مستحب کا پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے اور ایک حکم عام ہے جو وقت اشتغال کے ساتھ مختص نہیں وہ یہ ہے کہ جس مستحب کو معمول بنا لیا جائے اور کچھ عرصہ تک اس پر مواظبت (پابندی) کر لی جائے اب اس کا ناغہ کرنا اور پابندی کو چھوڑ دینا مکروہ ہے اس کی دلیل بخاری کی ایک حدیث ہے جو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ:

> یا عبداللہ لا تکن مثل فلان کان یقوم من اللیل ثم ترکه
>
> اے عبداللہ تم فلاں شخص کی طرح نہ ہونا جو رات کو نماز کے لئے اٹھا کرتا تھا پھر چھوڑ دیا۔

اس میں حضور پاک ﷺ نے اس شخص کی اس حالت پر ناگواری اور کراہت

فرمائی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ مستحب کو معمول بنا کر ترک کردینا مذموم و مکروہ ہے اسی لئے بزرگوں کا ارشاد ہے فرائض و واجبات کے علاوہ نوافل وغیرہ کا اتنا ہی پابند ہو جس کو نباہ سکے ورنہ شروع ہی نہ کرے، اس سے بڑی بے برکتی ہوتی ہے۔ انسان کی عادت ہے کہ جب ایک کام کا پابند ہو پھر اس میں فتور ہونے لگے تو اس کا خلل متاز ہو جاتا ہے چنانچہ اس عمل پر تو پھر عمر بھر پابندی نصیب نہیں ہوتی اور اس سے گزر کر دوسرے اعمال میں بھی اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ آج تو تہجد میں فتور ہے کچھ دنوں میں فجر کی نماز کی بھی پابندی نہ رہے گی، نماز قضا ہونے لگے گی اور یہ سارا فساد ایک مستحب کی پابندی چھوڑنے سے ہوا۔ (التبلیغ، ج ۱۶ ص ۱۷۹)

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆

طالب علم کے لئے صحبتِ صالح کی ضرورت

صحبت صلحاء کی ترغیب اور صحبت اشرار سے ترہیب

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صالح ہمنشین کی مثال عطر فروش کی ہے اگر تمہیں اس سے عطر نہ ملے کم از کم خوشبو تو تم تک پہنچ ہی جائے گی۔ اور برے ہمنشین کی مثال لوہار کی ہے اگر تم تک اس کی آگ نہیں پہنچتی تو چنگاریاں تو پہنچ ہی جاتی ہیں۔ (بخاری، ج۹ ص ۵۷۰)

نیک لوگوں کی مجلس تلاش کرو

ابو حاتم نے فرمایا:

عاقل نیک لوگوں کی مجلس کی تلاش میں رہتا ہے اور بُرے لوگوں کی صحبت سے دور بھاگتا ہے کیوں کہ صلحاء کی محبت جلد حاصل ہوتی ہے اور دیر سے ختم ہوتی ہے۔

اور برے لوگوں کی محبت دیر سے حاصل ہوتی ہے اور جلد ہی ختم ہو جاتی ہے۔

اور برے لوگوں کی مجلس میں بیٹھ کر انسان نیک لوگوں سے بدظن ہو جاتا ہے۔ برے لوگوں سے دوستی کرنے والا ایک دن ان میں شامل ہو جاتا ہے۔

لہٰذا عاقل پر لازم ہے کہ شک کرنیوالوں سے دور رہے ایسا نہ ہو کہ وہ بھی شک کرنے والوں میں سے ہو جائے۔ کیوں کہ جیسے نیک لوگوں کی مجلس انسان میں خیر کا مادہ پیدا کرتی ہے اسی طرح برے لوگوں کی صحبت انسان میں برائی پیدا کرتی ہے۔

محمد بن بغدادی نے کہا ہے:

علیک باخوان الثقات فانّھم قلیل فصلھم دون من کنت تصحب

و نفسک اکرمھا و صنھا فانھا متی ما تجالس سفلۃ الناس تغضب

ترجمہ: نیک لوگوں کے ساتھ رہو اگرچہ وہ کم ہیں۔ باقیوں سے تعلق توڑ کر انہی سے جوڑلو۔ اپنے نفس کا اکرام اور اس کی حفاظت

کرو۔ گرے ہوئے لوگوں کی صحبت غصے والا بنا دے گی۔

سفیان بن عیینہ نے کہا:

جس نے نیک آدمی سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی۔

حارث بن وجیہ کہتے ہیں:

میں نے مالک بن دینار کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نیک لوگوں کے ساتھ پتھر اٹھا کر لیجانا برے لوگوں کے ساتھ حلوہ کھانے سے بہتر ہے۔

وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا

اس آیت کی تفسیر میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، یہ لوگ بردبار، علماء صبر کرنے والے ثابت قدم رہنے والے ہیں۔ یہ لوگ ظلم کا بدلہ ظلم سے نہیں دیتے ان پر اگر کوئی زیادتی کرے تو یہ جواباً ان پر زیادتی نہیں کرتے۔ اللہ کے خوف نے ان کو تیر کی طرح لاغر کردیا ہے۔

ابو عمرو بن العلاء کہتے ہیں کہ مجھے سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے نوجوانوں کیساتھ بیٹھے دیکھ کر فرمایا تمہیں کس چیز نے نوجوانوں کے ساتھ بٹھایا ہے؟ بزرگوں کے ساتھ بیٹھا کرو۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

تنہائی سے نیک آدمی کی صحبت بہتر ہے اور تنہائی بری صحبت سے بہتر ہے۔ خیر کو لکھانے والا خاموش سے بہتر ہے اور خاموش شر کو لکھانے والے سے بہتر ہے۔

امام ابو حاتم نے فرمایا:

عاقل برے لوگوں کو ساتھی نہیں بناتا کیوں کہ بروں کی صحبت آگ کی چنگاری ہے جو اپنے ساتھ رقابتیں اور عداوتیں لاتی ہے۔ برے کی محبت سیدھی نہیں ہوتی اور برا شخص ایفائے عہد سے بھی دور ہوتا ہے۔

خوش نصیب انسان

آدمی کے لئے سعادت ہے اگر اسے چار خصلتیں مہیا ہوں:

۱۔ اس کی بیوی اس کی ہم خیال ہو۔

۲۔ اس کی اولاد نیک ہو۔

۳۔ اس کے دوست نیک ہوں۔

۴۔ اس کی روزی اس کے اپنے شہر میں ہو۔

جس کی صحبت سے خیر کی توقع نہ ہو اس سے کتے کی صحبت بہتر ہے۔

بری جگہوں پر جانے سے جس طرح انسان تہمت سے نہیں بچ سکتا اسی طرح [illegible]وں کی صحبت میں رہتے ہوئے برائی سے نہیں بچ سکتا۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اے شخص جو تجھے تیری پریشانی کے وقت اچھی رائے دے اچھی نصیحت کرے ایسا شخص تو بہت کم پائے گا۔ اگر مل بھی جائے تو اس کے دنیا سے جانے کے بعد تجھے اس سے بہترین جانشین نہ ملے گا۔

کچھ لوگوں کے دوسروں پر حقوق

جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

جس میں تین خصلتیں ہوں لوگوں پر اس کے چار حقوق ہیں۔ تین خصلتیں یہ ہیں:

۱۔ جب لوگوں سے ملے ان پر ظلم نہ کرے۔

۲۔ جب ان کو بیان کرے جھوٹ نہ بولے۔

۳۔ ان سے بھائی چارگی کرے۔

لوگوں پر اس کے چار حقوق یہ ہیں:

۱۔ اس کی عدالت کا اظہار کریں۔

۱۔ اس کی مروت کا پورا خیال رکھیں۔

۳۔ اس سے بھائی چارگی کریں۔

۴۔ اس کی غیبت نہ کریں۔

بہترین ساتھی عقلمند انسان ہے

محمد بن اسحاق کے اشعار ہیں:

اصحب خیار الناس أین لقیتهم   خیر الصحابة من یکون ظریفاً

و الناس مثل دراهم میزتها   فرایت فیها فضة و زیوفاً

ترجمہ: صلحاء کی صحبت اختیار کرو جہاں بھی انہیں پاؤ۔ بہترین ساتھی وہ ہے جو عقلمند ہے۔ لوگ چھانٹے درہم کی طرح ہیں جن میں تم نے چاندی اور کھوٹ دونوں پائے۔

عبدالصمد نے وہب سے سنا، وہ فرمارہے تھے کہ اللہ تعالی ایک نیک آدمی کی وجہ سے کئی قبیلوں کی حفاظت کرتا ہے۔

اصلاح میں مدد نہ کرنے والوں سے اللہ کی پناہ

ابو حاتم فرماتے ہیں:

عقلمند کو چاہیے کہ وہ اللہ سے ایسے لوگوں کی صحبت کی پناہ مانگے جو اللہ کی یاد میں اس کی مدد نہ کریں۔ اگر انسان بھول جائے تو وہ یاد نہ کرائیں۔ غافل ہو جائے تو غفلت میں مزید اضافہ ہی کرائیں۔

جس کے دوست برے ہونگے وہ ان میں بدترین ہوگا۔

جس طرح نیک آدمی نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرتا ہے اسی طرح فاجر فجار کی صحبت اختیار کرتا ہے۔ آدمی کو مجبوری میں بھی اہل مروت کی صحبت اختیار کرنا چاہیے۔

اہل مروت کی مصاحبت اختیار کرو

عبدالواحد بن زید کا قول ہے:

دنیاداروں میں سے دینداروں کے ساتھ بیٹھو ان کے علاوہ سے دور رہو۔ اگر مجبوراً بیٹھنا پڑے اہل مروت کی محفل میں بیٹھنا کیوں کہ وہ اپنی مجالس میں فحش گوئی نہیں کرتے۔

صحبت صالح اور مشائخ کی صحبت میں بیٹھنے کی ضرورت

صحبت کے بغیر نہ اعلیٰ درجے کی تعلیم کافی ہے نہ ادنیٰ درجے کی، اسی لئے سب علماء اور طلبہ کے ذمہ اس کا اہتمام ضروری ہے۔ پہلے زمانہ میں جو سب لوگ اچھے ہوتے تھے اس کی بڑی وجہ یہی تھی کہ وہ سب اس صحبت کا اہتمام رکھتے تھے۔

اس وقت یہ حالت ہے کہ تعلیم کا اہتمام تو کسی قدر ہے بھی کہ اس پر ہزاروں روپیہ صرف کیا جاتا ہے اور بہت سا وقت دیا جاتا ہے مگر صحبت کے لئے فی سال ایک ماہ بھی کسی نے نہیں دیا۔

واللہ اگر صحبت کی طرف ذرا بھی توجہ کرتے تو مسلمان ساری تباہیوں سے بچ جاتے جن لوگوں کو خدا تعالیٰ نے فراغت دی ہے وہ کم از کم چھ ماہ تک کسی بزرگ کی خدمت میں رہیں لیکن اس طرح کہ اپنا تمام کچا چٹھا ان کے سامنے پیش کردیں اور پھر وہ جس طرح کہیں اس پر عمل کریں۔ اگر وہ ذکر و شغل تجویز کریں ذکر و شغل میں مصروف ہو جائے اور اگر وہ اس سے منع کر کے کسی دوسرے کام میں لگائیں اس میں لگ جائے اور ان کے ساتھ محبت بڑھائے اور ان کی حالت کو دیکھتا رہے کہ کسی چیز کے لیتے وقت یہ کیا برتاؤ کرتے ہیں اور دینے کے وقت کس طرح پیش آتے ہے۔ اس کا اثر یہ ہوگا کہ تخلق باخلاق اللہ ہو جائے گا اور پھر اس کی ذات سے سراسر نفع پہنچے گا۔

(دعوات عبدیت، ج ۱۳ ص ۴۲)

محض لکھ پڑھ لینے سے کچھ نہیں ہوتا اصل چیز اصلاح نفس اور صحبت صالح ہے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ محض لکھنے پڑھنے

سے کیا ہوتا ہے جب تک کہ کسی کی جوتیاں سیدھی نہیں کیں۔ میں تو کہتا ہوں آدمی جاہل رہے مگر اس میں تدین ہو وہ جاہل اس بددین عالم سے اچھا ہے جس میں دینداری نہ ہو اور ایسے ان پڑھ ہونے اور حساب کتاب نہ جاننے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فخر کیا ہے:

نحن امة امية لا نكتب ولا نحسب

بعض صحابی تو ایسے ہوئے ہیں کہ ان کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ سو کتنے ہوتے ہیں مگر ان میں پھر کیا بات تھی جس کی وجہ سے ان کو فضیلت حاصل تھی۔ صحابہ کی حالت تو یہ تھی مگر درجات کی یہ حالت ہے کہ نہ اویس قرنی ان کے برابر، نہ عمر بن عبدالعزیز، نہ بایزید، نہ جنید۔

بات صرف یہ تھی کہ صحابہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی تھی اور اس صحبت سے ان کا دین ایمان خالص اور کامل ہوگیا تھا۔ پس اصل چیز یہ ہے۔

اور اگر آدمی پڑھا ہوا ہو مگر اس دولت سے محروم ہو یعنی کسی اہل اللہ کی جوتیاں سیدھی نہ کی ہوں تو ایسا شخص بڑے خسارہ میں ہے۔

صحبت صالح اور بزرگوں سے تعلق رکھنے کی ضرورت اور اس کے فوائد

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بزرگوں سے تعلق بڑی نعمت ہے لوگ اس کی قدر نہیں کرتے۔ مجھ کو تو اس لئے بھی اس کی خاص قدر ہے کہ میرے پاس تو سوائے بزرگوں کی دعا کے اور کچھ ہے نہیں، نہ علم ہے نہ عمل ہے اگر ہے تو صرف یہی ایک چیز ہے۔ آج کل پڑھنے پڑھانے والوں کو اسطرف توجہ ہی نہیں کہ کسی بزرگ کی خدمت میں جاکر رہیں۔ بس تھوڑی سی کتابیں پڑھ لیں اور سمجھ لیا کہ ہم بہت کچھ ہوگئے۔

(افاضات، ج۵ص۱۰۵)

یاد رکھئے جو عالم مدرسہ سے فارغ ہو کر خانقاہ میں نہ جائے یعنی اصلاح نہ کرائے وہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص وضو کر کے اسی پر قناعت کرے اور نماز نہ پڑھے۔

محض پڑھنے پڑھانے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک کہ اہل اللہ کی صحبت میں نہ رہے۔ (افاضات الیومیہ، ج۴ ص۵۱۵)

ہم نے ایک آدمی بھی ایسا نہیں دیکھا کہ درس اور کتابی اعتبار سے پورا علم ہو اور صحبت یافتہ نہ ہواور پھراس سے ہدایت ہوئی ہو۔اور ایسے بہت سے دیکھے کہ شین اور قاف بھی انکا درست نہیں یعنی کتابی اور درسی علم حاصل نہیں لیکن صحبت حاصل ہوجانے کی برکت اور فیض سے دین کی خدمت کرتے ہیں۔پس نرا علم شیطان اور بلعم باعور کا سا علم ہے۔(طریق الہی ص۹۶)

اصل دین صحبت صالح ہی سے آتا ہے، محض ورق گردانی سے کچھ نہیں ہوتا

صحبت میں رہ کر دین آتا ہے۔یہ ایک حقیقت ہے کہ کتابوں سے دین نہیں آتا ضابطہ دین تو کتابوں سے آسکتا ہے مگر حقیقی دین بغیر کسی کی جوتیاں سیدھی کئے بلکہ بلا جوتیاں کھائے نہیں آتا۔دین کسی کی خوشامد نہیں کرتا، دین انہی نخروں سے آتا ہے۔اب جس کا جی چاہے لے اور جس کا جی چاہے نہ لے۔اکبر ایک اچھے شاعر تھے ان کا کلام حکیمانہ ہوتا ہے۔ان کا مصرعہ ہے ۔

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

دین سے کامل مناسبت بزرگوں کی صحبت ہی سے ہوتی ہے، کتابوں سے نہیں ہوتی۔کتابی قابلیت کیسی ہی اونچی ہو، کتنا ہی بڑا ذی استعداد ہو شیخ کامل کی صحبت کے بغیر بصیرت نہیں ہوسکتی۔(افاضات ص۳۶۹ ج۲)

خودرو درخت ٹھیک نہیں ہوتا۔ناہموار اور بعض اوقات بدمزہ ہوتا ہے جب تک کہ باغباں اسے درست نہ کرے، کانٹ چھانٹ نہ کرے، قلم نہ لگائے۔ایسے ہی وہ شخص جو شیخ کی خدمت میں نہ رہے، اصلاح نہ کرائے، محض کتابوں کے پڑھ لینے کو کافی سمجھ بیٹھے اس کی مثال بعینہٖ خودرو درخت کی سی ہے۔جب تک اسے شیخ مصلح درست نہ کرے اس وقت تک ٹھیک نہیں ہوتا بلکہ بد دین، بدعقائد یا بداخلاق ہوجاتا ہے۔

(مقالات ص۴۰۷)

صحبت صالح کے بغیر اسلامی تعلیم کا رنگ نہیں جمتا

صحبت سے وہ بات حاصل ہوگی کہ اس کی بدولت اسلام دل میں رچ جائے گا اور یہی مذہب کی روح ہے کہ دین کی عظمت دل میں رچ جائے اور ضرورت اسی کی ہے کہ مذہب دل میں رچا ہو۔ اور اگر دل میں یہ حالت نہیں ہے تو نہ ظاہری نماز کام کی، نہ روزہ۔ پس وہ حالت ہے کہ طوطے کو سورتیں رٹا دیں کہ وہ محض اس کی زبان پر ہیں۔

جس تعلیم کا اثر دل پر نہیں ہوتا، مصیبت کے وقت وہ کچھ کام نہیں دیتی تو اگر دین کی محبت دل میں رچی ہوئی نہ ہو تو حافظ قرآن و عالم بھی ہوگا تب بھی آنے دال ہی کا بھاؤ دل میں لیکر مرے گا۔ جیسا کہ اس وقت اکثر حالات ہیں کہ دل میں سے اسلام کا اثر کم ہوتا جاتا ہے۔

اسی کو دیکھ کر کہتا ہوں کہ مسلمانوں سے اسلام نکلا جاتا ہے۔ خدا کے لئے اپنی اولاد پر رحم کرو اور ان کو اسلام کے سیدھے راستہ پر لگاؤ۔ (طریق النجاۃ، ص۱۰۹)

صحبت صالح اختیار کرنے کا حکم

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ صحبت میرے نزدیک اس زمانہ میں فرض عین ہے۔ بڑے ہی خطرہ کا وقت ہے جو چیز مشاہدہ سے ایمان کی حفاظت کا سبب ہو اس کے فرض عین ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے؟ ایسی چیز کا اہتمام تو ابتداء ہی سے ہونا چاہئے۔ (الافاضات، ص۸۷ ج۴)

آج کل کی بدحالی کا اصل سبب صحبت صالح کا فقدان ہے

آج کل افعال رذیلہ کا ہر شخص شکار بنا ہوا ہے۔ اس کا زیادہ تر سبب اہل اللہ کی صحبت سے محروم ہونا ہے۔ صحبت بڑی چیز ہے اور اس کی قدر اسی لئے نہیں رہی کہ آخرت کی فکر نہیں رہی ورنہ آخرت کی فکر میں رہنے والا اس سے کبھی اپنے کو مستغنی نہیں سمجھ سکتا۔ میں تو اس زمانہ میں اہل اللہ کی صحبت کو فرض عین کہتا ہوں۔ (افاضات ص۲۶۷ ج۴)

صحبت صالح میسر نہ ہونے کا نتیجہ

اگر کتابی علم کامل ہو اور تربیت نہ ہو تو چالاکی اور دھوکہ دہی کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کتابی علم سے جاہل ہو اور تربیت بھی نہ ہو تب بھی یہی حالت ہوتی ہے۔ غرض علم بغیر تربیت کے عیاری کو پیدا کرنے والا ہے۔ (طریق النجاۃ، ص ۹۷)

نیک صحبت نہ ہونے کی وجہ سے اس وقت یہ حالات ہو گئے ہیں کہ استادوں کے ساتھ استہزاء، قرآن و حدیث میں تحریف کی جانے لگی ہے اس وقت کمالات کی انتہا لوگوں کے نزدیک یہ ہوگئی ہے کہ تقریر اور تحریر ہو اور اپنے کو اپنے استادوں اور بزرگوں کے برابر خیال کرنے لگے۔ (افاضات، ص ۱۰۷ ج ۴)

صحبت کیسے شخص کی مفید ہے

صاحب کمال ہونے کی علامت

صاحب کمال ہونے کی علامتیں یہ ہیں کہ ایک تو بقدر ضرورت علم دین جانتا ہو، دوسرے شریعت پر پوری طرح کاربند ہو، تیسرے اس میں یہ بات ہو کہ جس امر کو خود نہ جانتا ہو علماء سے رجوع کرتا ہو، علماء سے اس کو وحشت نہ ہو۔ چوتھا یہ کہ اس میں روک ٹوک کی عادت ہو، مریدین اور متعلقین کو ان کی حالت پر نہ چھوڑ دیتا ہو۔ پانچویں یہ کہ اس کی صحبت میں یہ برکت ہو کہ اس کے پاس بیٹھنے سے دنیا کی محبت کم ہوتی جائے۔ چھٹے یہ کہ اس کی طرف صلحاء اور دین کے سمجھنے والے لوگ زیادہ متوجہ ہوں اور یہ کمال کی بڑی علامت ہے۔ جس شخص میں یہ علامتیں پائی جائیں وہ مقبول اور کامل ہے اس کے پاس جائیے اور اس کی صحبت سے مستفیض ہو جائیے۔ (طریق النجاۃ، ص ۹۷)

صحبت کب مفید ہوسکتی ہے

صحبت مفید جب ہوسکتی ہے کہ ان سے اپنے امراض کا بیان کریں اور ان کا علاج پوچھیں۔ نیک صحبت کی مثال ایسی ہے کہ جیسے عطر فروش کی دکان کہ یا تو وہاں سے عطر

خرید دے ورنہ کم سے کم خوشبو سے تو دماغ کو راحت ہوگی۔ اسی طرح نیک صحبت سے کوئی نہ کوئی بات کام کی حاصل ہو جاتی ہے۔

صحبت سے یہ مراد نہیں کہ علماء کی خدمت میں جا کر زٹل ہانکیں، دنیا بھر کی اخبارات و حکایت بیان کریں۔ (دعوات عبدیت الفناء المجازفة)

اہل اللہ کی صحبت کا بڑا فائدہ

صحبت اولیاء اللہ میں ایک خاص بات قلب میں ایسی پیدا ہو جاتی ہو کہ جس خروج عن الاسلام کا احتمال نہیں رہتا خواہ گناہ اور فسق و فجور بھی کچھ اس سے وقوع میں آتیں۔ لیکن ایسا نہیں ہوتا کہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے۔ مردودیت کی نوبت نہیں پہنچتی۔ برخلاف اس کے ہزاروں برس کی عبادت میں بھی بذاتہ یہ اثر نہیں کہ وہ کسی کو مردودیت سے محفوظ رکھ سکے۔ چنانچہ شیطان نے لاکھوں برس عبادت کی لیکن وہ اس کو مردودیت سے نہ روک سکی۔ یہ معنی ہیں اس شعر کے

یک زمانہ صحبت با اولیاء   بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

کیونکہ ظاہر ہے کہ ایسی چیز جو مردودیت سے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دے ہزار ہا سال کی عبادت سے بڑھ کر ہے جس میں یہ اثر نہ ہو۔ (حسن العزیز ص ۲۳ ج ۱)

بدوں صحبت شیخ کے اگر کوئی لاکھ تسبیحیں پڑھتا رہے کچھ نفع نہیں۔ عادت اللہ یہی جاری ہے کہ بدوں شیخ کی صحبت نرا ذکر کافی نہیں اس کے لئے صحبت شیخ شرط ہے۔ پہلے میرا خیال یہ تھا کہ شیخ کی پاس رہنے کہ ایسی ضرورت نہیں لیکن اب تجربہ کے بعد معلوم ہوا جو نفع شیخ کے پاس رہ کر ہوتا وہ دور رہ کر نہیں ہوتا۔ صحبت میں بالخاصہ اثر ہے جیسے مقناطیس میں لوہے کو کھینچنے کا اثر ہے، کوئی خاص وجہ اس اثر کی نہیں بتائی جا سکتی۔ واقعی خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ (حسن العزیز ص ۲۳ ج ۱)

علماء کو صحبت صالح کی ضرورت

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یاد رکھو کہ صحبت بدوں علم متعارف کے مفید ہو سکتی ہے مگر علم متعارف بدوں صحبت کے بہت کم مفید ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے

آج کل بہت سے علماء نظر آتے ہیں مگر ان میں کام کے دو چار ہی ہیں جن کو کسی کامل کی صحبت نصیب ہوئی ہے۔

دیکھئے گلاب کے پاس رہنے سے مٹی میں خوشبو پیدا ہو جاتی ہے اسی طرح اہل محبت کے پاس رہنے سے خدا کی محبت اور دین کے ساتھ مناسبت حاصل ہو جاتی ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فضیلت صحبت ہی کی وجہ سے ہوئی کہ آج کوئی امام اور فقیہ کوئی بڑے سے بڑا ولی، ادنیٰ صحابی کے رتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ حالانکہ وہ زیادہ پڑھے لکھے نہ تھے بلکہ بہت سے علوم تو صحابہ کے بعد پیدا ہوئے۔ ان کے زمانہ میں ان علوم کا پتہ بھی نہیں تھا جو آج کل کثرت سے موجود ہیں۔ ان کا یہی کمال تھا کہ وہ ان علوم میں مشغول نہ ہوئے تھے پس صحابہ کا بڑا کمال یہ تھا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا۔ آپ کی صحبت ان کو نصیب تھی۔ (التبلیغ ص ۱۷۴ ج ۲۱)

اگر صحبت صالح میسر نہ ہو، صحبت کے قائم مقام

اور جو اپاہج ہیں (یا ان کو فی الحال صحبت صالح نصیب نہیں) تو ان کے لئے کا بدل یہ ہے کہ ایسے بزرگ کے ملفوظات دیکھا کریں یا سنا کریں ان کے توکل، صبر و شکر، تقویٰ و طہارت کی حکایتیں دیکھنا سننا یہی صحبت کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔

(دعوات عبدیت ص ۶۲ ج ۱۲)

خوف خدا و خشیت پیدا کرنے کا طریقہ

خشیت پیدا کرنے کے لئے یہ تدبیر کی جائے کہ کوئی وقت مناسب تجویز کر کے اس میں تنہا بیٹھ کر اپنی حالت عصیاں اور پھر خدا تعالیٰ کی نعم اور نیز اس کے عذاب آخرت اور قیامت کے احوال، پل صراط، میزان، دوزخ کی حالت وغیرہ کو سوچا جائے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ تحصیل خوف کے لئے بس اتنا سوچ لینا بھی کافی ہونا چاہئے کہ اگر مجھ سے یہ سوال ہو گیا تو تیرے پاس کیا جواب ہے۔ جب خوف پیدا ہو گا تو پھر کوئی گناہ نہ ہو گا اس لئے کہ خوف ہی نہ ہونے کی وجہ سے سب خرابیاں ہیں۔ جتنا جتنا خوف پیدا ہوتا جائے گا اسی درجہ کی خرابیاں دفع ہوتی جائیں گی۔

اگر قیامت کے متعلق ہم کو یہ بھی اطمینان دلایا جائے کہ ہم تم کو دوزخ میں نہ بھیجیں گے لیکن یہ ضرور پوچھتے رہیں گے کہ نالائق تو نے یہ کیا کیا کہ جس قدر اپنے چھوٹو ں سے ڈرا کرتا تھا اتنا بھی ہم سے نہیں ڈرا۔ اور وہ پوچھنے کا وقت بھی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات و جاہ و جلال اور اللہ تعالیٰ کی مالکیت و مقہوریت پیش نظر ہوگی تو واللہ یہ بھی مرجانے کی جگہ ہے۔ چہ جائیکہ دوزخ بھی ہو، روحانی ذلت اور جسمانی کلفت بھی ہو۔ کیا یہ مجموعہ بھی خوف کے لئے کافی نہیں۔ (دعوات عبدیت ص ۶۲ ج ۱۵)

طالب علم کو چاہیئے کہ زمانہ طالب علمی میں کسی شیخ کامل سے اپنا اصلاحی تعلق قائم کرے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَ اِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ

جب آپ اپنے منصب سے فارغ ہوں تو محنت کریں اور اپنے رب کی طرف رغبت کریں۔

علماء چونکہ ورثۃ الانبیاء ہیں لہٰذا انہیں بھی ذکر فکر، مراقبہ اور محاسبہ کا اہتمام کرنا چاہیئے۔

امام غزالی نے اپنے حالات زندگی میں لکھا ہے:

مجھے سب سے افضل مشغلہ تعلیم و تدریس کا معلوم ہوتا تھا۔ لیکن ٹٹولنے سے معلوم ہوا کہ میری تمام تر توجہ ان علوم پر ہے جو دنیا میں فائدہ پہنچانے والے زیادہ ہیں۔ میں نے اپنی نیت کو ٹٹولا تو اس میں طلب جاہ و حصول شہرت کو پایا۔ پس مجھے اپنی ہلاکت کا یقین ہوگیا۔ میں یوں محسوس کیا کہ غار کے کنارے کھڑا ہوں اگر اصلاح احوال کی کوشش نہ کی تو بڑا خطرہ ہے۔

پس یہ خیال آنے کے بعد آپ گیارہ سال تک تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی محنت مشغول رہے حتی کہ باطن تمام آلائشوں سے پاک ہوگیا۔

طلبہ کو اپنی صحت اور تندرستی کا خیال رکھنا چاہیے

صحت بڑی نعمت ہے اس کی حفاظت بہت ضروری ہے

صحت کی حفاظت نہایت ضروری چیز ہے۔ اپنے اوپر سختی اور تعب نہ ڈالے اس کی وجہ سے بعض لوگ مرض میں مبتلا ہو گئے، بعضے مجنون ہو گئے بعضے مر گئے۔ صحت وحیات کی بڑی حفاظت رکھنی چاہئے یہ وہ چیز ہے کہ پھر کہاں میسر۔ تحمل سے زیادہ کبھی اپنے ذمہ کام نہ لو جس آرام کی اجازت ہے اس کو ضرور کرنا چاہئے۔ (حسن العزیز، ص۲۴۲)

طاقتور مسلمان کمزور مسلمان سے بہتر ہے

حضرت مولانا گنگوہی کے مرید کم کھایا کرتے تھے۔ مولانا نے ان کو منع فرمادیا اور فرمایا کہ دماغ خشک ہو جائے گا۔ اور یہ حدیث پڑھی کہ قوی اور مضبوط مسلمان کمزور مسلمان سے بہتر ہے۔ کیوں کہ تندرست اور قوی آدمی دوسروں کی بھی خدمت کرسکتا ہے اور کمزور خود دوسروں پر بار ہو جاتا ہے۔ تو خواہ مخواہ اپنے کو ضعیف بنانا اچھا نہیں۔

(التبلیغ ترجیح الآخرۃ، ص۲۵۹)

حد سے زیادہ محنت کرنا عقلمند کا کام نہیں

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب فرمایا کرتے تھے کہ محنت میں زیادتی نہ کرنا یہ کامل اور عاقل کی تعلیم ہے اور اناڑی تو یوں کہتا ہے کہ جتنی ہوسکے محنت کرلو۔ مگر مولانا فرماتے تھے کہ اگر سبق کو دس دفعہ کہنے کو جی چاہے تو ایک دفعہ کا شوق باقی رکھ لو۔ لکھنے پڑھنے کے متعلق مولانا کی یہی تعلیم تھی کہ تھوڑا سا شوق باقی رکھ کر محنت کیا کرو اتنا عمل نہ کرو کہ سارا شوق ایک دم ہی سے پورا کرلو بلکہ نفس پر آسانی کرو زیادتی نہ کرو۔ عبادت تحمل کے موافق کرو تحمل سے زیادہ نہ کرو۔ شریعت کی نظر عواقب پر ہوتی ہے گو ظاہر میں خلاف عزیمت ہو مگر انجام کے لحاظ سے وہی افضل ہوتا ہے۔ (حقوق الزوجین وعظ رفع الدین، ص۱۵۴)

بہت زیادہ محنت کی ضرورت نہیں

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ (بہت) زیادہ محنت کی ضرورت نہیں

کیونکہ زیادہ محنت کا انجام اچھا نہیں ہوتا میں طلبہ سے ہمیشہ یہی کہتا ہوں کہ کتابیں پڑھنے کے زمانہ میں سمجھنے کی کوشش کرو، حفظ کی کوشش نہ کرو اس سے دماغ خراب ہو جاتا ہے اور کتابیں بھی رہ جاتی ہیں اور آج کل قوی اس کے متحمل نہیں۔ غضب تو یہ ہے کہ بعض اہل مدارس طلبہ سے ایسی سخت محنت کراتے ہیں کہ جس سے وہ بیکار ہو جاتے ہیں اور یہ بڑا ظلم ہے۔ بعض کافیہ حفظ کراتے ہیں بھلا یہ بھی کوئی حفظ کرنے کی چیز ہے۔ اگر حفظ ہی کو شوق ہے تو قرآن شریف (وحدیث پاک) حفظ کرو۔ بس تین باتوں کا خیال رکھے ایک یہ کہ سبق سے پہلے مطالعہ کرے، دوسرے سبق سمجھ کر پڑھے بغیر آگے نہ چلے۔ تیسرے یہ کہ سبق پڑھنے کے بعد ایک بار اس کی تقریر کر لے خواہ تنہا یا جماعت کے ساتھ تکرار کرے اس سے زیادہ محنت کی ضرورت نہیں۔ (ملفوظات ص ۱۳۶۔ التبلیغ ص ۲۰۵ ج ۱۵)

جس کا ذہن کمزور ہو اس کو حفظ نہیں کرانا چاہئے

جس کا دماغ کمزور ہوتا ہے اسے قرآن حفظ کرنے سے منع کر دیتا ہوں۔ ایسا شخص تو کچھ عربی پڑھنے کے بعد حفظ شروع کرے تو قواعد معلوم ہونے کی وجہ سے حفظ آسان ہوتا ہے۔ (ملفوظات ص ۱۳۶)

ایک طالب علم نے شکایت کی میں کلام مجید بھول جاتا ہوں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کوئی سورت سنا سکتے ہو؟ انہوں نے کہا یاد کئے ہوئے بہت دن ہو گئے کوئی سورت نہیں سنا سکتا۔ حضرت نے فرمایا کہ تمہیں کس نے حفظ شروع کرا دیا اگر حافظہ اچھا نہ ہو تو حفظ نہیں کرنا چاہئے۔ اگر اتنے دن میں ایک سورت بھی اچھی طرح یاد نہیں کر سکتے تو تم معذور ہو، حفظ کرنا چھوڑ دو کیا ساری عمر یوں ہی ختم کر سکو گے۔ حفظ کرنا فرض نہیں ہے، ہاں اگر یاد کر لیا ہو تو محفوظ رکھنا فرض ہے اگر حفظ ہوا نہ ہو تو فرض نہیں جب یاد ہی نہیں ہوتا تو چھوڑ دو۔ دیکھ کر پڑھ لیا کرو پھر شاید دیکھتے دیکھتے یاد بھی ہو جائے۔ اردو کی مسئلہ مسائل کی کتابیں پڑھنا شروع کر دو آخر وہ بھی تو فرض ہیں کیا بڑھاپے میں پڑھو گے۔ اگر حافظہ اچھا نہ ہو حفظ نہیں کرنا چاہئے خدا نے یہ حکم نہیں دیا کہ مصیبت میں

پڑ و۔ (حسن العزیز ۵۹۷ ج ۱)

آج کل قویٰ کیوں کمزور ہوتے ہیں، کمزور ہونے کی ایک وجہ

آج کل قویٰ زیادہ محنت کے قابل نہیں اور اس کا سبب افکار کا ہجوم ہے جس کا دماغ فکر میں زیادہ منہمک ہوگا وہ ضعیف ہو جائے گا۔ پہلے لوگوں کے دماغ افکار سے خالی ہوتے تھے اس لئے قویٰ بھی مضبوط ہوتے تھے آج کل تو آدمی بچپن سے ابھرا اور فکر میں مبتلا ہوا۔ کچھ تو اس زمانہ میں پہلے کی نسبت افکار بھی زیادہ ہی اور کچھ لوگ خود اپنے سر تھوپ لیتے ہیں۔ (دعوات عبدیت ص ۵۹ ج ۲۰)

صحت وتندرستی میں بے فکری اور خوش مزاجی کی اہمیت

سچ پوچھو تو اصل غذا یہی ہے یعنی فرحت اور جن کو تم غذا کہتے ہو بھی اسی وقت قوت بنتی ہیں جب فرحت موجود ہو۔ چنانچہ اگر کوئی شخص محزون یعنی غمگین ہو اس کو جتنے چاہو مال کھلا دو اس کے بدن کو کچھ نہیں لگتا اور فرحت ونشاط کی حالت میں معمولی غذا بھی پلاؤ قورمہ کا کام دیتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اصل غذا فرحت اور بے فکری ہے بلکہ اصل دوا یہ ہے کیونکہ اطباء کہتے ہیں کہ فاعل صحت و مزیل مرض (بیماری کو ختم کرنے والی شئی) دوا نہیں طبیعت ہے اور طبیعت اس وقت فاعل ہوگی جب کہ اس میں قوت ہو۔ بس دوا کا کام صرف اتنا ہے کہ طبیعت کو قوت حاصل ہوتی ہے اور بعض طبائع کو ترک دوا سے قوت حاصل ہوتی ہے پھر کسی کی طبیعت کو دوا دارو کرنے سے قوت حاصل ہوتی ہے۔ تو یہ جو کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص دوا نہیں کرتا یہ غلط ہے۔ وہ بھی دوا کرتا ہے کیونکہ دوا کی حقیقت قوت طبیعت کا سامان ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اس کی تقویت طبع کا سامان ترک دوا ہے اور دوسروں کے لئے دوا ہے تو یہ محض ظاہری فرق ہے ورنہ حقیقی دوا سے کوئی خالی نہیں۔ غرض یہ دعویٰ محقق ہو گیا کہ اصلی دوا فرحت ونشاط ہے خواہ دوا سے ہو یا کسی اور چیز سے۔ (التبلیغ ص ۲۵۱ ج ۱۵)

اصل غذا فرحت ونشاط ہے

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اصل قوت کی چیز فرحت ہے یہی تمام غذاؤں کی جڑ ہے اور بعض دفعہ خود بھی غذا کا کام دیتی ہے ورنہ اقل درجہ (کم از کم) یہ تو ضروری ہے کہ بدوں اس کے (یعنی فرحت ونشاط کے بغیر) کوئی غذا غذا نہیں بنتی۔

میرے والد صاحب بیمار ہوگئے۔ میں کانپور دیکھنے گیا تو مجھے دیکھ کر اٹھ بیٹھے اور کھڑے ہوگئے اور مجھ کو لے کر مارکیٹ گئے حالانکہ اس سے پہلے کروٹ لینے میں بھی تکلیف ہوتی تھی۔ تو محبوب کا دیکھنا دوا سے زیادہ ہوتا ہے۔ ایک دفعہ مولانا رفیع الدین صاحب مہتمم مدرسہ دیوبند سخت بیمار تھے میں عیادت کے لئے گیا مولانا کو مجھ سے بہت محبت تھی تو مجھ سے مل کر فرمانے لگے کہ تجھے دیکھ کر تو میری بیماری جاتی رہی۔

بزرگان دین کی تقلیل غذا پر کوئی حیرت کی وجہ نہیں کیونکہ ان حضرات کو ذکر اللہ سے ایسا نشاط ہوتا ہے کہ دنیا کی کوئی مفرح یا قوتی اور خمیرہ ایسا نشاط نہیں پیدا کرسکتا۔ وہ ایک بادام پر چالیس دن کفایت کرسکتے ہیں کیونکہ ظاہر میں تو انہوں نے ایک بادام کھایا مگر حقیقت میں کثرت ذکر کی وجہ سے وہ سیروں بادام کھاگئے بلکہ بادام سے بڑھ کر مقوی غذا کھاگئے۔ (التبلیغ ص۲۵۲۔۲۵۳ ج۱۵)

کام کرنے والے کو مقویات استعمال کرنا چاہئے

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں لکھا ہے کہ میرے والد صاحب ایک مرتبہ میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے ان کے واسطے ذرا اچھا کھانا پکوایا مگر کھانے کے بعد فرمانے لگے کیا ایسا ہی کھانا کھاتے ہو، میں چپ ہوگیا۔ فرمانے لگے اگر ایسا کھاؤ گے تو کیا کام کروگے پھر ماما کو بلا کر فرمایا کہ دیکھو آج سے اتنا گھی، اتنا گوشت، اتنا مسالہ ڈالا کرو اس سے کم درجہ کا سالن نہ ہو اور اس کا خرچ ہم روانہ کریں گے۔

(ملفوظات، ص۱۳۸)

صحت وتندرستی کا دار و مدار دو چیزوں پر ہے

دو چیزوں کا ہمیشہ خیال رکھو معدہ اور دماغ کا۔ ان کی بہت ہی حفاظت کرنا، تندرستی کا دار و مدار انہی پر ہے۔ بغیر تندرستی کے آدمی کچھ نہیں کرسکتا اور اگر تندرستی ہو تو سب کچھ کرسکتا ہے۔ (حسن العزیز ص ۶۶ ج ۱)

بغیر رغبت کے کھانا کبھی نہ کھانا چاہئے

رغبت سے جو کچھ بھی کھالو خدا کے فضل سے کچھ نقصان نہیں ہوتا۔ بے رغبت کے اگر ایک لقمہ بھی کھایا جائے تو وہ نقصان کرے گا اور صادق رغبت سے کچھ بھی کھالو سب ہضم۔ (حسن العزیز ص ۱۵۶ ج ۱)

بیماریوں سے محفوظ رہنے اور صحت بنانے کی آسان تدبیر

۱۔ زیادہ کھانے والے کو غذا اچھی طرح ہضم نہیں ہوتی آئے دن بدہضمی کی شکایت رہتی ہے جس سے طرح طرح کی بیماریوں کا شکار رہتا ہے، دواؤں پر بہت رقم خرچ ہوتی ہے اور کم کھانے والے کی غذا اچھی طرح ہضم ہوتی ہے۔ اس کی تندرستی بھی رہتی ہے دواؤں میں اس کے پیسے نہیں جاتے۔

۲۔ اطباء کہتے ہیں کہ کھانا تھوڑی سی بھوک باقی رکھ کر چھوڑنا چاہئے تا کہ دوسرے وقت صادق اشتہاء ہو ورنہ مشورہ کے لئے کمیٹی کرنا پڑے گی کہ اس وقت کھاؤں یا نہ کھاؤں۔ پھر یار دوست سوڈا واٹر اور نمک سلیمانی کی رائے دیں گے اور اس کا انجام یہ ہوگا کہ کبھی بند پڑ جائے گا تو حقنہ کرانا پڑے گا۔

(التبلیغ ص ۲۰۵ ج ۱۵، الحدود والقیود)

ایک واقعہ

شیخ سعدی نے لکھا ہے کہ ایک نصرانی بادشاہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں ایک طبیب کو بھیجا تھا کہ یہ مدینہ والوں کا علاج کریگا۔ آپ ﷺ نے طبیب کو واپس

کردیا اور فرمایا کہ ہم لوگ بغیر بھوک کے نہیں کھاتے اور (تھوڑی) بھوک رکھ کر کھانا چھوڑ دیتے ہیں اس لئے ہم کو طبیب کی ضرورت نہیں۔

واقعی اس دستور العمل پر عمل کر کے دیکھئے سب بیماریاں خود بخود بھاگ جائیں گی۔ کبھی اتفاقی طور پر بیماری آجائے تو اور بات ہے لیکن مجموعہ امراض تو نہ ہوگا۔ مگر آج کل لوگوں کی عادت ہے کہ بھوک لگنے کا کھانے میں انتظار نہیں کرتے بلکہ اکثر لوگ وقت آنے کی رعایت سے کھاتے ہیں کھانا گرم گرم ہے دیر میں کھائیں گے تو ٹھنڈا ہو جائیگا لاؤ ابھی کھالیں جی ہاں اس وقت کھانا تو گرم ہے مگر کھانے والا تو سرد ہی ہو جائے گا کیونکہ بغیر بھوک کے کھانے سے حرارت غریزیہ منطفی (یعنی بجھ جانے سے) معدہ میں تداخل ہو جاتا ہے۔ پہلا کھانا ابھی ہضم نہیں ہوا تھا کہ دوسرا پہنچ گیا اب معدہ پریشان ہوتا ہے کہ کسے ہضم کروں۔ (التبلیغ ص ۵۱ ج ۲۲، تقلیل الطعام)

جو امراء نمک اور چورن کے سہارے پر کھانا کھاتے ہیں وہ مرض کو خریدتے ہیں۔ اطباء نے استسقاء کی بیماری تو لکھی ہے مگر استطعام (زیادہ کھانے) کا مرض کسی نے نہیں لکھا مگر ہم نے یہ مرض بھی دیکھا ہے۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جن کا کھانے سے پیٹ نہیں بھرتا وہ کھاتے ہیں اور قے کرتے ہیں اور قے کر کے پھر کھانا شروع کر دیتے ہیں۔

(التبلیغ ص ۶۰ ج ۲۲)

آنکھوں کی حفاظت، بہت تیز روشنی آنکھوں کے لئے مضر ہے

جو بھی روشنی بہت زیادہ تیز ہوگی وہی آنکھوں کو مضر ہوگی۔ برقی روشنی بھی (جو بہت تیز ہو) آنکھوں کے لئے مضر ہے میں تو (بطور لطیفہ) کہا کرتا ہوں کہ یَکَادُ الْبَرْقُ یَخْطَفُ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ برقی (تیز) روشنی آنکھوں کو مضر ہے جو زیادہ روشنی ہوگی وہی آنکھوں کو مضر ہوگی۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ اس میں صفائی بہت ہوتی ہے، فرمایا ایسی صفائی ہے دوسری چیز کو (یعنی آنکھوں کی روشنی کو) بالکل صاف کر دیتی ہے۔

مٹی کا تیل جلانا بھی آنکھوں کے لئے طبی اصول کے مطابق مضر ہے، خطرناک

بھی ہے۔ میری تو آنکھوں میں دیکھتے ہی کھجلی پیدا ہونے لگتی ہے اگر کہیں اس کی شعاعیں پڑتی ہیں تو مجھے نیند نہیں آتی۔ (حسن العزیز، ص ۲۵۲)

طبعی نیند دور کرنے کی تدبیر اختیار کرنے کا نقصان

بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ جب نیند کا غلبہ ہو سیاہ مرچیں چبایا کرو۔ لیکن آخر کہاں تک، اگر نیند آئی تو پھر مرچیں چبائے بھلا کتنی مرچیں چبائے۔ اسمیں نقصان یہ ہے کہ منہ سے زیادہ پانی کا بہنا دماغ کے ضعف کا سبب ہوگا۔ نیز زیادہ مرچیں چبانے سے حرارت قلب کا اندیشہ ہے ایک بڑا نقصان یہ ہے کہ جس کام کے لئے یہ شخص جاگنے کی تدبیر کر رہا ہے اس مرچ کے مشغلہ میں وہ کام بھی نہ ہوگا کیونکہ تجربہ کر کے دیکھ لیا جائے کہ غلبہ نیند میں اگر مرچ چباتے رہو، اس وقت نیند رک جاتی ہے۔ جہاں تھوڑی دیر اس کو موقوف کیا پھر نیند آنا شروع ہو جاتی ہے اور اگر کہیں سیاہ مرچوں کی کثرت سے حرارت بڑھ گئی، دماغ خشک ہو گیا تو آفت کھڑی ہو جائے گی۔ بعض لوگ نیند دور کرنے کے لئے لونگیں چبانا بتاتے ہیں تو یہ سخت آگ ہے اس کی تھوڑی مقدار بھی جگر و قلب کو پھونک دے گی پھر بہت جلد اختلاج وغیرہ کا اندیشہ ہے۔ یہ سب طریقے واہیات ہیں۔ (طبعی نیند کو دور کرنے کی بجائے آسان وہی علاج ہے جو مولانا گنگوہی فرماتے ہیں کہ تکیہ سر کے نیچے رکھ کر سو رہو)

کتنی دیر سونا چاہئے؟

حدیث میں ہے کہ تمام رات مت جاگو۔

اِنَّ لِنَفْسِکَ عَلَیْکَ حَقًّا وَ اِنَّ لِعَیْنِکَ عَلَیْکَ حَقًّا

کبھی سونے کا حکم ہے کبھی جاگنے کا حکم ہے۔ تو دیکھئے رات کے ایک مخصوص حصہ میں اور وہ مخصوص حصہ ہر شخص کے مزاج کے مناسب ہوگا جتنی دیر میں دماغ اور جسم کا تعب (تھکاوٹ) زائل ہو جایا کرے گی (اتنی دیر سونا چاہئے)۔ مولانا گنگوہی نے نیند آنے کا اچھا علاج بتایا کہ سر کے نیچے تکیہ رکھ کر سو رہو۔ پھر جب نیند سے کچھ بوجھ ہلکا

ہو جائے پھر کوئی کام شروع کردو۔ واقعی بس اس کا یہی علاج ہے۔

حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

حضرت حاجی صاحب نے ضیاء القلوب میں لکھا ہے کہ (اور اس سے کہیں زائد طالب علم کو) دودھ گھی کی تکثیر (استعمال کی کثرت کرنی) چاہئے تاکہ ذکر جہر (اور اسی طرح تعلیم وتعلم) سے دماغ خشک نہ ہو جائے۔ یہ کام تو ساری عمر کا ہے ایک دوروز کا کام تھوڑی ہے کہ آج کیا اور کل چھوڑ دیا اس لئے دماغ کی حفاظت بہت ضروری ہے بعض لوگ ذکر کے ساتھ تقلیل غذا کو ضروری سمجھتے ہیں۔ یاد رکھو یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہر شخص کا مزاج اس میں مختلف ہے۔ تقلیل غذا سے کسی کو نفع ہوتا ہے اور کسی کو ضرر ہوتا ہے اور آج کل قویٰ کے ضعیف ہونے کی وجہ سے ضرر ہی ہوتا ہے۔ اس زمانہ میں تقلیل غذا کا مفید درجہ یہ ہے کہ قدرے بھوک رکھ کر کھانا کھایا جائے یعنی دسترخوان سے ایسے وقت اٹھو کہ دو چار لقمہ کی بھوک باقی ہو۔ زیادہ تقلیل سے قوت دماغیہ پر برا اثر ہوتا ہے۔ تم کو ذکر کرنا ہے یا نفس کو ہلاک کرنا ہے۔ (حقوق الزوجین، ص ۱۰۰)

کھانے میں اطباء کہتے ہیں کہ تھوڑی سی بھوک رکھ کر کھانا چاہئے ورنہ ایک دفعہ ٹھونس کر کھانے کا انجام یہ ہوگا کہ دوسرے وقت بھوک مر جائے گی۔ پھر اگر دوسرے وقت بے بھوک کے کھالیا گیا تو معدہ کا ناس ہو جائے گا۔ مگر بعض لوگ ایسے بے تکے ہوتے ہیں کہ مولوی فیض الحسن صاحب سہارنپوری کے پاس ایک بدہضمی کا مریض آیا۔ آپ نے اس کے لئے نسخہ لکھنا چاہا تو وہ کہتا ہے کہ اس کے پینے کی ہی گنجائش ہوتی تو اور کھانا ہی نہ کھاتا۔ اسی طرح ایک صاحب تھے وہ کھاتے تھے اور قے کرتے تھے اور قے کر کے پھر کھاتے تھے (یہ عادت تو موجب ہلاکت ہے)۔ اعتدال وہ ہے جس طرح حدیث میں آیا ہے کہ ثلث لطعامہ و ثلث لشرابہ و ثلث لنفسہ ایک تہائی کھانے کے لئے اور ایک تہائی پانی کے لئے ایک تہائی سانس کے لئے ایک ثلث کی قید غالباً اتفاقی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کچھ گنجائش رکھ کر کھانا چاہئے۔

(کمالات اشرفیہ، ص ۲۶۴، ایضاً)

سر میں تیل ڈالنا

سر میں تیل ڈالنا اس نیت سے کہ یہ سرکاری کلیں ہیں ان کو تیل دے کر ان سے کام لیا جائے گا موجب اجر ہے۔ امید ہے کہ حق تعالیٰ اس پر اجر عطا فرمائیں گے۔

صحت کی حفاظت کی تدبیر اختیار کرنا مستحب سے مقدم ہے

حفظ صحت کی مصلحت کسی مستحب کی تحصیل (ادائیگی) سے مقدم ہے مثلاً صبح کی ہوا خوری کے لئے جنگل کی طرف جانا، مسجد میں اشراق کی نماز کے لئے طلوع آفتاب تک بیٹھے رہنے سے افضل ہے۔ (کمالات اشرفیہ، ص ۲۶۴)

صحت کی حفاظت ضروری ہے چاہے اعمال نافلہ کی توفیق نہ ہو لیکن جب آرام و صحت میں رہے گا تو حق تعالیٰ کے ساتھ محبت پیدا ہوگی۔ (کمالات اشرفیہ، ص ۲۱۴)

صحت و تندرستی کے متعلق چند ضروری معلومات

۱۔ سردی میں چاول تندرست آدمی کو بھی رات کے وقت نہ کھانا چاہئے اگر نمونیہ نہ ہوا تو بھی نمونیہ کا خطرہ تو ہو سکتا ہے۔ (حسن العزیز، ص ۲۵۲ ج ۱)

۲۔ افطار کے بعد کم کھاؤ تو سحری رغبت سے کھائی جائے گی۔ (الافاضات، ص ۲۸۷ ج ۱)

۳۔ زیادہ کھانے سے جسم تازہ اور قلب مکدر رہتا ہے اور کم کھانے سے جسم کمزور رہتا ہے مگر قلب کو تازگی ہوتی ہے۔ (حسن العزیز، ص ۲۵۲ ج ۱)

۴۔ حدیث شریف میں آیا ہے:

اللهم اجعل فی قلبی نورا و فی لحمی نورا ۰

اس نور کی خاصیت ہے آدمی (تجربہ کر کے) دیکھ لے۔ جب یہ نور اس کے اندر بھرتا ہے تو لذات کی خواہش کم ہو جاتی ہے اور پھر قوت رہتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حالانکہ دبلے پتلے تھے۔ (حسن العزیز، ص ۲۲۶ ج ۲)

مگر کفار ان سے عہدہ برآ نہ ہو سکے یہ نور ہی ان کا محرک تھا۔ (حسن العزیز، ص ۳۱۲ ج ۲)

۵۔ بزرگوں میں قوت زیادہ ہوتی ہے کیونکہ وہ سب باتوں سے رکے رہتے ہیں۔ فاسق فاجر میں کچھ نہیں ہوتا کیونکہ کچھ فسق وفجور میں نکل جاتا ہے کچھ خیال کی راہ سے نکل جاتا ہے۔اور جو متقی ہوتے ہیں ان کا سب ذخیرہ ان کے بدن کی کوٹھڑی ہی میں بند رہتا ہے کیونکہ سب راہیں نکلنے کی بند رہتی ہیں۔ (حسن العزیز، ص ۶۹۹ ج ۲)

۶۔ صحت کے سامنے لذت کیا چیز ہے تھوڑی دیر کے لئے مزا پھر سزا۔ بعض لوگ بڑے ہی بے حس ہوتے ہیں اناپ شناپ جو سامنے آجاتا ہے بھرے چلے جاتے ہیں چاہے ہیضہ ہی ہو جائے۔ (الافاضات ص ۳۰۹ ج ۲)

۷۔ حتی الامکان معدے کی اصلاح وحفاظت کا اہتمام کرو۔ اس کے درست رہنے سے تمام بدن درست رہتا ہے اور اگر معدہ میں بگاڑ ہوا تو بدن میں بیماری ہو جاتی ہے۔ (تعلیم الدین، ص ۴۷)

چند مفید نسخے

برائے تقویت دماغ

۱۔ مغز بادام ۱۰ عدد سے لے کر ۲۰ عدد تک، الائچی چھوٹی ۱۰ عدد دونوں کو بعد عصر کھرل میں ڈال کر پیس لیا جائے اور بجائے پانی کے گائے کا دودھ کچھ پاؤ بھر یا آدھ سیر (جتنا بآسانی ہضم ہو) ڈال کر شیرہ بنا کر کپڑے میں چھان کر میٹھا ملا کر کسی صاف برتن میں رکھ کر تھوڑی لسی یا تھوڑا سا دہی کا ٹکڑا اس میں ڈال دیا جائے اور صبح تک محفوظ رکھا جائے۔ صبح اس میں تازہ پانی ملا کر چمچے سے ہلا کر پی لیا جائے اس کو دو ہفتہ تک متواتر استعمال کرنے سے خاص فائدہ ہوگا۔ ان شاء اللہ بہت سے ضعیف الدماغ لوگوں کو بھی نفع ہوا۔ (بیاض اشرفی، ص ۱۷۹)

۲۔ ہر روز دو بیضہ مرغ ایک سیر دودھ میں پھینٹ کر بورہ (کچی سفید شکر) سے میٹھا کر کے سات روز تک پیئے۔ (بیاض اشرفی، ص ۱۷۹)

۳۔ ریٹھ کے بیج کی گری پیس کر ہم وزن مصری میں ملا کر چاٹ لے، بے نظیر چیز ہے انشاء اللہ۔ (بیاض اشرفی ص۱۷۹)

۴۔ از حکیم محمود خان دہلوی براوت مولوی ابوالبرکات اعظمی خشخاش ایک پاؤ، چھوٹے ناریل کا گولہ ایک پاؤ، مرچ سفید ۳ تولہ، خرما ۲۱ عدد، ناوا، ۲۱ عدد۔ سب کا سفوف کر کے کچی شکر ڈیڑھ پاؤ ملا کر رکھ لیں اور روزانہ صبح تین تولہ کھائیں۔

(بیاض اشرفی ص۱۷۹)

تقویت بصر و امراض چشم

۱۔ کاجل مقوی بصرہ و دافع سلاق (پلک گرنا) تھوڑی روئی لے کر شیر مدار میں خوب تر کر کے خشک کریں بعد کو روغن سرسوں میں ملا کر کاجل بنائیں، رات میں آنکھوں میں لگائیں۔ (بیاض اشرفی ص۱۶۲)

۲۔ سرمہ مقوی بصر سرمہ ساہ ۵ تولہ، بلی کی ہڈی ۲ تولہ، موتی ۳ تولہ نہایت باریک پیس کر لگائیں۔ (ایضا ص۱۷۷)

۳۔ سرمہ مقوی بصر سرمہ ساہ سرمہ سفید اس کو بکرے کے گردہ کی چربی میں جب اس کا دھواں بند ہو جائے تو اس کو گلاب خاص میں بجھا دیں، بہت مفید ہے۔ (ص۱۹۱)

اصلاح معدہ و جگر

۱۔ برائے اصلاح معدہ و جگر و داع ریاح و قبض۔ گل مدار (جو ابھی کھلے نہ ہوں) ۴ تولہ، فلفل سیاہ ۶ تولہ، سہاگہ بریاں، نمک لاہور، نمک دیسی ۳۔۳ تولہ، کالا نمک بڑی پیپل پودینہ خشک برگ ناؤ ۲، ۲ تولہ، نوشادر اڑھائی تولہ۔ لونگ ۱ تولہ ۳ ماشہ، بالچھڑ سونٹھ، سونف کپور کچری بلیلہ کابلی بلیلہ، زرد الا بچی بڑی جاوتری، جائیفل ۱، ۱ تولہ سب کا سفوف کر کے عرق گلاب یا آب ادرک و عرق سونف میں گوندھ کر جنگلی بیر کے برابر گولیاں بنالیں۔ (ایضا ص۲۲۶)

۲۔ چورن ہاضم پودینہ خشک ۱ تولہ، پوست ساق کھانے والا نمک ۶، ۶ ماشہ، کالی

مرچ ۳ ماشہ کو چھان کر سفوف بنائیں۔ خوراک ۳ ماشہ۔ (ایضاً ص ۲۲۸)

۳۔ (انتہائی مفید چورن) جس کے یہ فوائد ہیں:

۱۔ معدہ کو قوت دینا ۲۔ قبض کو دور کرنا ۳۔ بھوک بڑھانا

۴۔ بد ہضمی کو دور کرنا ۵۔ دست قے، ہیضہ کو دور کرنا، پیٹ کے درد کو دور کرنا

۶۔ معدہ کی ریاحوں کو دور کرنا۔ سونٹھ کالی مرچ، اجوائن، بڑے دانہ کی پودینہ، خشک نمک لاہوری نمک، سیاہ سہاگہ خام ۲،۲ تولہ، دارچینی چھوٹی پیپل ۱،۱ تولہ۔ سب کو الگ الگ باریک کوٹ چھان کر رکھ لیں۔ کھانا کھانے کے بعد منہ صاف کر کے ۴ رتی (آدھا ماشہ) دو ماشہ پانی سے اتار لیں۔ بچہ کے لئے ۲ رتی سے ایک ماشہ تک۔ (بیاض اشرفی)

۴۔ معجون کمونی یہ نسخہ خاص کھانے کو ہضم اور ریاح کو دفع کرنے والا ہے۔ زیرہ (سرکہ میں بھگو کر خشک) بورہ ارمنی ۷، ۷ تولہ، کالی مرچ، دارفلفل (پپلا مول) ، زرنباد برگ، سداب سہاگہ، چوکیہ، سونٹھ، نمک، مولی ست، پودینہ ۱، ۱ تولہ سب کو باریک کر کے رکھ لیں اور عرق سونف تین پاؤ، شہد خالص تین پاؤ کا قوام کر کے آگے سے اتار کر پسی ہوئی دوائیں اس میں ملا کر قاعدہ کے مطابق جوارش تیار کر لیں اور ایک تولہ کھانے کے بعد کھائیں۔ (ایضاً ص ۲۳۴)

۵۔ (رافع قبض قبض کو دور کرتا ہے اور بلغم کو نکالتا ہے۔ تیز پرانے زکام کو بھی مفید ہے) صبر سقوطری (اصلی ایلوا) ۴ تولہ، کالی مرچ دو تولہ، سہاگہ ۷ ماشہ، اجوائن دیسی ۹ ماشہ کوٹ چھان کر بقدر ضرورت گھیکوار کے پانی میں (شیرہ میں) گوندھ کر چنے کے برابر گولیاں بنالیں اور ۲ گولی سوتے وقت کھالیں۔ (ایضاً ص ۱۹۵)

تمباکو اور مرچ کے نقصانات

تمباکو کھانے کے بہت سے نقصانات ہیں۔ سر اس سے گھومتا ہے، دماغ اس سے خراب ہوتا ہے، منہ میں بدبو اس سے پیدا ہوتی ہے جسم میں کاہلی اس سے جاتی ہے اور عادت ہو جانے پر تو یہ کیفیت ہو جاتی ہے کہ جب تک اس کو کھا نہ لیا جائے انسان کوئی

کام نہیں کرسکتا۔ مگر اتنے نقصانات کے باوجود (تعجب ہے کہ لوگ) اس کو کھاتے ہیں اور بڑے مزے لے کر کھاتے ہیں۔

اسی طرح مرچ کیسے نقصان کی چیز ہے بالفعل (نقصان) تو یہی ہے کہ جس چیز میں مرچ زیادہ ہوتی ہے اس کے کھاتے ہی منہ میں آگ سی لگ جاتی ہے، آنکھوں سے پانی جاری ہوجاتا ہے، دماغ پریشان ہوجاتا ہے اور جسمانی نقصانات اس کے علاوہ رہے مگر حالت یہ ہے کہ رورہے ہیں اور کھا رہے ہیں عادت والے کچھ بھی خیال نہیں کرتے۔
(التبلیغ ص ۲۵۵ ج ۱۴)

حقہ اور چائے نوشی کے خارجی کے نقصان

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عوام کو تو کیا کہا جائے میں کہتا ہوں علماء بھی کیا کررہے ہیں؟ ہر وقت ہا ہو اور دل لگی میں وقت گزار رہے ہیں۔ حالت یہ کہ چوپال اور آج کل (ہوٹل) میں پہنچے اور ہنسی مذاق میں سارا وقت گزر گیا۔ خوب سمجھ لو تمہارے دوست حقیقت میں دشمن ہیں جو آپ کے دوست ہیں وہ آپ کے بیش قیمت (بڑی قیمتی شے یعنی) وقت جو اشرفیوں سے بھی زیادہ قیمتی ہے لوٹ رہے ہیں۔ ایک ڈاکو حقہ (اور چائے نوشی کی محفل) ہے، اس نے ایسا رواج پایا ہے کہ دو پیسہ کا تمبا کو خرچ کرکے اس کی بدولت جتنا چاہو مجمع کرلو اور اس کے اوقات برباد کرو۔ بس حقہ (اور چائے کی محفل یا ہوٹل بازی) کیا ہے، جامع المتفرقات میں ہے: یہ حقہ ثقہ اور غیر ثقہ دونوں کا جامع ہے۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ جب کبھی کسی کو اپنے گھر کی رونق اور آبادی مدنظر ہوتی ہے تو وہ حقہ کا اہتمام کرتے ہیں۔ (جیسے آج کل چائے) اور اس کا اہتمام کرنا تھا پھر مجمع کی کیا کمی۔ ہم لوگ حقیقت میں خود اس واسطے مجمع کرتے ہیں کہ جو کچھ ہمارے پاس دولت ہے (یعنی وقت) وہ سب چرا کرلے جائیں۔ صاحبو! یہی وقت بڑی بیش قیمت چیز ہے اس کی قدر کرو۔ وقت بڑی چیز ہے جس وقت عزرائیل علیہ السلام روح قبض کرنے کے لئے آجائیں گے تو تم تھوڑے سے وقت کے لئے تمام سلطنت بھی دینے کے لئے تیار ہوجاؤ گے مگر ایک منٹ کی بھی مہلت نہ ملے گی۔ (التبلیغ ص ۲۰۵ ج ۷)

چائے اور پان

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ

واقعی یہ پان کا خرچ بالکل ہی فضول ہے۔ کھانے کا وقت مقرر ہے دن رات میں دو وقت کھانا کھایا جاتا ہے، پان کا کوئی وقت ہی نہیں۔ میرے خیال میں بعض دفعہ پان کا خرچ کھانے سے بھی بڑھ جاتا ہوگا اس لئے اس کو بالکل ہی حذف کر دینا چاہئے۔

الحمد للہ میں نہ پان کھاتا ہوں نہ چائے پیتا ہوں نہ ناشتہ کا عادی ہوں تاکہ میزبان کو تکلیف نہ ہونے پائے۔ اس میں میزبان کا اچھا خاصا خرچہ ہو جاتا ہے اور احسان کسی پر نہیں ہوتا کیونکہ ہر شخص یہ سمجھتا ہے کہ میں نے ایک ٹکڑا ہی کھایا تھا مگر سو آدمیوں کو ایک ایک ٹکڑا دینے میں میزبان کے کتنے روپے خرچ ہوتے ہیں۔ اگر کسی مہمان کے واسطے پان آئیں تو اس کو یہ جائز نہیں کہ اپنے پاس بیٹھنے والوں کو پان کھلا دے اور فرمائش کر کے ان کے لئے پان منگائے اس سے میزبان کو بعض اوقات ناگواری ہوتی ہے۔ (التبلیغ ص۲۳۲ ج۲)

مایوسی چھوڑیئے بلند ہمتی اختیار کیجیے

بعض لوگ بہت جلد مایوس ہو جاتے ہیں اور وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاتے ہیں مایوسی انسان کو عمل سے دور کرتی ہے اور بے عملی سے مایوسی مزید بڑھتی ہے اور بے عملی کے نتیجے میں انسان نقصان پر نقصان اٹھاتا ہے۔

مایوسی ایک کمزوری ہے، برائی ہے اور مسلمان کے لئے تو مایوس ہونا اس کی شان کے خلاف ہے خصوصاً طالب علم کے لئے تو اور بھی زیادہ، اسی لئے مایوسی کو کفر قرار دیا گیا ہے۔

قرآن حکیم میں صاف فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو مایوسی دل کا سکون چھین لیتی ہے اور جب آدمی کا سکون ختم ہو جائے تو اس کے لئے کام کرنا اور کوشش کرنا مشکل ہو جاتا ہے چاہے کیسے ہی حالات ہوں۔ کتنا ہی نقصان ہو جائے کوئی عزیز دوست یا ساتھی کتنی ہی تکلیف پہنچائے، نا امید نہیں ہونا چاہئے کوشش

کرتے رہنا چاہئے، انسان محنت اور کوشش کرتا رہے تو اس کا نتیجہ ایک نہ ایک دن ضرور نکلتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ضرور جوش میں آتی ہے۔

اگر آپ دیکھیں کہ آس پاس کے لوگ مایوس ہو رہے ہیں تو آپ اثر نہ لیں بلکہ لوگوں کو سمجھائیں کہ اصلاح کے لئے امید اور کوشش ضروری ہے، کبھی یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ حالات نہیں بدلیں گے، حالات خراب بھی انسان ہی کرتا ہے اور بہتر بھی انسان کی کوشش سے ہی ہوتے ہیں۔

مایوسی دور کرنے کا سب سے اچھا طریقہ ہے کہ انسان فوراً عمل اور کوشش شروع کردے، عمل سے انسان کی ہمت بلند ہوتی ہے اور عمل کا نتیجہ نکلنے میں دیر ضرور ہو سکتی ہے، لیکن دیر سویر کامیابی ہو ہی جاتی ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ عارضہ قلب میں مبتلا ہوئے تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَ لَا يَقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ

اپنے رب کی رحمت سے گمراہ لوگ ہی مایوس ہوتے ہیں۔

اور ساتھ ہی آپ ﷺ نے طبیب کے پاس لے جانے کے ہدایت فرمائی۔

معالج نے تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں علاج کیا اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسی شفا پائی کہ پورے مشرقِ وسطیٰ میں جنگیں لڑیں اور ''فاتحِ ایران'' کہلائے۔

عقل کامل ہونے کی علامت یہ ہے کہ انسان بلند ہمت ہو اور جو پستی پر راضی اور مطمئن ہو وہ پست حوصلہ ہے۔

علامہ ابنِ جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

میں نے اس سے بڑا اور برا کوئی عیب نہیں دیکھا کہ تکمیل پر قدرت کے باوجود کوتاہی کی جائے۔

جو آدمی روزانہ ارادہ تبدیل کر لینے کا خوگر ہو اور کبھی اس کو عملی جامہ نہ پہنائے گا

اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کسی گڑھے یا خندق کو پھاندنے کا ارادہ رکھتا ہو، اس کے لئے دور سے دوڑتا ہوا آئے اور جب قریب پہنچے تو ارادہ بدل دے، اور پھر از سرِ نو اسی دھن میں لگ جائے اور وقت پر پھر ارادہ تبدیل کردے اور یونہی کرتا رہے تو ایسا آدمی نہ گڑھا پار کرنے میں کامیاب ہوگا اور نہ کبھی اس کو اس سے چین نصیب ہوگا۔

جس کام کا ہم عزم کریں اس پر فی الفور عمل کی کوشش کریں اور ایسے کاموں کو جو اس کے لئے معاون اور مددگار ثابت ہوں ان پر عمل شروع کردیں۔

ہمیشہ وہی لوگ اس دنیا میں کامیاب ہوتے ہیں جن کے ارادے پہاڑ سے بھی زیادہ مضبوط ہوتے ہیں اور وہ اپنے دل و دماغ میں ناممکن یا مشکل کو کبھی نہیں آنے دیتے۔قوت ارادی کے بارے میں فلسفۂ اخلاق کے مصنف مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''ارادہ ایسا ہونا چاہیے کہ جس چیز کی طرف وہ رخ کرے اس کو کر گزرے خواہ کتنے ہی دشوار گزار مرحلے اس کی راہ میں رکاوٹ ڈالیں اور کتنی ہی خوفناک گھاٹیاں اس کی راہ میں حائل ہوں۔ اور انسان اس درجہ پر پہنچ جائے کہ اپنے رخ سے ہٹنے کو دنیا کی تمام دشواریوں اور مصیبتوں سے زیادہ مصیبت سمجھنے لگے۔

یہی وہ ''قوتِ ارادہ'' ہے جو حیاتِ انسانی کی کامرانیوں کا راز اور جلیل القدر انسانوں کی زندگی کا عنوان ہے۔ جب وہ کسی کام کا ارادہ کر بیٹھتے ہیں تو پھر کوئی طاقت ان کو اس سے ہٹا نہیں سکتی، وہ ہر راہ سے اس کی طرف پیش قدمی کرتے ہیں۔

متنبی کہتا ہے: ''بڑے کام اور اچھے امور، اخلاق، عزیمت اور پختگی ارادہ کے بقدر ہی ہوا کرتے ہیں۔ کم ہمت کو چھوٹی چیزیں بڑی معلوم ہوتی ہیں اور بلند ہمت کو بڑے امور بھی آسان اور چھوٹے معلوم ہوتے ہیں۔''

اس لئے آپ کبھی بھی کسی پریشانی کے وقت پریشان نہ ہوں، بلکہ بجائے مایوس ہونے اور دل تنگ کرنے کے اپنی ہمت بلند رکھئے اور محنت کرتے رہیے ان شاءاللہ آپ کو کامیابی ضرور ملے گی۔

سحر خیزی اور چہل قدمی

زیادہ سونے سے دین اور دنیا دونوں کا نقصان ہے، کیوں کہ ہر وقت سونے سے انسان بے کار ہو جاتا ہے، جس طرح زیادہ کھانے پینے سے تکلیف اور بیماریاں پہنچتی ہیں، اسی طرح زیادہ سونے سے بھی بدن خراب ہو جاتا ہے۔ زندگی کے لحات بہت قیمتی ہیں انہیں سونے میں برباد نہیں کرنا چاہیے۔ حدیث میں آتا ہے:

باکروا فی طلب الرزق و الحوائج فان الغدو برکة و نجاح (کنز العمال، رقم الحدیث: ۹۴۴۵)

روزی کمانے اور ضرورتوں کے پورا کرنے کے لئے صبح سویرے ان کو انجام دو کیوں کہ صبح میں برکت اور کامیابی ہے۔

یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ صبح ایک گھنٹہ لگا کر جو کام کیا جائے وہ سارا دن کرتے رہنے سے بھی نہیں ہوتا۔

لہٰذا آپ ہرگز اس بری عادت کو اپنے قریب نہ آنے دیں کہ نہ ہی اس میں دنیا کا فائدہ ہے اور نہ ہی دین کا، بلکہ دونوں کا خسارہ ہے۔

حضور پاک ﷺ نے اپنے تعلیمات میں ارشاد فرمایا:

جس نے نمازِ فجر پڑھی وہ فرحت وانبساط سے صبح کرے گا، ورنہ خباثت و سستی اس پر طاری رہے گی۔ (زاد المعاد)

صبح سویرے بیدار ہو کر سیر کے لئے جانا بہت سی بیماریوں کا بہترین علاج ہے صحت اور تندرستی کے لئے صبح کی ہوا انتہائی مفید ہے۔ جسمانی بیماریوں کا سب سے مفید اور بہترین علاج صبح کے وقت پیدل چلنا ہے، یہ ایک مقوی، صحت بخش غذا اور دوا ہے، صبح بیدار ہو کر سیر کو جانا دل و دماغ کو فرحت دیتا ہے اور رنج کا خاتمہ کرتا ہے، صبح کی سیر سے آنکھوں کی بینائی تیز ہوتی ہے، صبح سیر کے لئے جانا سستی کا خاتمہ کرتا ہے، معدہ کے نظام کو درست اور جسم کی نشو نما کرتا ہے۔

صبح کی تازہ ہوا سے ذہنی صلاحیتوں میں ترقی ہوتی ہے، صبح کی تازہ ہوا خون صاف کرتی ہے، جس پر زندگی کی اساس ہے۔ جس قدر صاف اور تازہ ہوا ہوگی خون بھی اسی قدر صاف اور صحت مند ہوگا۔ جسم میں خون پھینکنے کا کام دل کے علاوہ کچھ اعصاب بھی نہایت باقاعدگی سے انجام دیتے ہیں اور اگر انہیں دوسرا دل کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا، اس لئے اگر ہم اپنے اس دوسرے دل یعنی اعصابی عمل کو صحت مند رکھیں تو نہ کسی دوا کی ضرورت ہوگی نہ ہسپتال جانے کی۔ اگر انسان چلتا پھرتا رہے تو اس کا وزن بھی حد سے تجاوز نہیں کرے گا۔

حضور اکرم ﷺ کی مبارک تعلیمات میں عیش کوشی، آرام طلبی کو کبھی دخل نہیں رہا، آپ ﷺ باوجود سینکڑوں جانثاروں کے اپنا کام خود اپنے دستِ مبارک سے انجام دیتے، دودھ دوہ لیتے، کپڑا سی لیتے، خادم کے ساتھ آٹا پیس لیتے، بازار سے سودا خود لا دیتے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عیادت فرماتے، جنازوں میں شرکت فرماتے۔

ان تمام باتوں کا مقصد یہ ہے کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کامیاب طالب علم بنیں، تو اپنے وقت کی حفاظت کریں اور اسے صحیح طریقے سے استعمال کریں، اگر آپ نے دن کی ابتدا سے ہی اس کی کوشش کی اور صبح کے وقت سے فائدہ اٹھایا، تو انشاء اللہ آپ کے پورے دن میں برکت ہوگی آپ کی صحت بھی اچھی رہے گی اور آپ اپنی پڑھائی میں رفتہ رفتہ ترقی کرتے چلے جائیں گے اور انشاء اللہ کامیاب طالب علم شمار ہوں گے۔

ٹی وی ایک میٹھا زہر ہے

ٹیلی ویژن سے کیسے بچا جائے؟ کیوں کہ یہ ناقابل تلافی دینی و دنیاوی نقصانات کا باعث ہے مثلاً دینی نقصانات یہ ہیں:

۱۔ ٹی وی دیکھنے سے اللہ کی ناراضگی ہوتی ہے۔

۲۔ ٹی وی دیکھنے سے رسول اللہ ﷺ کی بھی ناراضگی ہوتی ہے۔

۳۔ اس میں آخرت کی ذلت بھی ہے۔

۴۔ قبر کے عذاب کا بھی سبب ہے۔

۵۔ اس میں نماز کا نقصان ہے۔
۶۔ اس کی وجہ سے نیک صحبت سے دوری ہو جاتی ہے۔
۷۔ اس میں فضول خرچی کا بھی گناہ ہے۔
۸۔ اس میں بدنظری کا بھی گناہ ہے
۹۔ یہ اخلاق کی تباہی کا سبب ہے۔
۱۰۔ اس کی وجہ سے فحاشی اور عریانی پھیلتی ہے۔

دنیاوی نقصانات مثلاً:

۱۔ یہ بچوں کی غلط تربیت کا آلہ ہے۔
۲۔ اس سے گھر میں بھی بے برکتی ہوتی ہے۔
۳۔ اس میں وقت کا ضیائع ہے۔
۴۔ اس کی وجہ سے رزق میں تنگی ہوتی ہے۔
۵۔ ٹیلی ویژن پر تشدد اور جنس سے متعلق پروگرام بچوں پر تباہ کن اثرات مرتب کرتے ہیں۔
۶۔ ٹی وی کی شعاعیں نہایت درجہ مہلک اور مادۂ کینسر کی حامل ہیں۔
۷۔ ٹی وی کی شعاعوں سے بینائی پر نہایت مضر اثرات پڑتے ہیں۔
۸۔ ٹی وی سے جو زہریلے مادے گیسوں کی شکل میں خارج ہوتے ہیں وہ نیوکلیائی تجربہ گاہ میں بم پھٹنے کے بعد پائے جانے والے اثرات سے ۵ گنا زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔

نسیان اور قوت حافظہ

نسیان ایک ایسا مرض ہے جس میں انسان وہ سب باتیں بھول جاتا ہے جو پہلے یاد تھیں اور نئی باتیں بھی یاد نہیں رہتیں یا بوقت ضرورت دوبارہ پورے طور پر یاد کر کے صحیح طریقے سے ترتیب نہیں دے سکتا اور دماغ پر زور دے کر ان سے کوئی صحیح نتیجہ برآمد نہیں کر سکتا اس مرض کا ظاہری سبب یہ ہے کہ رطوبت کی زیادتی سے دماغ نرم پڑھ جاتا ہے یا

رطوبت کی کمی سے سخت پڑھ جاتا ہے تو یہ مرض پیدا ہوتا ہے۔

نسیان کا سبب

اس مرض کا ایک سبب یہ ہے کہ انسان گناہوں میں مشغول رہے اور توبہ نہ کرے یعنی کثرت گناہوں کی وجہ سے بھی نسیان پیدا ہو جاتا ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مقولہ ہے کہ گناہ کرنے سے آدمی وہ علم بھی بھول جاتا ہے جو حاصل کر چکا ہے۔

☆ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مقولہ ہے کہ انہوں نے اپنے استاد حضرت وکیع رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے حافظہ کی خرابی کی شکایت کی ان کے استاد محترم امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں گناہوں سے بچنے کی تلقین کی۔

اس سوال و جواب کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعار میں یوں ارشاد فرمایا:

شکوت الی وکیع سوء حفظی فاوصانی الی ترک المعاصی

فان العلم نور من الہٰ و نور اللہ لا یعطی لعاصی

ترجمہ: میں نے حضرت وکیع رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے حافظہ کی خرابی کی شکایت کی انہوں نے مجھے گناہ چھوڑنے کی تاکید فرمائی اس لئے کہ علم اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل کسی گناہگار اور نافرمان کو عطا نہیں کیا جاتا۔

ان اشیاء کے استعمال سے حافظہ قوی ہوگا

حکماء فرماتے ہیں ان چیزوں کو زیادہ استعمال کرو حافظہ مضبوط ہوگا۔

☆ بکری کا گوشت ☆ کلیجی

☆ دودھ ☆ مکھن

☆ مرغ کا شوربہ ☆ چنے کا شوربہ

☆ پالک ☆ ٹینڈے

☆	کدو	☆	لوکی
☆	توری	☆	گاجر
☆	شلجم	☆	آم
☆	میٹھے سیب	☆	بادام
☆	شہد	☆	نہار منہ کشمش کھانا

یہ تو حافظہ قوی کرنے والی اشیاء ہیں اب ذیل میں حافظہ مضبوط کرنے والے اعمال ذکر کیے جاتے ہیں۔

☆ نماز کی پابندی کرنا	☆ کثرت سے روزہ رکھنا
☆ تلاوتِ قرآن کریم کی کثرت کرنا	☆ صلوٰۃ اللیل ادا کرنا
☆ قرآن کریم دیکھ کر پڑھنا	☆ ہمیشہ مسواک کرنا
☆ ہر چھوٹے بڑے گناہ سے بچنا۔	

نسیان کا نبوی علاج

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم لوگ رسول پاک ﷺ کی مجلس میں حاضر تھے اسی دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میرے ماں اور باپ آپ پر قربان ہوں، میرے سینے سے قرآن نکل جاتا ہے جو یاد کرتا ہوں وہ محفوظ نہیں رہتا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: اے ابوالحسن، کیا میں تمھیں چند ایسے کلمات نہ سکھا دوں جنہیں پڑھنے سے تمھیں فائدہ ہوگا اور جن لوگوں کو تم سکھا دو گے انہیں بھی فائدہ ہوگا اور تمام سیکھی ہوئی چیزیں تمہارے سینے میں محفوظ ہو جائیں گی؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: جی ہاں، اے اللہ کے رسول! مجھے ضرور سکھا دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

جب جمعہ کی رات آئے تو اگر تم سے ہو سکے تو رات کے آخری تہائی حصہ میں بیدار ہو جاؤ، کیوں کہ وہ فرشتوں کے حاضر ہونے کا وقت ہے اس وقت دعا قبول ہوتی ہے اور اسی وقت کے بارے میں میرے بھائی یعقوب نے اپنے لڑکوں سے کہا

تھا: عنقریب میں تمھارے لئے اپنے رب سے مغفرت طلب کروں گا۔ اگر رات کے آخری تہائی حصہ میں نہ اٹھ سکو تو رات کے وسط میں بیدار ہو جاؤ اور اگر رات کے وسط میں بھی نہ اٹھ سکو تو اول شب ہی کھڑے ہو کر چار رکعت نماز پڑھو۔

☆ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ یٰسین پڑھو۔

☆ دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ دُخان پڑھو۔

☆ تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ الم السجدہ پڑھو۔

☆ چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ تبارک الذی پڑھو۔

تشہد سے فارغ ہونے کے بعد اچھی طرح اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرو، مجھ پر اور سارے انبیاء پر درود بھیجو، اہل ایمان مردوں، عورتوں اور وفات شدہ مومن بھائیوں کے لئے استغفار کرو پھر آخر میں یہ دعا مانگو:

اللهم ارحمني بترك المعاصي ابداً مّا ابقيتني و ارحمني ان اتكلف ما لا يعنيني و ارزقني حسن النظر فيما يرضيك عني، اللهم بديع السمٰوٰت و الارض ذا الجلال و الاكرام و العزة التي لا ترام اسئلك يا الله يا رحمن بجلالك و نور وجهك ان تلزم قلبي حفظ كتابك كما علمتني و ارزقني ان اقرأه على النحو الذي يرضيك عني، اللهم بديع السمٰوٰت والارض ذا الجلال و الاكرام و العزة التي لا ترام اسئلك يا الله يا رحمن بجلالك و نور وجهك ان تنور بكتابك بصري و ان تطلق به لساني و ان تفرج به عن قلبي وان تشرح به صدري و ان تغسل به بدني، فانه لا يعينني على الحق غيرك و لا يؤتيه الا انت و لا حول و لا قوة الا بالله العلي العظيم (ترمذی، ابواب الدعوات، باب فی دعاء الحفظ: ۲/۱۹۷)

ترجمہ: اے الہ العالمین مجھ پر رحم فرما کہ جب تک میں زندہ ہوں گناہوں سے بچتا رہوں اور مجھ پر رحم فرما کہ میں بے کار چیزوں میں کلفت نہ اٹھاؤں، اور اپنی مرضیات میں خوش نظری مرحمت فرما۔ اے اللہ، زمین اور آسمان کو بے نمونہ پیدا کرنے والے، اے عظمت اور بزرگی والے اور اس غلبہ یا عزت کے مالک جس کے حصول کا ارادہ بھی ناممکن ہے، اے اللہ، اے رحمٰن، کہ میں تیری بزرگی اور تیری ذات کے نور کے طفیل تجھ سے مانگتا ہوں کہ جس طرح تُو نے اپنا پاک کلام مجھے سکھا دیا اسی طرح اس کی یاد بھی میرے دل سے چسپاں کر دے اور مجھے توفیق عطا فرما کہ میں اس کو اس طرح پڑھوں کہ جس سے تُو راضی ہو جائے، اے اللہ زمین اور آسمانوں کے بے نمونہ پیدا کرنے والے، اے عظمت و بزرگی والے اور اس غلبہ یا عزت کے مالک، جس کے حصول کا ارادہ بھی ناممکن ہے اے اللہ، اے رحمٰن، میں تیری بزرگی اور تیری ذات کے نور کے طفیل تجھ سے مانگتا ہوں کہ تُو میری نظر کو اپنی کتاب کے نور سے منور کر دے اور میری زبان کو اس پر جاری کر دے، اور میرے سینے کو کھول دے اور اس کی برکت سے میرے جسم کے گناہوں کا میل دھو دے کہ حق پر تیرے سوا میرا کوئی مددگار نہیں اور تیرے سوا میری یہ آرزو کوئی پوری نہیں کر سکتا اور گناہوں سے بچنا یا عبادت پر قدرت نہیں ہو سکتی مگر اللہ برتر و بزرگی والے کی مدد سے۔

قوتِ حافظہ کے لئے یہ مختصر دعا بھی ہر فرض نماز کے بعد مانگیں:

اَللّٰھُمَّ نَوِّرْ قَلْبِیْ وَ زِدْ قُوَّۃَ سَمْعِیْ وَ بَصَرِیْ وَ حِفْظِیْ

ترجمہ: اے اللہ میرے دل کو روشن کر اور میری قوتِ سامعہ، قوتِ باصرہ اور قوتِ حافظہ کو زیادہ فرما۔

حافظہ قوی کرنے کے نسخے

کلونجی

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر کلونجی کے اکیس (۲۱) دانے لے کر اور کپڑے میں باندھ کر پانی میں جوش دے کر پہلے روز دائیں نتھنے میں دو قطرے ٹپکائے، اور پھر بائیں میں ایک قطرہ، اسی طرح تین روز تک جو شخص یہ عمل کرے گا تو دماغ کے امراض سے محفوظ رہے گا۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا نسخہ

حضرت اقدس رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں (بغرض علاج) حاضر ہونے والے اصحاب میں زیادہ تر وہ اصحاب تھے، جن کے دماغ ضعیف ہو چکے تھے یا ہوتے جاتے تھے، یعنی طلباء و علماء کی جماعت جن کے دماغ میں مشغلہء درس و تدریس اور شبانہ روز مصروفیت تعلیم و تعلم کے باعث اس قدر ضعف لاحق ہوتا تھا کہ ہر وقت سر میں درد رہتا، بصارت کمزور ہو جاتی، بھوک کی خواہش کم پڑ جاتی اور دماغی محنت و کمزوری کے سبب طرح طرح کے امراض پیدا ہونے لگتے تھے۔

اسی طرح ذاکر، شاغل طالبین کے گروہ کو بھی یہ شکایت تھی کہ نیند کم کرنے اور ذکر بالجہر یا قوتِ خیالیہ فکریہ سے رات دن کام لینے کے بعد دماغ میں ضعف آ جاتا اور خشکی غالب ہو جاتی تھی۔ اس لئے آپ ان دونوں فریق کے لئے تقویت دماغ کا یہ نسخہ تجویز فرماتے تھے اور خود بھی استعمال فرمایا کرتے تھے۔

''سیر بھر دھنیا اور سیر بھر گیہوں (گندم) لے کر علیحدہ علیحدہ بھاڑ میں بھنوا لے اور چکی میں پسوانے کے بعد دونوں کو ہم وزن کر کے ملا لے اس میں ہر ایک سے نصف وزن یعنی آدھا سیر خشخاش کچی پیس کر ملا لے اور تین پاؤ مصری میں تینوں اجزاء کا قوام کر کے چار چار تولہ کے لڈو باندھ لے روزانہ صبح کے وقت ایک لڈو کھا لیا کرے''۔

آبِ زم زم

کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج کے ڈاکٹر غلام رسول قریشی کے تجزیے کے مطابق آبِ زم زم میں دیگر عناصر کے علاوہ میگنیز، جست، گندھک، آکسیجن، مرکب سلفیٹ اور سوڈیم ملتے ہیں جو کہ خون کی کمی کو دور کرتے، دماغ کو تیز کرتے اور ہاضمہ کی اصلاح کرتے ہیں باقاعدگی سے آبِ زم زم کے استعمال سے حافظہ بہت بہتر ہو جاتا ہے۔

بادام

ایک پاؤ بادام لے کر اس کا چھلکا اتار لیں چھلکا اتارنے کا طریقہ یہ ہے کہ رات بھر کسی برتن کے اندر پانی میں بھگو کر رکھ دیں، صبح نرم ہو جانے پر بادام پر چڑھی کتھئی پرت بآسانی اتر جائے گی، بادام کے سفید چمکدار دانے برآمد ہوں گے اب بادام کو شیشے کی بوتل میں ڈال دیں، اوپر سے اس بوتل میں آدھا کلو خالص شہد بادام کے ساتھ بھر دیں، بوتل کو دن رات چالیس روز تک کھلے آسمان کے نیچے رکھیں، چالیس روز پورا ہونے پر اس بوتل میں سے ایک دانہ بادام ایک چمچ شہد کے ہمراہ لے کر اس پر سورۂ کوثر ایک بار پڑھ کر دم کرلیں اور کھالیں، ان شاء اللہ حافظہ قوی ہوگا۔

دس دانے بادام پیس کر شہد میں ملا کر چاٹے جائیں اور اوپر سے نیم گرم دودھ پیا جائے تو تمام دماغی صلاحیتیں روشن ہو جاتی ہیں، دماغ تر و تازہ ہو جاتا ہے، حافظہ تیز ہو جاتا ہے۔

سونف

۲۵۰ گرام نئی سونف صاف کر کے اس میں میٹھے تازہ بادام ۱۲۵ گرام، کالی مرچ ۱۰۰ گرام، اور دونوں کے برابر چینی شامل کر کے گرائینڈر میں پیس کر محفوظ کر لیں۔ روزانہ صبح دو چائے کے چمچ یہ سفوف کھا کر اوپر سے دودھ پی لیں، اسی طرح سوتے وقت بھی استعمال کریں، تقویت دماغ اور نظر کا یہ ایک آزمودہ نسخہ ہے

اصلی گھی ایک کلو میں تازہ سونف کوٹ کر اس کا رس شامل کر کے ہلکی آنچ پر پکائیں اور رس جلنے کے بعد یہ گھی روزانہ صبح دودھ میں شامل کر کے کھائیں، یہ گھی دماغ اور نظر کو طاقت بخشتا ہے......۱۰ گرام اس گھی میں چینی ملا کر بھی کھا سکتے ہیں تازہ سونف نہ ملنے کی صورت میں خشک سونف آدھا کلو کو پانی کے ساتھ پیس کر گھی میں شامل کر کے پکائیں اور استعمال کریں۔

مناسب غذا

دماغی محنت کرنے والوں کو غذا کے معاملے میں خاص طور پر محتاط رہنا چاہیے، ذہنی کاوش کا قاعدہ ہے کہ یہ ہمارے قوائے دماغی اور قوتِ جسمانی پر بڑا بوجھ ڈالتی ہے ،اس پر ہماری قوتوں کا بہت سا زور صرف ہو جاتا ہے، یہ زور قوت بالآخر ایسی چیز سے پیدا ہوتا ہے جس کا نام غذا ہے۔

ایک اہم بات یہ ہے کہ دماغی محنت کرنے والے اپنے وقت کا بیشتر حصہ بیٹھ کر گزارتے ہیں، اس سے آلاتِ ہضم کمزور ہو جاتے ہیں، اس لئے یہ بات ضروری ہے کہ دماغی کام کرنے والے احباب، جسمانی مشقت کرنے والے دوستوں سے کم مقدار میں غذا کھائیں لیکن غذائیت کی ضرورت ان ہر دو کو یکساں ہوتی ہے بلکہ دماغی کام کرنے والوں کو جسمانی مشقت کرنے والوں سے زیادہ ہوتی ہے، تاہم یہاں یہ بات پیش نظر رہنی چاہیئے کہ ایسی غذا استعمال کی جائے جس کی معمولی مقدار قوائے جسمانی و دماغی کی بحالی کے لئے کافی ہو۔

طبی اصطلاح میں یوں کہیئے کہ کھانا مقدار میں کم ہو لیکن اس کی غذائی قوت زیادہ ہو، اگر کھانا اس طرح پکایا جائے کہ اس کی غذائیت کم ہو جائے ہضم میں تکلیف دہ ہو تو یہ بات دماغی محنت کرنے والوں کے حق میں بہت نقصان دہ ہے۔

حافظہ کی تقویت کے تین اصول

جرمن ماہر نفسیات (یادداشت کی صلاحیت کیسے بڑھائی جائے میں) لکھتے ہیں:

نوجوانوں میں قوتِ حافظہ کی تربیت اور تقویت مختصر عرصہ میں کسی جادو کے طریقے پر پیدا نہیں کی جا سکتی بلکہ ایک طویل مدت تک مستقل طریقہ پر مشق کرنی پڑتی ہے تاکہ مطلوبہ نتائج حاصل ہوسکیں اس سلسلہ میں تین اصول بڑے کارآمد ثابت ہوسکتے ہیں:

۱۔ متواتر مطالعہ

۲۔ سوچ سمجھ کر پڑھنا

۳۔ پورے اعتماد سے سیکھنا یا پڑھنا۔

وضاحت: بزرگوں نے حافظہ کی تقویت کے لئے ایک جامع اصول یہ بتلایا ہے کہ گناہوں سے بچا جائے خصوصاً بدنگاہی سے بچا جائے، جو اپنی نگاہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے نہیں بچاتا اس کا حافظہ کمزور ہو جاتا ہے نگاہ کی حفاظت کے لئے مکتبہ الشیخ بہادر آباد کراچی کا رسالہ بدنظری کا علاج مطالعہ مفید رہے گا۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆

طالب علم کے دل کی آواز اور دُعا

اے خدا اے اللہ ہے ترا آسرا — سن لے دل کی صدا ہے یہ اپنی دعا
ہم مبلغ بنیں ہم معلم بنیں — ہم مجاہد بنیں دیں کے خادم بنیں
تجھ کو راضی کریں گے یہ وعدہ رہا — معصیت سے بچیں گے یہ وعدہ رہا
سنتوں پہ چلیں گے یہ وعدہ رہا — دین پر مرمٹیں گے یہ وعدہ رہا
تجھ سے طاعت کا پیماں نہ توڑیں گے ہم — فسق وعصیاں سے رشتہ نہ جوڑیں گے ہم
دعوتِ دیں سے رخ کو نہ موڑیں گے ہم — اور کبھی حق کا دامن نہ چھوڑیں گے ہم
اپنے اعمال کی تقویٰ بنیاد ہو — دل میں ہر آن و لمحہ تری یاد ہو
اپنا دن وقفِ تدریس و ارشاد ہو — اپنی شب صرف اشکہائے فریاد ہو
اپنے چہرے پہ سنت کی تنویر ہو — زندگی اپنی قرآن کی تفسیر ہو
اپنی نوکِ قلم مثلِ شمشیر ہو — ہر عمل مبنی بر فکر و تدبیر ہو
ہم اکابر کے خوابوں کی تعبیر ہوں — بحرِ ظلمت میں ساحل کی تبشیر ہوں
محسنوں سے وفاؤں کی تصویر ہوں — قصرِ اقبال ملت کی تعمیر ہوں
نرمی ریشم کی ہو سختی فولاد کی — آہیں الیاس کی گرمی امداد کی
مہر تحدیث یوسف سے استاد کی — قدر ہو دل میں مدنی کے ارشاد کی
اہل ملت کو پھر جوش ایمان دیں — دانش دین و تعلیمِ قرآن دیں
فہم بو یوسف و فقہ نعماں دیں — ہم زمانے کو سنت کا عرفان دیں
لے کر قرآن زمانے پر چھا جائیں ہم — حق کی قوت کا سکہ جما جائیں ہم
رب کی نصرت کا منظر دکھا جائیں ہم — تاکہ رتبہ شہادت کا پا جائیں ہم
یا خدا! تو ہمیں اپنا عرفان دے — ان نگاہوں کو قاسم کا ایقان دے
نطقِ عاجز گنگوہ کی شان دے — دارِ اشرف کے جوہر کی پہچان دے

طالب علم کے لئے
مختصر معمولات شب وروز

اپنے قلب کو ہر طرح کی گندگی سے پاک کرے

طالب علم کو چاہیے کہ وہ اپنے قلب و باطن کو ہر طرح کی خباثت وگندگی، حسد، کینہ اور اخلاقِ رذیلہ سے پاک رکھے، تا کہ اس کا قلب علم کو قبول اور محفوظ کر سکے، اور علم کے دقیق معانی اور سر بستہ حقائق پر مطلع ہو سکے، بعض علماء کے قول کے مطابق علم، باطنی نماز اور قلبی قربت وعبادت ہے۔

جیسے نماز، جو اعضاء ظاہری کی عبادت کا نام ہے، ظاہری جسم کو ہر طرح کی ناپاکی سے پاک کئے بغیر درست نہیں ہوتی اسی طرح علم بھی جو عبادتِ قلبی سے عبارت ہے باطن کو بُرے اخلاق اور صفات سے صاف کئے بغیر درست نہیں ہوتا۔

جب قلب علم کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو تو اس علم کی برکات ظاہر ہونے لگتی ہیں اور وہ بڑھنے لگتا ہے جیسے کوئی زمین زراعت کے قابل ہو تو اس کی زراعت میں اضافہ ہوتا ہے۔

حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایسے دل میں علم کا نور داخل نہیں ہوتا جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا محل ہو۔

حصول علم کے سلسلہ میں اپنی نیت خالص کرے

طالب علم کو چاہیے کہ وہ علم کے حصول میں اپنی نیت درست کرے کہ میں اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا ہی کا طالب ہوں اور اس کو حاصل کر کے اس پر عمل کروں گا، نیز علم کے حصول سے مقصد احیائے شریعت، تنویرِ قلب اور تزیین باطن اور روز قیامت قربِ خداوندی کا حصول ہو، نیز اہل علم کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو اپنی رضا اور فضل عظیم تیار کر رکھا ہے اس کے حصول کی بھی نیت کرے۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے جتنی مشقت اپنی نیت کو درست کرنے میں صرف کی ہے اتنی اور کسی میں صرف نہیں کی۔

علم سے دنیاوی اغراض مقصود نہ ہوں، جیسے مال و جاہ کا حصول، اپنے ہمعصر

ساتھیوں پر برتری اور فخر کا اظہار، لوگوں کی تعظیم وتوقیر کی خواہش اور صدرِ مجلس بننے کی وغیرہ۔ ورنہ یہ ایسا ہوگا جیسے اعلیٰ چیز کے بدلہ میں ادنیٰ چیز کو لینا۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''لوگو اپنے علم سے خدا تعالیٰ کی رضا کو مقصود بناؤ، میں نے جب بھی کسی مجلس میں تواضع وعاجزی کی نیت کی تو میں اس مجلس کا سربراہ بن کر اٹھا (اور میری نیک نامی ہوئی) اور جب میں نے صدرِ مجلس بننے کی نیت کی تو رسوا ہوکر ہی وہاں سے اٹھا''۔

علم بھی ایک عبادت ہے اس لئے اگر اس میں نیت خالص ہوئی تو وہ قبول بھی ہوگا اور ثمرات وبرکات بھی لائے گا لیکن اگر اس سے غیر اللہ کو مقصود بنالیا جائے تو وہ ضائع وبیکار ہوجاتا ہے اور بسا اوقات اس سے مطلوبہ مقاصد بھی حاصل نہیں ہوتے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طالب علم کی ساری محنت ومشقت اکارت جاتی ہے۔

تحصیل علم کے لئے اپنے آپ کو فارغ کرلے

طالب علم کو چاہیے کہ علم کی تحصیل میں اپنی عمر عزیز کو لگادے، اس سلسلہ میں ٹال مٹول یا تاخیر سے کام نہ لے بلکہ نوجوانی کی عمر اس کے لئے انتہائی موزوں ومناسب ہے۔ کیوں کہ عمر کا جو حصہ اور لمحہ گزرتا جارہا ہے اس کا کوئی عوض یا بدل نہیں ہے۔ طالب علم کو چاہیے کہ علم کے حصول میں جو امور مانع ہوں ان سے کنارہ کشی اور لاتعلقی اختیار کرے اور تحصیل علم میں اپنی بھرپور کوشش صرف کردے۔ اسی لئے علمائے اسلاف گھر اور وطن سے بُعد اور دوری کو پسند فرماتے تھے۔ اس لئے کہ انسان کا ذہن جب بہت سے کاموں میں بٹ جائے تو وہ حقائق کے ادراک سے قاصر ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِنْ قَلْبَيْنِ فِي جَوْفِهِ﴾

یعنی اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی کے دو دِل پیدا نہیں فرمائے۔

اسی طرح کسی کا قول ہے کہ علم اپنا بعض (حصہ) تجھے نہیں دے گا جب تک کہ تو اس کو اپنا کل حصہ نہیں دے گا۔

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الجامع'' میں ہے کہ ''علم وہی شخص حاصل

کر سکتا ہے جو اپنی دکان کو بند کر دے، اپنے باغ کو ویران کر دے، اپنے بھائیوں سے تعلق قطع کرے اور قریبی رشتہ دار فوت ہو جائے تو اس کے جنازہ میں شریک نہ ہو۔

اگرچہ یہ قول مبالغہ سے خالی نہیں ہے لیکن اس کا مقصد یہ ہے کہ علم کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ خاطر جمعی اور جمعیت فکری حاصل ہو۔ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے ملتا جلتا ایک یہ قول بھی منقول ہے کہ طالب علم کو چاہئے کہ اپنے کپڑوں کو رنگ لے تا کہ اس کے دھونے کی فکر ہی نہ رہے، اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ:

لو كلفت شراء بصلة لما فهمت مسئالة

یعنی اگر مجھے پیاز خریدنے پر مامور کیا جاتا تو میں پھر مسئلہ نہ سمجھ سکتا۔

صبر وقناعت اختیار کرے

طالب علم کو چاہیے کہ جو خوراک میسر آجائے اسی پر قناعت کرے خواہ وہ تھوڑی ہو اور اتنا لباس کافی ہے جس سے ستر ڈھانپ لے خواہ وہ لباس پھٹا پرانا کیوں نہ ہو، تنگ حالی اور غربت پر صبر کرنے سے علم کی وسعتیں اور ترقیاں نصیب ہوں گی۔ نیز طالب علم کو چاہیے کہ اپنے قلب کو متفرق امیدوں کی آماجگاہ نہ بنائے بلکہ اپنے قلب کو یکسو رکھے تا کہ حکمتوں کے چشمے اس میں جاری ہوں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، ایسا ممکن نہیں کہ کوئی شخص اپنی بڑائی اور بادشاہت کے ساتھ اس علم کو حاصل کر کے کامیاب ہو جائے، البتہ جو شخص خاکساری، تنگ حالی اور علماء کی خدمت کر کے علم حاصل کرتا ہے وہ فلاحیاب اور کامیاب ہو جاتا ہے، نیز فرمایا طلب علم کے لائق تو صرف مفلس آدمی ہے، دریافت کیا گیا باکفایت مال دار اس کا اہل نہیں ہے؟ فرمایا کہ باکفایت مال دار اس کا اہل نہیں ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص علم سے اپنا مقصود حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ فقر وافلاس اس کو ضرر نہ پہنچائے اور ہر چیز پر اثر انداز نہ ہو۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فقہ کے حصول کے لئے خاطر جمعی مدد

معاون ہے اور تعلقات کو صرف ضرورت کی حد تک رکھے، ضرورت سے زیادہ نہ رکھے۔

یہ قابل اقتداء ائمہ کرام کے مبارک احوال ہیں۔ خطیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "بہتر یہ ہے کہ طالب علم غیر شادی شدہ ہو، تاکہ کمال علم کے حصول میں زوجیت کے حقوق اور معاش کی فکر مانع نہ ہو"۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے شادی کر لی اس نے حقیقت میں اپنی کشتی دریا میں ڈال دی، پھر اگر اس کے ہاں اولاد ہوگئی تو سمجھ لو وہ کشتی بھی ٹوٹ گئی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس کو شادی کی ضرورت نہ ہو یا اس کی طاقت نہ ہو اس کے لئے یہی بہتر ہے کہ وہ شادی نہ کرے، خصوصاً طالب علم کو تو شادی نہیں کرنی چاہئے جس کی اصل دولت ہی خاطر جمعی، یکسوئی اور حصول علم میں اپنے ذہن کو مشغول اور منہمک رکھنا ہے۔

اپنی عمر اور اوقات کو غنیمت جانے

اپنے شب و روز کے اوقات کو تقسیم کرے، باقی ماندہ عمر کو غنیمت جانے، کیوں کہ اس کا کوئی بدل نہیں ہے۔ اسباق یاد کرنے کا سب سے عمدہ وقت سحری کا وقت ہے اور بحث و تکرار کے لئے دن کا اول حصہ ہے اور لکھنے کے لئے دن کا درمیانہ حصہ اور مطالعہ کتب کے لئے رات کا وقت سب سے اچھا ہے۔

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "یاد کرنے کے لئے سب سے عمدہ وقت سحری کا وقت ہے، پھر دن کا وسط حصہ پھر صبح کا اول سب سے اچھا ہے، نیز فرمایا کہ "رات کے وقت یاد کرنا دن کے وقت یاد کرنے سے زیادہ بہتر ہے اور بھوک کا وقت شکم سیری کے وقت سے زیادہ نافع ہے"۔ نیز فرمایا کہ "یاد کرنے کی سب سے اچھی جگہ بالا خانہ اور ہر وہ مقام ہے جو تفریح گاہوں سے دور ہو۔"

نیز فرمایا کہ "جس جگہ نباتات یا سبزہ ہو یا شور و غل ہو اس جگہ یاد کرنا اچھا نہیں ہے، اسی طرح شاہراہوں اور نہروں کے پاس بیٹھ کر یاد کرنا پسندیدہ نہیں ہے،

کیونکہ ان مقامات میں عام طور پر خاطر جمعی اور یکسوئی حاصل نہیں ہوتی۔''

زیادہ کھانے پینے سے پرہیز کرے

علم کے اشتغال، فہم اور عدم ملال میں سب سے زیادہ معین اور مددگار کھانے پینے کی قلیل مقدار پر قناعت کرنا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''میں نے سولہ سال سے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔''

اس کا سبب یہ ہے کہ زیادہ کھانا زیادہ پینے کا ذریعہ بنتا ہے اور زیادہ پینا کاہلی، بلادت اور زیادہ نیند لانے کا سبب ہے، اور شرعاً بھی ناپسندیدہ ہے اور بہت سے امراض کا پیش خیمہ ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے:

فان الداء اکثر ما تراہ
یکون من الطعام او الشراب

یعنی عام طور پر بیماریوں کی کثرت کا سبب زیادہ کھانا زیادہ پینا ہے۔

علاوہ ازیں کسی امام یا بزرگ نے زیادہ کھانے پینے کی نہ تعریف کی ہے اور نہ ان کا معمول تھا، اور زیادہ کھانا پینا کوئی انسانی وصف یا کمال نہیں بلکہ یہ تو حیوانات کا خاصہ ہے۔ ظاہر ہے کہ ''ذکاوت اور ذہانت، بلادت اور غباوت سے افضل اور اعلیٰ ہے''۔

اگر زیادہ کھانے پینے کا صرف یہ نقصان ہوتا کہ اس سے بیت الخلاء جانے کی بار بار ضرورت پیش آتی ہے تو ایک عقل مند آدمی کی شان یہ ہے کہ وہ زیادہ کھانے پینے سے گریز کرے۔ جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ وہ زیادہ کھانے پینے اور آرام کرنے کے ساتھ ساتھ علم کی منزلیں بھی حاصل کر لے گا تو اس کی یہ خام خیالی ہے۔

سب سے بہتر یہ ہے کہ اس سلسلہ میں حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات کو اپنے لئے نمونہ عمل بنائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

کسی انسان نے اپنے پیٹ سے زیادہ بُرا برتن نہیں بھرا، انسان کے لئے تو بس چند لقمے کافی ہیں جو اس کی کمر کو سیدھا کر دیں پس اگر زیادہ کھانا ہی ہے تو ایک تہائی حصہ کھانے کے لئے ایک تہائی حصہ

پانی کے لئے اور ایک تہائی حصہ سانس کے لئے رکھے۔

(رواہ الترمذی: ۲۳۸۰، واحمد ۱۳۲/۴)

اگر اس مقدار سے تجاوز کرے گا تو اسراف میں داخل ہوگا اور سنتِ نبوی ﷺ کے خلاف ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا

یعنی کھاؤ اور پیو لیکن اسراف نہ کرو۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کلمات میں علم طب کا جوہر بیان کردیا۔

شرعی رخصتوں کی رعایت رکھتے ہوئے پرہیزگاری پر کاربند رہے

تمام امور میں تقویٰ و پرہیزگاری کو اختیار کرے، کھانے، پینے، لباس اور رہائش میں خود بھی حلال کا اہتمام کرے اور اپنے اہل وعیال کو بھی اس کی طرف راغب کرے۔ تاکہ اس کا قلب علم کے نور سے مستنیر اور اس کے نفع کے قابل بن سکے۔ اپنے لئے شرعی مباحات پر قناعت اور کفایت نہ کرے بلکہ جس قدر ممکن ہو تقویٰ اور پرہیزگاری پر عمل پیرا رہے اور بامرِ ضرورت ہی شرعی رخصتوں کو اختیار کرے۔

اپنے اسلاف کو عمل کا نمونہ بنائے جو بہت سے امور میں جواز کا فتویٰ دینے کے باوجود خود تقویٰ کے اعلیٰ مرتبہ پر کاربند رہتے تھے، اس سلسلہ میں ہمارے آقا اور ہمارے سردار جناب رسول اللہ ﷺ ہی لائق اسوہ ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک دن سرِ راہ ایک کھجور پڑی ہوئی دیکھی تو اس ڈر سے کہ یہ کہیں صدقہ کی نہ ہو تناول نہیں فرمائی، نیز اہل علم لوگوں کے لئے مقتداء اور پیشوا ہیں جن کی لوگ پیروی کرتے ہیں شریعت کی طرف سے دی گئی رخصتوں سے استفادہ کر لینا مناسب ہے، تاکہ عام لوگ ان مسائل میں ان کی اقتداء کرسکیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ جیسے اس کی عزیمتوں کو بجالایا جائے اسی طرح اس کی دی ہوئی رخصتوں سے بھی فائدہ اٹھایا جائے۔

جو چیزیں نسیان، کند ذہنی اور کمزوری کا سبب ہوں ان کو کم استعمال کرے

طالب علم کو چاہیے کہ کھانے کی جو چیزیں ذہنی فتور، حواس کی کمزوری کا سبب بنتی ہوں ان کو کم کر دے، جیسے ترش سیب، لوبیا کھانا اور سرکہ پینا، اسی طرح وہ چیزیں جو بلغم میں اضافہ کرتی ہوں جس سے ذہن کمزور اور بدن بھاری ہوتا ہو اجتناب کرے جیسے دودھ اور مچھلی وغیرہ زیادہ استعمال کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے جن اشیاء کو ذہن کی عمدگی کا ذریعہ بنایا ہے اس کو استعمال کرے جیسے لبان اور مصطگی (دوا) عادت کے مطابق چبانا اور صبح سویرے کشمش کھانا اور جلاب (شربت) پینا وغیرہ۔

نیز طالب علم کو چاہئے کہ جو چیزیں مرضِ نسیان کا ذریعہ بن سکتی ہیں ان سے خاص طور پر بچے، جیسے چوہے کا جھوٹا کھانا، قبروں پر لگے ہوئے کتبوں کو پڑھنا، اونٹوں کی قطار میں گھسنا اور سر سے جوئیں نکال کر پھینکنا وغیرہ کیونکہ تجربات سے ثابت ہو چکا ہے کہ ایسے کام نسیان کا ذریعہ بنتے ہیں۔

نیند کم کرے، نفس کو آرام دے اور جسمانی ورزش کی عادت ڈالے

طالب علم کو چاہیے کہ کم سویا کرے بشرطیکہ اس سے جسمانی یا ذہنی تکلیف نہ پہنچے اور دن رات میں آٹھ گھنٹے سے زیادہ نہ سوئے، اگر حالت اس سے کم سونے کی متحمل ہو تو کم کر لے۔

اگر طبیعت میں اکتاہٹ، آزردگی اور کمزوری محسوس ہو تو اپنے نفس اور اپنے قلب و ذہن کو آرام دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، ایسی تفریح گاہ میں چلا جائے جہاں اس کی حالت معمول پر آجائے اور وقت کا ضیاع بھی نہ ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب طبیعت میں اکتاہٹ کا اندیشہ ہو تو اپنے نفس کو آرام دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ بعض اکابر علماء اپنے شاگردوں کو بسا اوقات تفریح گاہوں میں لے جاتے تھے اور وہاں جا کر آپس میں ایسی ہنسی مزاح کرتے تھے جو ان کے دین یا

عزت وناموس کے خلاف نہ ہوتا تھا۔

اپنے لئے رفیق کیسا منتخب کرے

طالب علم کو چاہیے کہ زیادہ میل جول سے پرہیز کرے، ایک طالب علم کے لئے یہ امر انتہائی اہم ہے کہ وہ زیادہ میل جول سے کنارہ کشی اختیار کرے، خصوصاً جو اس کا ہم جنس بھی نہ ہو اور اس کا زیادہ وقت کھیل کود میں گزرتا ہو، فکر ودانش بھی کم رکھتا ہو، اس سے لازمی طور پر پہلوتہی برتے۔ کیوں کہ انسانی طبائع جلد اثر قبول کرتی ہیں۔ نیز زیادہ میل جول رکھنے کا نقصان یہ ہے کہ عمر بے فائدہ ضائع ہوتی ہے اور دنیا کا مال ومتاع بھی اور دین بھی خواہ مخواہ جاتا رہتا ہے۔ ایک طالب علم کی شان یہ ہونی چاہئے کہ دوسرے سے اس کا تعلق افادہ اور استفادہ کا ہو۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ

عالم بنو یا متعلم، تیسرا شخص نہ بنو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے''۔ (حدیث ضعیف ابونعیم ۲۳۶/۷۔ ۲۳۷ وابن عبدالبرفی ''بیان العلم وفضلہ'' ۱۵۱)

اگر ایسے ساتھی سے واسطہ پڑ جائے جس کے ساتھ تعلق رکھنے سے زندگی بے فائدہ اور بے کار گزر رہی ہو کہ اس سے افادہ یا استفادہ کا تعلق نہ ہو اور وہ اس کے علمی مقصد میں کامیابی کے لئے معین ومددگار ثابت نہ ہو رہا ہو تو شروع ہی میں اس سے میل جول ترک کرلے، لیکن اس معاملہ میں سختی کے بجائے نرمی برتے، کیونکہ اگر میل جول مضبوط ہوگیا تو اس سے خلاصی حاصل کرنا دشوار ہو جائے گا۔ اگر متعلم سمجھے کہ اسے کسی رفیق علم کی ضرورت ہے تو اس کے لئے نیک، دیندار، متقی پرہیزگار، ذہین وذکی طالب علم کا انتخاب کرے جس میں خیر کا پہلو زیادہ ہو، شر کا کم ہو، باتہذیب ہو، لڑائی جھگڑا کم کرتا ہو، بھولنے پر اس کو یاد دلاتا ہو، یاد ہونے پر اس کی مدد کرتا ہو، احتیاج وضرورت پیش آنے پر ہمدردی کا جذبہ رکھتا ہو، پریشانی کی حالت میں صبر وتحمل اختیار کرنے اور حوصلہ بلند رکھنے کا امر کرتا ہو۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اس سلسلہ میں چند اشعار مروی ہیں:

فلا تصحب اخا الجهل وايـــاك وايــــاه

فکم من جاهل اردی　　حلیماً حین واخاه
یقاس المرء بالمرء　　اذا ما هو ماشاه

نادان کو دوست نہ بناؤ، اپنے آپ کو اس سے دور رکھو، اس لئے کہ
کتنے ہی نادان ایسے ہیں کہ جب حلیم و بردبار آدمی نے ان کو اپنا
بھائی بنایا تو وہ برباد ہو گئے، انسان جس کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے
لوگ اس کو اُسی پر قیاس کرتے ہیں۔

نیز کسی شاعر کا شعر ہے:

اِنَّ اَخاک الصدق من کان معک
ومن یضرّ نفسه لینفعک
ومن اذا ریب الزمان صدّعک
شتّت شمل نفسه لیجمعک

تیرا مخلص بھائی وہ ہے جو تیرے ساتھ رہے اور تیرے فائدہ کی
خاطر اپنا نقصان گوارا کرلے اور جب حوادثِ زمانہ تجھے پریشانی
میں مبتلا کریں تو وہ تیرے سکون کی خاطر خود کو بے سکون کرلے۔

علم کے طالبوں کو دنیا داروں سے دور رہنا چاہئے

طالب علم کی یہ بھی شان ہونی چاہئے کہ وہ دنیا داروں سے دور رہے کیونکہ ان کی صحبت تجربہ شدہ زہر قاتل ہے، اس لئے کہ دنیا دار تو اس سے نفع حاصل کرتے ہیں اور اسے ان سے نقصان ہوتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ تطع من اغفلنا قلبه عن ذكرنا

آپ ان لوگوں کے پیچھے نہ لگیں جن کے دلوں کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے۔ زاہد لوگ اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے مال اپنی ہتھیلیوں سے نکالتے ہیں، اور اہل صفاء اللہ کی مدد سے تحقیق کر کے اخلاق اور معارف کو دل سے نکالتے ہیں۔

طالب علم کے شب وروز

طالب علم کو چاہئے کہ وہ ان آداب کو ہر وقت ملحوظ رکھے۔

۱۔ طالب علم کو چاہئے کہ لوگوں کی صحبت اور دنیوی تعلقات سے علیحدہ ہو جائے اور اخلاص کے ساتھ علم میں مشغول ہو جائے۔

۲۔ طالب علم اپنے آپ کو عام لوگوں کی محفلوں سے دور رکھے تو یہ نیت کرے کہ میں لوگوں کو اپنی برائی اور ایذاء رسانی سے بچاتا ہوں۔ یہ ہرگز نہ سوچے کہ میں اچھا ہوں اور لوگ بُرے ہیں۔ اگر ایسا سوچے گا تو مردود ہو جائے گا۔

۳۔ طالب علم کو چاہئے کہ لذیذ طعام لذیذ مشروبات اور لہو ولعب کو ترک کرے اور علم ظاہر کے ساتھ علم باطن کی لذت حاصل کرنے کا طالب بنے۔

۴۔ طالب علم اپنی خوشحالی پر خوش ہو کر اِترائے نہیں۔ تنگ حالی سے تنگ ہو کر گھبرائے نہیں بلکہ تقسیم الٰہی پر راضی رہے۔

۵۔ طالب علم اپنے اسلاف کو کبھی کم نظری اور حقارت سے نہ دیکھے۔

۶۔ طالب علم اپنے آپ کو مزامیر اور گانا بجانا وغیرہ سے بچائے اور قرآن مجید کی لذت پانے کا متمنی رہے۔

۷۔ طالب علم کو چاہئے کہ لوگوں کی تعریف کرنے اور نیک کہنے سے مغرور نہ ہو بلکہ اسے آزمائش سمجھے۔

۸۔ طالب علم اپنے آپ کو تمام مخلوق سے کم تر اور حقیر سمجھے کیونکہ مخلوق کی باطنی خوبیوں سے یہ آگاہ نہیں ہے۔

۹۔ طالب علم کو چاہئے کہ زمانے کے احوال اور دنیا کی باتوں کو جاننے کیلئے اخبار بینی وغیرہ سے پرہیز کرے۔ اس سے دل میں انتشار پیدا ہوتا ہے اور قلب کی توجہ مقصود اصلی سے ہٹ جاتی ہے۔

۱۰۔ طالب علم کو چاہئے کہ عاجزی اور خواری میں اپنی عزت جانے اور ظاہر کی

بربادی میں اپنے باطن کی آبادی سمجھے

پارہ پارہ کردرزی جامہ را
کس زنداں درزی علامہ را

درزی کپڑے کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے پھر اسکو حسین لباس بناتا ہے کوئی اس پر طعن نہیں کرتا بلکہ قدر کی نگاہوں سے دیکھتا ہے۔

۱۱۔ اگر طالب علم پر کوئی ظلم کرے تو یہ بدلہ لینے کا خواہاں نہ ہو بلکہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے صبر کرے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار سے پتھر کھا کر بھی ان کے لئے دعائیں کی ہیں۔

۱۲۔ طالب علم کو چاہئے کہ جب بھوک لگے تب کھائے، جب نیند آئے تب سوئے۔ عادتاً کھانے اور سونے سے پرہیز کرے۔

۱۳۔ طالب علم کو چاہئے کہ ذکر اللہ کی کثرت کرے اور نفس کے حیلوں میں نہ آئے۔

۱۴۔ طالب علم کو چاہئے کہ اپنی عبادت اور نیکی کی تعریف نہ کرے بلکہ دل میں پسندیدگی کا خیال بھی نہ لائے۔

۱۵۔ طالب علم کو چاہئے کہ موت کو کثرت سے یاد کرے، اس سے دنیا سے بے تعلقی پیدا ہوتی ہے۔

۱۶۔ طالب علم کو چاہئے کہ اپنے اندر اخلاق حمیدہ پیدا کرنے کی کوشش کرتا رہے۔

۱۷۔ طالب علم کو چاہئے کہ رزق حلال اور صدق مقال کو اپنے فرائض میں سے جانے

علم و حکمت زاید ازنان حلال
عشق و رقت آید ازنان حلال

رزق حلال سے علم وحکمت میں اضافہ ہوتا ہے۔ رزق حلال سے عشق ورقت حاصل ہوتی ہے۔

۱۸۔ طالب علم کو چاہئے کہ اپنی تنگدستی اور تکلیف کو حتی الوسع کسی پر ظاہر نہ کرے اگرچہ مخلص دوست ہی کیوں نہ ہو۔

۱۹۔ طالب علم کو اپنی درخواست استاذ کی خدمت میں پیش کرنی چاہئے بلا عذرِ معتبر کسی دوسرے شخص کے ذریعہ پیش نہ کرنی چاہئے۔

۲۰۔ طالب علم کو کسی دوسرے کی کتاب، کاپی یا کوئی دوسری چیز اس کی بلا اجازت استعمال نہ کرنی چاہئے۔

۲۱۔ طالب علم کو استاذ سے کسی چیز کی اجازت لینے کے لئے اصل صورتحال واضح بتا کر اجازت لینی چاہئے تاکہ استاد کو اجازت دینے میں کوئی دھوکہ نہ ہو۔

۲۲۔ طالب علم سے جب استاد کوئی بات پوچھے یا کسی بارے کچھ دریافت کرے تو بلا تحقیق ایسا جواب نہ دے جس سے وہ تحقیقی معلوم ہو جس طرح معلوم ہو اس طرح بتلا دے۔

۲۳۔ طالب علم کو چاہئے کہ استاد کی بات کو توجہ سے سنے، اگر کوئی شبہ ہو تو فوراً پوچھ لینا چاہئے، اندازہ سے عمل نہ کرنا چاہئے۔

۲۴۔ طالب علم کو غصہ کرنے اور گناہوں کے تقاضوں پر عمل کرنے سے بے حد بچنا چاہئے۔

۲۵۔ طالب علم کو حتی الامکان کسی کا احسان نہ لینا چاہئے، اگر لے تو اس کا احسان مند رہے اور دل سے اس کا شکر گزار رہے۔

۲۶۔ طالب علم کو سادگی، انکساری اور تواضع کے ساتھ رہنا چاہئے۔ عیاری و مکاری اور غرض پرستی سے بے حد بچنا چاہئے۔

۲۷۔ طالب علم کو ذکر و شغل اور نفلی عبادات گو زیادہ نہ کرنی چاہئیں لیکن اخلاق و اعمال کی اصلاح ہر حال میں فرض ہے اس کی طرف متوجہ رہے۔

۲۸۔ طالب علم کے لئے لوگوں سے غیر ضروری میل جول اور فضول تعلقات رکھنا زہرِ قاتل ہے ان سے بچنا چاہئے۔

۲۹۔ طالب علم کے لئے اپنی غلطی کی تاویل کرنا اور استاد پر اعتراض کرنا زہرِ قاتل ہے، ہمیشہ ایسا کرنے سے بچے۔

۳۰۔ طالب علم گناہوں سے بچے، کم بولے اور کچھ دیر تنہائی میں ذکر اللہ کرنے کی عادت ڈال لے تو اللہ تعالیٰ سے اس کا صحیح تعلق قائم ہوسکتا ہے۔

۳۱۔ طالب علم کا اپنی بڑائی چاہنے اور شہوت کے تقاضوں پر عمل کرنے سے دین برباد ہوتا ہے، اس لئے ان سے بے حد بچے، جس کے لئے اپنے مرشد سے قوی رابطہ رکھے۔

۳۲۔ طلباء کا یہ سمجھنا کہ ابھی تو ہم پڑھ رہے ہیں جب پڑھ لیں گے تو اس وقت عمل کریں گے، بالکل غلط ہے۔ اخلاق کی اصلاح بھی ضروری ہے۔

۳۳۔ طالب علم کے علم سیکھنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ خدا کا بندہ بن جائے ورنہ جس علم سے بندہ اپنے خالق ومالک سے دور ہو وہ بھی جہالت ہے۔

۳۴۔ طالب علم کے لئے تنہائی میں یکسوئی سے توجہ کے ساتھ مطالعہ کرنا ضروری ہے۔

۳۵۔ طالب علم کو تحریک وسیاست، خودرائی، خودروی اور آزادی سے بچنا لازم ہے کیونکہ یہ اس کے لئے سخت نقصان دہ ہے۔

۳۶۔ طالب علم پر اپنے اساتذہ کے حقوق ادا کرتے رہنا لازم ہے ورنہ علم وعمل سے محروم رہے گا۔

۳۷۔ طالب علم کو چاہئے کہ علم، محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور اپنی جہالت دور کرنے کے لئے حاصل کرے۔ بڑا عالم کہلانے، پیشوا بننے اور مال وعزت چاہنے کی نیت کرنے سے بچے۔

۳۸۔ طالب علم کو تقویٰ اختیار کرنا ضروری ہے اور تقویٰ دین میں کامل ہونے کا نام ہے جس کی طلباء میں بے حد کمی ہے، بالخصوص بے ریش لڑکوں سے دوستی کرنے اور بدنگاہی کرنے سے بچے کیونکہ یہ تقویٰ کے لئے زہر قاتل ہے، اسی طرح دیگر رائج الوقت گناہوں جیسے فلمیں دیکھنے، گانا گانے، ناولیں پڑھنے اور نامحرم عورتوں پر بدنظری سے بچے اور قلب کو مال وجان کی محبت،

حسد، تکبر، حرص اور کینہ وغیرہ سے پاک کرے۔

۳۹۔ طالب علم بحث و مباحثہ سے بچے اور بے کار وقت کو ضائع کرنے سے بچے، اکثر طلباء اس میں مبتلا رہتے ہیں۔

۴۰۔ طالب علم کو چاہئے کہ ہر وقت اپنے عیوب پر نظر کرے اور اپنے عیوب سوچا کرے اکثر طلباء اس میں مبتلا رہتے ہیں۔

۴۱۔ طالب علم کو لباس و پوشاک میں سادگی اختیار کرنی چاہئے، ہر وقت مزین اور پر تکلف رہنے سے بچنا چاہئے۔

کیونکہ اس حالت میں کمال پیدا نہیں ہوتا، ہاں صاف و ستھرا رہنا چاہئے۔

۴۲۔ محض کتابیں پڑھنے سے آدمی عالم نہیں ہوتا بلکہ علم دراصل خشیتِ الٰہی کا نام ہے جو اہل اللہ کی صحبت سے حاصل ہوتی ہے، طالب علم کو اسی طرف توجہ دینا لازم ہے۔ ایک شاعر نے خوب کہا ہے۔

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

۴۳۔ اہل علم اور طلباء کو فن تصوف کے جاننے کی سخت ضرورت ہے اور اعمال و اخلاق کی اصلاح سب سے زیادہ ضروری ہے جس کے لئے اللہ والوں کی خدمت و صحبت اختیار کرنا لازم ہے۔

۴۴۔ طالب علم کو نہایت غیرت مند اور حیا دار ہونا چاہئے، اس کی وجہ سے آدمی سینکڑوں گناہوں سے خود بخود محفوظ رہتا ہے۔

طالب علم اور کھانا، پینا

سرور کائنات فخر موجودات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

۱۔ کھانے کی برکت ہے کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد وضو کرنا (یعنی ہاتھ دھونا اور کلی کرنا)

ایک روایت میں ہے کہ کھانے سے پہلے وضو کرنا فقر کو ختم کرتا ہے اور کھانے

کے بعد وضو کرنا لمم (چھوٹے گناہوں) کو دور کرتا اور بصارت کو درست کرتا ہے۔

۲۔ جب کھانا کھانے لگو تو جوتے اتار دو اس سے تمہارے قدموں کو آرام ملے گا۔ (دارمی)

۳۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین دستر خوان بچھا کر کھانا کھاتے تھے۔ (بخاری)

زمین پر دستر خوان بچھا کر کھانا سنت ہے۔ اونچے خوانوں یعنی میزوں پر کھانا مکروہ ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی خوان میں نہیں کھایا اور نہ کبھی چنگیر میں''۔ پوچھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس پر کھایا کرتے تھے' فرمایا دستر خوان پر۔

۴۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کھانا آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے زمین پر رکھتے اور دونوں پاؤں کے بل بیٹھ کر تناول فرماتے۔ فرمایا کرتے میں سہارا لگا کر کھانے والا نہیں۔ پاؤں کی پشت پر بیٹھتے اور دائیں ٹانگ کھڑی کر لیتے۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔ میں بندہ ہوں۔ غلاموں کی طرح (خاکساری سے) کھاتا ہوں۔''

بیٹھنے کی مسنون صورتیں تین ہیں۔ بائیں پاؤں کی پشت پر بیٹھنا اور دائیں ران کھڑی کر لینا۔ یا دونوں پاؤں کی پشت پر بیٹھنا یعنی دوزانو بیٹھنا۔ اگر جگہ کم ہو تو اکڑوں بیٹھنا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اکڑوں بیٹھے کھجوریں تناول فرما رہے ہیں۔ دونوں پنڈلیاں کھڑی کر کے قدموں پر بیٹھنے کو اکڑوں کہتے ہیں۔ ابوداؤد شریف کی روایت ہے کہ ایک مجلس میں کھانے والے زیادہ ہو گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دوزانو ہو کر بیٹھ گئے۔ اس میں تواضع بھی ہے اور اہل مجلس کی رعایت بھی ہے کہ دوسروں کے لئے زیادہ جگہ نکل آتی ہے۔

۵۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس

بات سے منع فرمایا کہ ہم سونے چاندی کے برتن میں کھائیں پئیں۔ (بخاری و مسلم)

۶۔ ایک روایت میں ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ۔ دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے پاس سے کھاؤ۔ (بخاری و مسلم)

کھانا پینا انسانی زندگی کی بقا اور جسم کے قیام کا اصلی ذریعہ ہے۔ اس قدر اہم کام اللہ تعالیٰ کے نام کے بغیر شروع کرنے سے پہلے یہ دعا پڑھ لیں۔

بسم الله وعلى بركة الله

اللہ کے نام اور اسکی برکت کے ساتھ۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستر خوان پر اکٹھے تھے۔ ایک بدو آیا اور کھانے میں ہاتھ ڈالنا چاہا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اسی طرح ایک مرتبہ ایک لونڈی نے ہاتھ ڈالنا چاہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا جس کھانے پر اللہ کا نام نہ لیا جائے شیطان اس کو اپنے لئے جائز کر لیتا ہے۔

۷۔ ایک روایت میں ہے کہ آپس میں ایک ساتھ مل کر کھایا کرو اور اللہ کا نام لیکر کھاؤ کیونکہ اس میں تمہارے لئے برکت ہوگی۔ (ابوداؤد)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو پسند فرماتے تھے کہ اہل خانہ یا دوست احباب کھانا ایک ساتھ مل کر کھائیں۔ قرآن مجید میں بھی مل کر کھانے کو الگ الگ کھانے پر مقدم کیا گیا ہے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ ایک تو محبت بڑھتی ہے دوسرا کھانا زیادہ ضائع نہیں ہوتا۔ کوئی تھوڑا کھاتا ہے کوئی زیادہ کھاتا ہے سب مل کر برابر ہو جاتے ہیں۔ ہر شخص کو تھوڑی بہت ہر چیز مل جاتی ہے۔ اس سے گھر والوں کا ایثار ثابت ہوتا ہے۔ گھر کے مالک کا تشخص اور امتیاز جو غرور کی نشانی ہے' مٹتا ہے تواضع اور خاکساری پیدا ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم کھاتے ہیں مگر آسودہ نہیں ہوتے۔ فرمایا غالباً تم لوگ الگ الگ کھاتے ہو۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا' ہاں۔ فرمایا' تم ایک ساتھ کھاؤ اور

بسم اللہ پڑھ لو تو برکت ہوگی۔

حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب تم دستر خوان پر اپنے بھائیوں کے ہمراہ بیٹھو تو نشست طویل کرو۔ اسلئے کہ تمہاری عمروں میں یہ ایسی گھڑی ہے جس پر حساب نہ ہوگا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے اس وقت تک تم میں سے ہر ایک کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں جب تک اسکے سامنے دستر خوان بچھا ہوا ہے حتیٰ کہ اُسے اٹھا دیا جائے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہر وہ خرچ جو اپنی ذات پر یا اہل خانہ پر کرتا ہے اسکا حساب ہوگا البتہ اگر اپنے بھائیوں کو دعوت پر بلائے تو اللہ تعالیٰ اس سے باز پرس کرنے سے حیاء فرماتا ہے

بعض علمائے خراسان سے مروی ہے کہ جب وہ اپنے بھائیوں کو دعوت دیتے تو ان کے سامنے وسیع دستر خوان پر کھانے اور پھل رکھتے۔ ان سے وجہ پوچھی گئی تو فرمایا "ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت پہنچی ہے کہ جب مسلمان بھائی کھانے سے ہاتھ اٹھا لیں تو باقی بچے ہوئے کھانے پر حساب نہ ہوگا" ہم چاہتے ہیں کہ مسلمان بھائیوں کا بچا ہوا کھانا ہم اور ہمارے اہل خانہ کھائیں تاکہ اس کا حساب کتاب نہ ہو۔

بعض سلف سے روایت ہے کہ بندہ اپنے بھائیوں کے ہمراہ جو کھاتا ہے اس پر محاسبہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ وہ جماعت میں مل کر کھانا کھاتے تھے اور تنہائی میں کھانے سے پرہیز کرتے۔

ایک روایت میں ہے کہ تین کھانوں کا محاسبہ نہیں ہوتا۔ ایک سحری کا کھانا دوسرا افطاری کا کھانا اور تیسرا جس کھانے کو کئی لوگ مل کر کھائیں یا جس کھانے میں چھوٹا بچہ شریک ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ افضل ترین کھانا وہ ہے جس پر کثرت سے ہاتھ پڑیں۔

۸۔ کھانا ٹیک لگا کر یا بغیر عذر کے لیٹ کر نہیں کھانا چاہئے۔ یہ طبی حیثیت سے

بھی مضر ہے۔ اس طرح غذا معدہ میں اچھی طرح بآرام نہیں پہنچتی۔ مزید برآں یہ متکبرین کی علامت ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ ٹیک لگا کر نہیں کھاتے تھے۔ (بخاری)

۹۔ اگر کھانا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا بھول جائیں تو یاد آنے پر ''بسم اللہ اولہ و آخرہ'' پڑھ لیں۔ (ترمذی)

۱۰۔ ایک روایت میں ہے کہ بائیں ہاتھ سے ہرگز نہ کھاؤ نہ پیو کیونکہ بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا پیتا ہے۔ (مسلم)

انسان کو اپنی ضرورت کے تحت پاک و ناپاک چیزوں میں ہاتھ ڈالنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ صفائی کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں ہاتھ الگ الگ کاموں کے لئے خاص کر دئے جائیں۔ شرع شریف میں سب اچھے کاموں کے لئے دائیں ہاتھ کو اور دفع نجاست وغیرہ کے لئے بائیں ہاتھ کو خاص کر دیا گیا۔ اس تخصیص میں ایک لمبی اور فطری مصلحت بھی ہے۔ انسان کے زیادہ تر کام فطرتاً پاک اور مباح ہوتے ہیں۔ دفع نجاست وغیرہ کے کام کبھی کبھی ہوتے ہیں۔ اس لئے زیادہ تر کاموں کے لئے دائیں پہلو کو خاص کر دیا گیا جدھر قلب نہیں ہے۔ حکمت یہ ہے کہ کام کے ہچکولوں اور جھٹکوں سے قلب کو زیادہ صدمہ نہ پہنچے۔ اسی لئے فطرتاً داہنے ہاتھ میں طاقت، چستی اور پھرتی زیادہ ہوتی ہے۔ انسان طبعاً اکثر کام دائیں ہاتھ سے کرتے ہیں۔ بایاں ہاتھ صرف اس کی مدد کے لئے لگاتے ہیں۔ پس کھانا پینا بھی دائیں ہاتھ سے چاہئے۔ شریعت نے اچھے کاموں کے لئے یمین کو یسار پر مقدم کیا ہے۔

ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ پیش کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں جانب ایک بدو بیٹھا ہوا تھا جبکہ بائیں جانب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پی کر بدو کی طرف پیالہ بڑھایا اور فرمایا ترتیب میں دائیں جانب کا لحاظ ضروری ہے۔ (بخاری کتاب الاشربہ)

ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں جانب ایک لڑکا اور بائیں جانب

بڑے بوڑھے لوگ بیٹھے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی چیز پی تو لڑکے سے کہا کہ اگر تم اجازت دو تو میں ان لوگوں کو دوں۔ اس نے کہا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تبرک کسی کو نہیں دے سکتا۔ مجبوراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اسی کو دیا۔ (بخاری)

۱۱۔ اگر کوئی کھانا بہت گرم ہو تو اسے ڈھانک کے رکھ دیں۔ یہاں تک کہ اسکی بھاپ کی تیزی ختم ہو جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا کرنا برکت کے لئے بہت بڑی چیز ہے۔ (دارمی)

۱۲۔ برتن کے درمیان سے نہ کھاؤ بلکہ کناروں سے کھاؤ کیونکہ درمیان میں برکت نازل ہوتی ہے۔ (ترمذی)

کھانے کو درمیان میں سے اور پیالے کی چوٹی سے کھانا شروع نہ کرے۔ اپنے سامنے سے کھانا چاہئے۔ افضل یہ ہے کہ تین انگلیوں سے کھائیں۔ لیکن اگر ثرید وغیرہ ہے تو تمام انگلیوں کو استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ پھلوں میں اجازت ہے کہ اودھر ادھر سے جہاں سے جی چاہے کھالے۔

۱۳۔ جب تمہارے ہاتھ سے لقمہ گر جائے تو اٹھالو اور صاف کر کے کھالو، شیطان کیلئے مت چھوڑو۔

۱۴۔ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام پرانی کھجوریں کھا رہے تھے اور اس میں کیڑے ڈھونڈ کر نکالتے جاتے تھے (ابوداؤد)۔ معلوم ہوا کہ اگر کسی پرانے پھل میں کیڑے ہوں تو ان کو نکالے بغیر اور صاف کیے بغیر کھانا جائز نہیں۔

۱۵۔ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی کے برتن میں مکھی گر جائے (اس کھانے کو کھانا بھی ضروری ہو کہ دوسرا کھانا نہیں) تو اس مکھی کو ڈبو کر باہر نکال دے۔ کیونکہ اس کے ایک بازو میں شفاء ہے اور دوسرے میں مرض ہے۔ (بخاری)

ایک روایت میں ہے کہ اس کے ایک بازو میں زہر ہے اور دوسرے میں شفاء ہے اور وہ زہر والے بازو کو پہلے ڈالتی ہے اور شفاء والے کو ہٹا کر رکھتی ہے۔ (شرح السنہ)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں مرض کا علاج بتایا ہے۔ اس کھانے کو کھا لینے کا حکم نہیں دیا اگر طبیعت نہ چاہے تو نہ کھائے۔

۱۶۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ کھانے کو ناپسند فرمایا ہے۔ ایک روایت میں فرمایا کہ زیادہ کھانا شوم ہے یعنی اس شخص کو ایسی علت لگی ہوئی ہے جس سے اسے ہر جگہ تکلیف ہوگی اور لوگ بری نظر سے دیکھیں گے۔ (بیہقی)

ایک طبیب کا قول ہے ''تو اس وقت کھا جب بھوک ہو اور ابھی بھوک باقی ہو تو ہاتھ اٹھا لے''۔ حکماء کے واقعات میں لکھا ہے کہ ارسطو کے ایک خادم نے ایک حبشی سیاہ آدمی سے کسی کام میں مدد مانگی۔ اس نے انکار کر دیا، خادم نے کہا، شاید تجھے بھی ارسطو کی ضرورت پڑے۔ حبشی نے کہا، مجھے اسکی ضرورت نہیں۔ خادم نے ارسطو کو بتایا تو اس نے کہا ''اگر وہ بھوک لگنے کے بعد کھاتا ہے اور سیر ہونے سے پہلے ہاتھ اٹھا لیتا ہے تو اسے ہماری ضرورت نہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابن آدم نے پیٹ سے زیادہ بُرا برتن نہیں بھرا۔ ابن آدم کو چند لقمے کافی ہیں کہ کمر سیدھی کر سکے۔ اگر ایسا نہ ہو تو ایک تہائی کھانا ایک تہائی پینا اور ایک تہائی سانس لینے کے لئے ہو۔

کھانا دراصل مرض بھوک کا علاج ہے۔ اگر ضرورت سے زیادہ کھائے تو پھر کھانا ہی مرض ہے۔ کسی حکیم کا قول ہے'' چالیس سال کی عمر تک انسان کھانے کو کھاتا ہے اس کے بعد کھانا انسان کو کھاتا ہے''

حضرت ابوالدردا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دین کے خلاف سب سے بڑے معاون تین ہیں:

۱۔ کمزور دل ۲۔ لالچی پیٹ ۳۔ اشتہائے شدید

بعض حکماء سے پوچھا گیا کہ کون سا کھانا عمدہ ہے۔ کہا، بھوک خوب جانتی ہے۔

ایک حکیم کا قول ہے'' کہ بہترین سالن بھوک ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اہل مدینہ سے کہا'' بھائی مجھے حیرت ہے کہ تمہارے فقہاء ہمارے فقہاء سے زیادہ

ظریف ہیں۔ تمہارے عوام ہمارے عوام سے زیادہ ظریف ہیں۔ تمہارے دیوانے ہمارے دیوانوں سے زیادہ ظریف ہیں۔'' کہا، جانتے ہو، یہ کیوں ہے؟ جواب دیا معلوم نہیں۔ کہا اسکی وجہ بھوک ہے۔ دیکھو جب عود کا بطن خالی ہوتا ہے تو اسکی آواز خوب صاف ہوتی ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دستر خوان پر بیٹھے تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ عبدالرحمٰن بڑے بڑے لقمے اٹھا رہے ہیں۔ جب رات کا کھانا آیا تو تنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی ان کے پاس گئے۔ پوچھا تیرے بڑے نوالے کھانے والے بیٹے کا کیا حال ہے؟ فرمایا کہ وہ بیمار ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا ''ایسا آدمی مرض سے محفوظ نہیں رہتا''۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ''بدہضمی بھی شراب کے نشے کی طرح ایک نشہ ہے''

جالینوس سے پوچھا گیا، تم بہت کم کھاتے ہو؟ اس نے کہا ''میرے کھانے کی غرض یہ ہے کہ زندہ رہوں جبکہ دوسرے لوگ اسلئے زندہ ہیں کہ کھائیں''

خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است
تو معتقد کہ زیستن از بہ خوردن است

کھانے کا مقصد زندہ رہنا اور ذکر کرنا ہوتا ہے۔ جب کہ تو اس بات کا قائل ہے کہ کھانے کے لئے زندہ رہنا ہے۔

۱۷۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آدمی کا کھانا دو آدمیوں کو اور دو آدمیوں کا کھانا چار آدمیوں کو اور چار آدمیوں کا کھانا آٹھ آدمیوں کو کافی ہوجاتا ہے۔ (مسلم)

کسی مہمان یا حاجت مند کے آنے سے تنگ دل نہ ہوں۔ خوشی کے ساتھ شریک کرلیا کریں کیونکہ اس طرح کام چل سکتا ہے اور گزارا ہوسکتا ہے۔

۱۹۔ جب شوربہ پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ ڈال دو اور اس میں سے پڑوسیوں کا

خیال کرلو۔ (مسلم)

یعنی ان کو بھی ہدیۃً سالن بھیج دو۔ تمہارے پانی زیادہ ڈال دینے سے ان کو بھی سالن مل سکتا ہے۔

۱۹۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک دفعہ کھانا لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہ سے کھانے کو فرمایا۔ انہوں نے کہا، اس وقت خواہش نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بھوک اور جھوٹ کو جمع نہ کرو۔ (ابن ماجہ)

یعنی جب بھوک ہو تو یہ نہ کہو کہ خواہش نہیں ہے۔ ایسی صورتحال میں دعوت بلا تکلف قبول کر کے کھانے میں شریک ہو جانا چاہیئے۔

۲۰۔ اگر کچھ لوگ مل کر کھجوریں کھا رہے ہوں تو انکے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص ایک لقمہ میں دو کھجوریں نہ کھائے جب تک کہ اپنے ساتھیوں سے اجازت نہ لے لے۔ (بخاری و مسلم)

کھجوروں کی طرح اور کوئی چیز مل کر کھا رہے ہوں تو اسکا بھی یہی حکم ہے اخلاقی حیثیت سے اس سے حرص اور لالچ کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ جذبہ ایثار کے سراسر منافی اور حرص وطمع پر دلیل ہے۔ اسلئے ایسا کرنے سے منع کر دیا گیا۔

۲۱۔ اگر کسی دوسرے شخص کے ساتھ مل کر کھانا کھا رہے ہو تو جب تک وہ کھانا کھاتا رہے اپنا ہاتھ نہ روکو اگر چہ پیٹ بھر چکا ہو، تا کہ اسے شرمندگی نہ ہو۔ اگر کھانا چھوڑنا ہی ہو تو عذر کر دو۔ (ابن ماجہ)

۲۲۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا۔ دل کو بھایا تو کھالیا پسند نہ آیا تو چھوڑ دیا۔ (بخاری)

کھانے میں عیب نہیں نکالنا چاہیئے کیونکہ اس سے اہل خانہ اور کام کرنے والوں کی دل آزاری ہوتی ہے اور ان میں حوصلہ افزائی کی بجائے نفرت اور چڑ پیدا ہوتی ہے۔ کام سدھرنے کی بجائے اور بگڑتا ہے۔ سلف صالحین کا اس بارے میں عمل یہ تھا کہ جب

مرغوب کھانا مل جاتا تو کھا کر اللہ تعالیٰ نعمتوں کا شکر ادا کرتے اور اگر کبھی غیر مرغوب چیز ہوتی تو بھوک مٹانے کے لئے پیٹ میں ڈال لیتے مگر کھانے میں کوئی نقص نہ نکالتے۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک بھائی کو کچھ رقم دی اور فرمایا، جاؤ ہمارے لئے مکھن، شہد اور روٹی خرید لاؤ۔ اس نے کہا، اے ابواسحٰق! کیا اس سب کو خرید لاؤں؟ فرمایا، تیرا ناس ہو جب ملے گا تو مردوں کی طرح کھائیں گے جب نہ ملے گا تو مردوں کی طرح صبر کریں گے۔

حضرت سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو تکلف نہ کرے اس کے لئے پسندیدہ کھانے مضر نہیں۔ البتہ جو حریص ہو اس کے لئے یہ ضرر رساں ہے۔ وہ اپنے اصحاب کو جمع کر کے ان کے سامنے عمدہ عمدہ چیزیں رکھتے۔ وہ کہتے، آپ ہمیں ان سے منع کرتے ہیں پھر آپ ہی پیش کرتے ہیں۔ فرمایا، میں جانتا ہوں کہ تم اسے چاہتے ہو، لہٰذا میرے پاس بہتر اور عمدہ چیز کھاؤ گے۔ اگر میرے پاس کوئی زاہد آئے گا تو میں نمک کے سوا کچھ اضافہ نہ کروں گا۔ فرمایا کرتے، حلال اور عمدہ چیزیں کھانا اللہ تعالیٰ کی رضا کا باعث ہے۔ بعض خلفاء کا قول ہے کہ برف سے ٹھنڈا کیا ہوا پانی اللہ تعالیٰ کے شکر میں اخلاص پیدا کرتا ہے۔

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا، حضرت! میں کتنا اور کیا کھانا کھایا کروں؟ فرمایا، تو اچھا کھا اور کام اچھی طرح کر۔ پس جب اللہ تعالیٰ مرغوب نعمتیں عطا کرے تو آدمی کو چاہئے کہ وہ ذکر وعبادت میں زیادہ کوشش کرے تاکہ اپنے آقا کو راضی کر سکے۔

۲۳۔ جو شخص جس برتن میں کھانا کھائے پھر اسے صاف کرے تو اس کے لئے برتن استغفار کرتا ہے۔ (ترمذی)

ادب یہ ہے کہ اگر تین لقموں سے زیادہ کھانا بچ جائے تو اس طرح چھوڑے کہ بعد میں کوئی کھانا چاہے تو اسے کراہت نہ ہو۔ اگر تین لقموں سے کم بچ جائے تو پھر اسے کھا کر برتن کو صاف کر لینا ہی بہتر ہے۔ بعض عوام الناس کا خیال ہے کہ برتن میں جس

قدر بھی کھانا ہو اسے ختم کرنا ہی سنت ہے۔ ہرگز ایسا نہیں ہے۔ کھانا اپنی ضرورت کے مطابق کھانا چاہئے البتہ اگر تین لقموں سے کم بچ جائے تو اب اسے چھوڑنے میں رزق کی بے ادبی ہے۔ کوئی دوسرا اتنے تھوڑے کھانے کی طرف التفات نہ کرے گا۔ اور اسکے ضائع ہونے کا خدشہ رہے گا۔ پس اگر کھانا ختم ہو جائے تو برتن کو اچھی طرح صاف کر دینا سنت ہے۔ کھانے کے بعد جو ٹکڑے گر جائیں انہیں اٹھا کر کھالینا چاہئے۔ ایک روایت میں ہے کہ جس نے برتن کو اچھی طرح صاف کیا اس کے لئے غلام آزاد کرنے کا ثواب ہے۔

۲۴۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین انگلیوں سے کھاتے تھے اور پونچھنے سے پہلے ہاتھ چاٹ لیا کرتے تھے۔ (مسلم)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو ہاتھ دھونے سے پہلے اپنی **انگلیاں چاٹ لو۔** تمہیں معلوم نہیں کہ کھانے کے کون سے حصہ میں برکت ہے۔ (مسلم)

۲۵۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اس حال میں رات گذاری کہ اسکے ہاتھ میں کوئی چیز (چکنائی) لگی ہو جس کو دھویا نہ ہو اور پھر اسکی وجہ سے کوئی تکلیف پہنچے (مثلاً زہریلا جانور کاٹ لے) تو یہ شخص اپنے نفس کے علاوہ ہرگز کسی کو ملامت نہ کرے۔ (ترمذی)

اس شخص کو اپنی سستی اور غفلت کی وجہ سے تکلیف پہنچی ہے۔

۲۶۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص پیاز یا لہسن کھائے (تو بدبو جانے تک) مسجد سے علیحدہ رہے یا فرمایا کہ اپنے گھر میں بیٹھا رہے۔ (بخاری ومسلم)

سلاد (کچے پیاز کے بغیر) کھانا اچھی عادت ہے۔ بتاتے ہیں کہ جس دسترخوان پر سبزی ہو وہاں فرشتے آتے ہیں۔

۲۷۔ اور جب پینے لگو تو بسم اللہ کہو اور جب پی کر منہ سے برتن ہٹاؤ تو الحمد للہ کہو۔

پانی وغیرہ کو اتنے آرام اور شائستگی سے پینا چاہئے کہ آواز پیدا نہ ہو، یہی ادب ہے۔

۲۸۔ اونٹ کی طرح ایک سانس میں مت پیو بلکہ دو یا تین سانس میں پیو۔ بہتر یہ

ہے کہ جب پانی پینے لگے تو پہلی مرتبہ ایک گھونٹ پی کر سانس لے پھر دو تین گھونٹ پانی پی کر سانس لے اور تیسری مرتبہ پیاس کے بقدر پانی پیے۔ اس طرح پانی پینے سے سیری بھی ہو جاتی ہے اور اندر سے نکلنے والی گندی سانس پانی میں نہیں لگنے پاتی۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ پانی کے برتن میں سانس نہیں لینا چاہئے۔ (ابوداؤد)

اگر پینے کی چیز گرم ہو جیسے چائے وغیرہ تو اول تو زیادہ گرم چیز کھانے پینے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ البتہ اتنی گرم کی اجازت ہے جو منہ نہ جلائے۔ گرم چیز کو ٹھنڈا کرنے کے لئے پھونکیں مارنا بھی کراہت سے خالی نہیں۔ یاد رکھیں کہ ہر سانس جو اندر سے باہر آتی ہے وہ بدن کی کثافتوں کو لے کر باہر نکلتی ہے۔ گرم چیز پینے میں تین دفعہ کی قید نہیں۔ چھوٹے چھوٹے گھونٹ پینے چاہئیں۔ البتہ جب ختم ہونے کے قریب ہو تو تین گھونٹ میں پی کر مستحب کا ثواب حاصل کرنا چاہئے۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ برتن میں نہ سانس لو اور نہ پھونک مارو۔ (ترمذی)

۲۹۔ جو شخص (پانی وغیرہ) پلانے والا ہو وہ سب سے آخر میں خود پینے والا ہو۔ (مسلم)

۳۰۔ برتن کی پھٹی اور ٹوٹی جگہ منہ لگا کر نہ پیے۔ (ابوداؤد)

۳۱۔ مشکیزے سے منہ لگا کر پانی مت پیو۔ (بخاری)

لوٹے، گھڑے، صراحی یا بوتل وغیرہ کو منہ لگا کر پینا بھی اسی ممانعت میں داخل ہے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ ایک تو پانی کی مقدار کا اندازہ نہیں ہوتا کہ کتنا پی لیا ہے۔ پھر یہ دیکھا نہیں جا سکتا کہ اس کے اندر کوئی مضر چیز تو نہیں۔

۳۲۔ کھڑے ہو کر مت پیو۔ (مسلم)

پانی بے ضرورت کھڑے ہو کر نہیں پینا چاہئے کیونکہ یہ وقار کے بھی خلاف ہے اور طبی حیثیت سے بھی مضر ہے۔ پانی پیتے وقت جسم کے پٹھے ڈھیلے ہوں تو بہتر ہے اور یہ بات بیٹھ کر پانی پینے سے حاصل ہوتی ہے۔ البتہ سبیل کا پانی جہاں مجمع لگا ہو اور لوگ انتظار میں ہوں کھڑے ہو کر پینا بہتر ہے۔ اگر ہر آدمی بیٹھے گا تو انتظار کرنے والوں کو تکلیف

ہوگی۔ یادرکھیں کہ زم زم کا پانی برکت دعاء اور تعظیم کی خاطر کھڑے ہوکر پینا مسنون ہے۔

۴۳۔ دستر خوان اٹھانے سے پہلے نہ اٹھو۔

بچے ہوئے کھانے اور پانی کے برتنوں کو ڈھانک کر رکھنا چاہئے تاکہ اس میں گرد وغبار یا کیڑے مکوڑے نہ پڑنے پائیں یا کوئی جانور منہ نہ ڈالے۔

۴۴۔ کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے کھلایا اور پلایا۔ اس موقع کی مختلف دعائیں حدیثوں میں آئی ہیں۔ جن میں سے ایک مختصر دعا یہ ہے:

الحمدلله الذی اطعمنا و سقاناو جعلنا من المسلمین

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور مسلمان بنایا۔

طالب علم اور مہمان نوازی

جس کی دعوت کی گئی اور اس نے قبول نہ کی تو اس نے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔

۱۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ مہمان کی عزت کرے۔

۲۔ مہمان کے اکرام میں سے ایک یہ ہے کہ ان کے لئے جلدی سے کھانا تیار کرو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا گیا۔

فمالبث ان جاء بعجل حنیذ

نہیں دیر کی اور جلدی سے لایا پکا ہوا (گوشت)۔

پس مہمان کے سامنے جلدی کھانا رکھنے میں خلق ابراہیمی کا نمونہ ہے۔ مہمان کے لئے اچھے یعنی پرتکلف کھانے کا اہتمام ایک دن ایک رات ہونا چاہئے۔ اور مہمانی تین دن تک ہے اسکے بعد صدقہ ہوگا۔ (بخاری)

۳۔ اپنے مہمان کے سامنے خود کھانا رکھے اور اسکی خدمت خود کرے۔ بعض مشائخ کا معمول تھا کہ اگر کوئی صاحب نسبت شیخ مہمان ہوتے تو ان کا کھانا سر پر رکھ

کر لے جانا اپنا اعزاز سمجھتے تھے۔

۴۔ مہمان کے ہمراہ کھاتے ہوئے یہ نیت ہو کہ اپنے بھائیوں کا اکرام کرتا ہوں اور ان کے لئے باعث فرحت ہوتا ہوں۔ اور جماعت کی برکات حاصل کرتا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جماعت میں برکت ہے'' یہ کوئی مروت کی بات نہیں کہ انسان کے بھائی اس سے ملنے آئیں اور یہ اعراض کر کے نفلی نماز میں مشغول ہو جائے یا اس کے بھائی اسکے سامنے کھانا رکھیں اور یہ نفلی روزوں کی وجہ سے ان کے ہمراہ نہ کھائے۔ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ بندہ حسن اخلاق کے ذریعہ روزہ دار اور قیام کرنے والے کا سا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔

۵۔ مہمان کے سامنے پہلے میوہ رکھا جائے بعد میں کھانا پیش کیا جائے۔ قرآنی ترتیب ہے:

وفاكهة مما يتخيرون ولحم طير مما يشتهون

اور میوہ جونسا چن لیں اور گوشت پرندوں کا جو چاہیں۔

۶۔ حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کو دعوت دی اور بڑی مقدار میں کھانا پیش کیا۔ انہوں نے کہا' اے ابو اسحٰق! آپ ڈرتے نہیں' کیا اس قدر میں اسراف نہیں ہو جائے گا؟ آپ نے فرمایا کہ مہمان کے کھانے میں اسراف نہیں ہوتا۔

۸۔ ایک سخی آدمی نے لوگوں کو کھانے کی دعوت دی اور نانبائی کو بلا کر کہا تمہارے پاس جس جس قسم کی روٹی ہو مہمانوں کو پیش کر دو۔ جب مہمان کھانے سے فارغ ہونے لگے تو اس سخی نے گھٹنے ٹیک کر کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا اور کہا اللہ تعالیٰ تم پر برکت فرمائے میری مدد کرو یعنی مزید کھاؤ اور خوب کھاؤ۔

یہ سب کچھ ان لوگوں کے لئے ہے جو صاحب استطاعت ہوں۔ اگر میزبان غریب ہے تو اسے مہمان نوازی کے سلسلہ میں ایسا تکلف نہیں کرنا چاہیئے کہ قرض لینا

پڑے یا سخت بوجھ ہو۔ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر کھانے کی دعوت دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تین شرطوں پر دعوت قبول کرتا ہوں۔

☆ تو بازار سے کچھ نہیں لائے گا۔

☆ جو گھر میں ہے اسے ذخیرہ نہیں کرے گا۔

☆ اپنے اہل وعیال کو سخت مشقت میں نہ ڈالے گا۔

۸۔ حضرت یونس علیہ السلام کے واقعہ میں آتا ہے کہ ان کے ہاں مہمان آئے۔ انہوں نے جو کا ایک ٹکڑا اور روٹی پیش کی اور جو سبزی وہ بوتے تھے وہ سامنے رکھی اور فرمایا:

"کھاؤ اگر اللہ تعالیٰ تکلف کرنے والوں پر لعنت نہ کرتا تو میں تمہاری خاطر تکلف کرتا۔"

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کے سامنے جو موجود ہوتا پیش کر دیتے۔ خشک ٹکڑے، اچھی اور معمولی کھجوریں جو ماحضر ہوتا سامنے رکھتے۔ ایک روایت میں ہے کہ جو شخص بغیر دعوت کے (کھانے کے لئے) داخل ہو گیا وہ چور بن کر اندر گیا اور لٹیرا بن کر نکلا۔ (ابوداؤد)

۹۔ حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے ابو وائل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا، فرمایا، میں اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ سلمان رضی اللہ عنہ کی ملاقات کے لئے گیا۔ انہوں نے ہمارے سامنے جو کی روٹی اور پسا ہوا نمک رکھا۔ میرے ساتھی نے کہا کہ اگر نمک کے ساتھ پودینہ بھی ہوتا تو خوب ہوتا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور لوٹا رہن رکھ کر پودینہ خرید لائے۔ جب ہم کھا چکے تو میرے ساتھی نے کہا، اللہ تعالیٰ کی حمد ہے کہ جس نے ہمیں جو روزی دی اس پر قناعت عطا کی۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اگر تو دی ہوئی روزی پر قناعت کرتا تو مجھے لوٹا گروی نہ رکھنا پڑتا۔"

ایک روایت میں ہے کہ مہمان کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ میزبان کے پاس اتنا

ٹھہرے کہ اسکا دل تنگ ہو جائے۔ (بخاری)

۱۰۔ اگر مہمان میزبان میں خوب بے تکلفی ہے تو مہمان کو چاہئے کہ اپنی پسند ناپسند کا اظہار کر دے۔

۱۱۔ جب مہمان کھانے سے فارغ ہو جائیں تو خود انہیں ہاتھ دھلوائے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ کھانے پر جمع ہوئے۔ حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف طشتری بڑھائی گئی تا کہ وہ ہاتھ دھولیں۔ وہ رک گئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اگر تیرا بھائی تیرا اکرام کرے تو اسکی عزت افزائی کو قبول کرلے اور رد نہ کر اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا اکرام کر رہا ہے''

ایک مرتبہ ہارون الرشید نے ابو معاویہ نابینا رحمۃ اللہ علیہ کو کھانے پر بلایا اور طشتری میں ان کے ہاتھوں پر خود پانی ڈالا۔ جب فارغ ہوئے تو پوچھا، اے ابو معاویہ! آپ جانتے ہیں کہ آپ کے ہاتھوں پر کس نے پانی ڈالا؟ فرمایا نہیں۔ کہا، امیر المومنین نے۔ فرمایا، اے امیر المومنین! تو نے علم کی عزت وتکریم کی۔ اللہ تعالیٰ تجھے عزت و اکرام بخشے گا جیسے تو نے علم کی عزت وتکریم کی ہے۔

۱۲۔ کھانے کے بعد مہمان کو خلال پیش کرنا چاہئے۔ بعض لوگوں کو اسکی سخت ضرورت ہوتی ہے۔ خلال کی وجہ سے دانتوں سے نکلے ہوئے ذرات کو نہیں نگلنا چاہئے۔ یہ مرض اور مکروہ چیز ہے۔ البتہ جو دانتوں سے لگا ہوا سے نگل لینے میں حرج نہیں۔ خلال کے بعد کلی کرنی چاہئے۔

۱۳۔ جب مہمان رخصت ہونے لگیں تو اگر استطاعت ہو تو انہیں ہدیہ دے کر روانہ کرے۔ وگرنہ کم از کم ان کے لئے جوتے سیدھے کرنے کو اپنی سعادت جانے۔ مسنون طریقہ یہ ہے کہ (مرد کو) رخصت کرتے وقت مہمان کے ساتھ گھر کے دروازے تک نکلے۔ (ابن ماجہ)

۱۴۔ میزبان کو چاہئے کہ دعوت دیتے وقت سات نیتیں ذہن میں رکھے۔

☆ دعوت میں اللہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی نیت ہو۔

☆ دوسری نیت سنت قائم کرنے کی ہو۔

☆ تیسری نیت یہ ہو کہ اپنے بھائی کی عزت افزائی کی خاطر دعوت دے۔

☆ چوتھی نیت، مومن بھائی کا دل خوش کرنے کی ہو۔

☆ پانچویں نیت، اسکے دل سے غم دور کرنے کی ہو۔

☆ چھٹی نیت، اپنے بھائی سے ملاقات کی ہو۔

☆ ساتویں نیت، اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی ہو۔

۱۵۔ مہمان کو چاہئے کہ پانچ آدمیوں کی دعوت قبول نہ کرے۔

☆ بدعتی آدمی کی دعوت قبول نہ کرے۔

☆ ظالموں اور ان کے مددگاروں کی دعوت قبول نہ کرے۔

☆ سود کھانے والے کی دعوت قبول نہ کرے۔

☆ ایسا فاسق جو برملا فسق میں مبتلا ہو اسکی دعوت قبول نہ کرے۔

☆ جس کا مال زیادہ تر حرام کا ہو اسکی دعوت قبول نہ کرے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تو صرف پرہیزگار کا کھانا ہی کھا''

اگر آدمی ظالموں کا کھانا کھائے تو گویا ان کے ظلم پر ان کا معاون بنا۔

خیاط بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے کسی بزرگ سے پوچھا، میں بعض ظالموں کے وکلاء کے لئے کپڑے سیتا ہوں تو کیا خطرہ ہے کہ میں ظالموں کا مددگار رہوں؟ فرمایا، تو ظالموں کا مددگار نہیں بلکہ تو خود ظالموں میں سے ہے۔ ظالموں کے مددگار تو وہ ہیں جو تجھے سوئی دھاگہ بیچتے ہیں۔

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کو ایک مرتبہ بادشاہ نے قید کیا۔ انہیں حکومت کی طرف سے کھانا دیا جاتا جسے وہ قبول نہ کرتے تھے۔ ایک نیک بڑھیا نے انہیں کھانا بھیجنا شروع کیا۔ وہ پھر بھی کھانا نہ کھاتے۔

جب قید خانے سے رہا ہوئے تو نیک بڑھیا سے ملاقات ہوئی۔ اس نے کھانا واپس

کرنیکی وجہ پوچھی اور کہا آپ جانتے تھے کہ یہ کھانا میرے گھر سے آتا ہے۔ فرمایا، ہاں ٹھیک ہے مگر یہ ایک ظالم کی طشتری میں آتا تھا۔ اس برتن کی وجہ سے میں نے واپس کر دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک مرتبہ ایک دہقان نے سونے کے پیالے میں حلوہ بھیجا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے واپس کر دیا اور فرمایا، میں نے اس برتن کی وجہ ۔ ۔ ۔ واپس کیا جس میں حلوہ تھا۔

طالب علم اور رزق

رزق سے متعلق چند آداب علم کے طالبوں کے لئے درج ذیل ہیں:

۱۔ حتی الوسع کوشش کی جائے کہ کھانا باوضو کھائیں۔

۲۔ کھانے والے دسترخوان پر پہلے بیٹھیں اور کھانا بعد میں چنا جائے۔ جب کھا چکیں تو دسترخوان سے کھانا پہلے اٹھا لیا جائے بعد میں لوگ اٹھیں۔

۳۔ زمین پر دسترخوان بچھا کر کھانا میز کرسی پر بیٹھ کر کھانے سے زیادہ ادب کے قریب ہے۔

۴۔ پلیٹ میں کھانا لے کے کھڑے ہو کر یا چل پھر کر کھانا ادب سے دور ہے۔ چل پھر کے کھانا حیوانوں کے مشابہ ہے۔

۵۔ ٹیک لگا کر کھانا ادب کے خلاف ہے۔

۶۔ کھانے میں عیب نکالنا بے ادبی ہے۔ اگر پسند نہ ہو تو نہ کھائے مگر معمولی باتوں پر نکتہ چینی نہ کرے۔

۷۔ اگر کھانا پسند آئے تو اس کی تعریف کرنا ادب میں شامل ہے۔

۸۔ دسترخوان پر گرے ہوئے لقمے کو اٹھا کر کھا لینا ادب میں شامل ہے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اور ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ ایران میں کسریٰ کے محل میں نمائندے بن کر گئے۔ کھانے کے دوران حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے لقمہ گر گیا تو انہوں نے اٹھانا چاہا۔ برابر والے آدمی نے اشارے سے کہا کہ یہ کیا کر رہے ہو؟

حضرت حذیفہ نے جواب دیا:

ا اترک سنة حبیبی لھو لاء الحمقی

کیا میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ان بے وقوف لوگوں کی وجہ سے چھوڑ دوں۔

۹۔ سالن سے آلودہ ہاتھ چاٹ لینا بہتر ہے۔ ہاتھوں سے لگے ہوئے سالن کو پانی سے دھوکر نالی میں بہا دینا خلاف ادب ہے۔ اسی طرح برتن کا بچا ہوا سالن اچھی طرح صاف کر دیا جائے۔ بعض لوگ تو سالن ڈالتے وقت پلیٹ بھر لیتے ہیں مگر تھوڑا سا کھا کر بقیہ سالن ضائع کر دیتے ہیں یہ خلاف ادب ہے۔

۱۰۔ دستر خوان مناسب جگہ پر جھاڑا جائے۔ حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ حضرت مولانا سید اصغر حسین رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں مہمان ہوئے۔ کھانے سے فراغت پر مفتی صاحب نے دستر خوان سمیٹنا چاہا۔ مولانا اصغر حسین رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا، کیا کرنا چاہتے ہیں؟ بتایا کہ دستر خوان جھاڑ دوں گا۔ پوچھا، دستر خوان جھاڑنا آتا بھی ہے؟ مفتی صاحب حیران ہوئے کہ اس میں جاننے والی کونسی بات ہے۔ لہٰذا یوں پوچھا کہ آپ بتا دیجئے کیسے جھاڑتے ہیں؟ فرمایا، یہ بھی ایک فن ہے۔ پھر ہڈیوں کو، گوشت لگی بوٹیوں کو، روٹی کے ٹکڑوں کو اور چھوٹے ذرات کو الگ الگ کیا۔ پھر ہڈیوں کو ایسی جگہ پھینکا جہاں کتے کھا سکیں۔ گوشت لگی بوٹیوں کو ایسی جگہ پھینکا جہاں بلی کھا سکے۔ روٹی کے ٹکڑوں کو دیوار پر رکھ دیا تاکہ پرندے کھا سکیں۔ چھوٹے چھوٹے ذرات کو ایسی جگہ ڈالا جہاں چیونٹیوں کا بل قریب تھا۔ پھر فرمایا، یہ اللہ تعالیٰ کا رزق ہے اسکا کوئی حصہ ضائع نہیں ہونا چاہیے۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ایک عالم مہمان ہوئے تو انہوں نے کھانے میں پھل پیش کیے۔ فراغت پر اس عالم نے کہا، حضرت! پھلوں کے چھلکے میں باہر پھینک دیتا ہوں۔ پوچھا، پھینکنے آتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ اس میں آنے

والی بات کیا ہے؟ فرمایا، میرے پڑوس میں غرباء رہتے ہیں اگر سب چھلکے ایک جگہ پھینک دیئے تو انہیں دیکھ کر حسرت ہوگی۔ پس تھوڑے تھوڑے چھلکے اس طرح متعدد جگہوں پر پھینک دیئے کہ دیکھنے والوں کو احساس بھی نہ ہو۔

۱۱۔ بعض لوگ روٹی کے بڑے بڑے ٹکڑے کوڑا کرکٹ میں ڈال دیتے ہیں۔ یہ سخت بے ادبی ہے۔ دیکھنے والوں کو چاہیئے کہ وہ ان ٹکڑوں کو اٹھا کر اونچی جگہ رکھ دیں۔

ایک بزرگ اپنی سواری پر بیٹھے کہیں جا رہے تھے اور چنے بھی کھا رہے تھے۔ ایک چنا ہاتھ سے گر گیا۔ انہوں نے سواری روکی اور نیچے اتر کر چنا اٹھا کر کھا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام گناہوں کی مغفرت فرمادی کہ اس بندے نے میرے رزق کا ادب کیا۔

۱۲۔ آج کل مشروبات پیتے ہوئے تھوڑا سا مشروب برتن میں بچا دینا فیشن بن گیا ہے۔ یہ تکبر کی علامت ہے اور رزق کی بے ادبی ہے۔ حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ بیمار ہوئے تو آپ کیلئے دودھ لایا گیا۔ آپ نے نوش فرمایا اور تھوڑا سا بچا ہوا دودھ سرہانے رکھ دیا۔ اس دوران آپ کی آنکھ لگ گئی۔ جب بیدار ہوئے تو گلاس اپنی جگہ سے غائب پایا۔ خادم سے پوچھا کہ اس بچے ہوئے دودھ کا کیا معاملہ بنا؟ اس نے کہا' حضرت! ایک گھونٹ ہی تو تھا وہ پھینک دیا۔ آپ بہت ناراض ہوئے۔ فرمایا، تم نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری کی۔ خود ہی پی لیتے یا طوطے بلی وغیرہ کو پلا دیتے تاکہ مخلوق خدا کو فائدہ پہنچتا۔ پھر ایک اصول سمجھایا کہ جن چیزوں کی زیادہ مقدار سے انسان اپنی زندگی میں فائدہ اٹھاتا ہے اسکی تھوڑی مقدار کی تعظیم اس کے ذمے واجب ہوتی ہے۔

۱۳۔ حضرت خواجہ فضل علی شاہ قریشی مسکین پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ پر سالکین کا ہر وقت ہجوم رہتا تھا۔ ایک مرتبہ جب سالکین کے لئے دستر خوان بچھایا گیا اور کھانا چن دیا گیا تو حضرت نے فرمایا، فقیرو! یہ روٹی جو تمہارے سامنے رکھی گئی

ہے۔ اسکی گندم کے لئے کھیت میں باوضو ہل چلایا گیا، باوضو پانی دیا گیا، جب گندم کی فصل پک کر تیار ہوگئی تو اسے باوضو کاٹا گیا، پھر گندم کو بھوسے سے باوضو جدا کیا گیا، اس گندم کو باوضو پیس کر آٹا بنایا گیا، پھر اس آٹے کو باوضو گوندھا گیا، اس کی روٹی باوضو بنائی گئی، پھر باوضو آپ کے سامنے لاکر رکھی گئی۔ کاش! کہ آپ بھی اسے باوضو کھا لیتے۔

طالب علم اور لباس

اسلام دین فطرت ہے اس نے ستر پوشی کو دین کا اتنا اہم جز ٹھہرایا ہے کہ بلا مجبوری اس کے بغیر نماز بھی ادا نہیں ہوسکتی۔ لباس پہننے کے تین مقاصد ہوتے ہیں۔

۱۔ جسم کو سردی اور گرمی کی تکلیف سے بچایا جائے۔

۲۔ انسانی بدن کے جن حصوں پر دوسروں کی نظر نہیں پڑنی چاہئے وہ چھپے رہیں۔

۳۔ انسانی شخصیت کو زیب و زینت نصیب ہو۔

مردوں کے لئے ناف سے لے گھٹنے تک کا حصہ اور شریف آزاد عورتوں کے لئے سر کے بالوں سے لیکر ٹخنوں اور گٹوں تک اور لونڈیوں کے لئے پیٹ اور پیٹھ سے لے کر گھٹنوں تک کا حصہ ستر قرار دیا گیا ہے۔ انسان کیلئے ستر کا غیر کے سامنے کھولنا جائز نہیں۔ حتیٰ کہ تنہائی میں بلا وجہ کھولنا بھی پسندیدہ نہیں۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر ہم تنہائی میں ہوں یعنی کوئی دوسرا دیکھنے والا نہ ہو تو کیا ستر کھول سکتے ہیں؟ فرمایا، اللہ تعالیٰ تو دیکھتا ہے اس سے اور زیادہ حیا کرنا چاہئے۔ ایک روایت میں ہے کہ کبھی ننگے نہ ہو کیونکہ تمہارے ساتھ فرشتے رہتے ہیں جو برہنگی کے وقت تم سے الگ ہو جاتے ہیں۔ ان سے شرم کرو اور ان کا لحاظ رکھو۔

حضرت آدم علیہ السلام اور بی بی حوا کو بہشت کا لباس پہنایا گیا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں بھول ہوئی تو وہ لباس بدن سے اتر گیا۔ وہ فوراً درخت کے پتوں سے اپنی برہنگی چھپانے لگے:

فلما ذاقا الشجرة بدت لهما سو آتهما و طفقا یخصفان علیهما من ورق الجنة (اعراف)

جب ان دونوں نے درخت کو چکھا ان کے ستر ان پر کھل گئے تو وہ اپنے اوپر درخت کے پتوں کو جوڑنے لگے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ستر پوشی انسان کی فطرت ہے گو کہ دنیا میں آکر نفس و شیطان کے اثرات سے یہ فطرت بگڑ جاتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یبنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سو اتکم و ریشا و لباس التقوی ذلک خیر (اعراف)

اے اولاد آدم! ہم نے اتاری تم پر پوشاک جو ڈھانکے تمہارے ستر اور یہ ہے زینت کا سامان۔ اور پرہیزی کا لباس بہتر ہے۔

شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔ اب وہی لباس پہنو جس میں پرہیز گاری ہو۔ مرد ریشمی نہ پہنے کہ لوگوں کو نظر آوے اور اپنی زینت نہ دکھادے۔

آداب لباس کی مزید تشریح درج ذیل احادیث سے ہوتی ہے:

۱۔ جس نے (دنیا میں) نام و نمود کا لباس پہنا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائے گا۔ (مسند احمد)

لباس تین طرح کے ہوتے ہیں:

(۱)..... آسائش کا لباس۔ (یہ جائز ہے)

(۲)..... زیبائش کا لباس۔ (یہ بھی جائز ہے)

(۳)..... نمائش کا لباس۔ (یہ ناجائز ہے)

۲۔ طالب علم کو (کسی خاص عذر کے بغیر) ریشم کا بنا ہوا کپڑا نہیں پہننا چاہئے کیونکہ اس سے زنانہ پن کا اظہار ہوتا ہے اور محنت کی بجائے عیش کی یاد دلاتا ہے۔

۳۔ مرد عورت کا اور عورت مرد کا لباس نہ پہنے کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی لعنت

ہوتی ہے۔(ابوداؤد)

مردوں کے لئے عورتوں کی سی پوشاک اور عورتوں کے لئے مردوں کی سی پوشاک پہننا جائز نہیں کیونکہ یہ دونوں کی اخلاقی پستی کی دلیل ہے۔

۴۔ جب تم (کپڑے) پہنو اور جب تم وضو کرو تو داہنی طرف سے شروع کیا کرو۔(ابوداؤد)

۵۔ کھاؤ پیو، صدقہ کرو اور پہنو (لیکن) اس حد تک کہ فضول خرچی اور غرور کی ملاوٹ نہ ہو۔(مسند احمد)

۶۔ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" تم سفید کپڑے پہنو کیونکہ یہ صاف ستھرے اور پاکیزہ ہوتے ہیں۔(یہ مردوں کو ترغیب دی گئی ہے) اور سفید کپڑوں میں اپنے مردوں کو کفن دو۔"(ترمذی)

۷۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب پگڑی باندھتے تو عمامہ کا شملہ مونڈھوں کے درمیان ڈال دیتے تھے۔(ترمذی)

۸۔ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے اور مشرکین کے درمیان ٹوپیوں پر پگڑی ہونے کا فرق ہے۔(ترمذی)

پگڑی باندھنے کی صورت میں اس کے نیچے ٹوپی ہونی چاہئے۔

۹۔ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو پگڑی پہنائی تو اس کا (ایک) کنارہ سامنے کی طرف اور دوسرا کنارہ پیچھے کی طرف ڈال دیا۔(ابوداؤد)

۱۰۔ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آستین پہنچوں تک تھی۔

آستین والی پوشاک پہنتے وقت پہلے داہنے ہاتھ میں آستین ڈالنی چاہئے۔

۱۱۔ ارشاد فرمایا کہ ٹخنے سے نیچے جو تہبند (پائجامہ) کا حصہ ہوگا وہ دوزخ میں ہوگا۔(بخاری)

یہ حکم مردوں کے لئے ہے۔ انہیں تہبند یا پائجامہ اس طرح باندھنا چاہیے کہ ٹخنوں سے اوپر رہے۔ عورتوں کو چاہیے کہ ٹخنے ڈھانکے رہیں البتہ اتنا نیچا کپڑا عورتیں بھی نہ پہنیں کہ زمین پر گھسٹتا رہے۔

۱۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنے تہبند کو تکبر کے طور پر اتراتے ہوئے گھسیٹا اللہ تعالیٰ قیامت کے وقت اسکی طرف نظر رحمت سے نہ دیکھیں گے۔ (بخاری ومسلم)

۱۳۔ ایسا لباس جس کی طرف بے اختیار لوگوں کی انگلیاں اٹھیں پہننا ٹھیک نہیں۔ خواہ امیروں کی زرق برق پوشاکیں ہوں یا صوفیوں کے کیرودار جبے ہوں۔ کیونکہ ایسے کپڑے پہننے والوں کی اصل منشاء اپنے کو دوسروں سے ممتاز بنانے کی چھپی خواہش ہے۔ یہ ہوس نفس کا کھلا ثبوت ہے۔

۱۴۔ طالب علم یا طالبات کوئی ایسے باریک کپڑے نہ پہنے جن سے ستر دکھائی دے۔ عورتوں کے لئے خصوصیت کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کتنی کپڑے پہننے والیاں ہیں جو حقیقت میں ننگی رہتی ہیں۔''

۱۵۔ ایسا کپڑا پہننا جس سے پوری ستر پوشی نہ ہو یعنی اس سے ستر کے پورے حدود نہ چھپیں جائز نہیں۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بڑی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کوئی ایسا ہی کپڑا پہن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے اسماء! جب عورت جوان ہو جائے تو ان کے سوا کھولنا حلال نہیں۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ کیا)۔

۱۶۔ طالب علم شوخ رنگ خصوصا سرخ رنگ کے کپڑے نہ پہنے۔ سرخ دھاری کے کپڑے جائز ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ دھاری والی چادر اوڑھی ہے۔ زرد رنگ کے کپڑے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنے ہیں۔ سبز رنگ کی چادر بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اوڑھی ہے۔ اس رنگ کا

تہبند بھی باندھا ہے۔ سیاہ اور سبز رنگ کا عمامہ بھی استعمال فرمایا۔

۱۷۔ نیا لباس پہنتے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے تھے:

الحمدلله الذی کسانی هذا، ورزقنی من غیر حول منی ولاقوة

اللہ تعالیٰ کی حمد کہ اس نے مجھ کو یہ پہنا وا عطا کیا میری قوت کے بغیر (محض اپنے فضل سے)۔

۱۸۔ جوتا پہنتے وقت پہلے دائیں پاؤں میں جوتا ڈالو۔ جب جوتا اتارو تو پہلے بایاں پاؤں نکالو۔ (بخاری)

۱۹۔ ایک جوتا پہن کر نہ چلو دونوں جوتے اتار دو یا دونوں پہن لو۔ (بخاری)

۲۰۔ مومن کا لباس کفار کے لباس سے مشابہ نہیں ہونا چاہئے۔ حدیث پاک میں ہے:

من تشبه بقوم فهو منهم

جس نے جس قوم سے مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہوا۔

سلف صالحین کے اقوال

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا "لباس لباس سے اس وقت مشابہ ہوتا ہے جب دل دل سے مشابہ ہوتا ہے"

جو لوگ مسنون لباس پہنتے ہیں یہ ان کے قلب میں عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راسخ ہونے کی دلیل ہے۔ جو لوگ فاسقانہ لباس پہنتے ہیں یہ ان کے قلب کے فسق پر دلیل ہے۔

بعض سلف صالحین کا فرمان ہے "زہد کی ابتداء لباس ہے" بعض علماء کا فرمان ہے "جس کا لباس رقیق ہے اسکا دین بھی رقیق ہوگیا"

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ائمہ ہدایت پر پابندی لگائی کہ وہ معمولی درجہ کا لباس اختیار کریں تا کہ دولتمند انکی پیروی کریں اور فقیر کو ان کا فقر شکستہ دل نہ کرے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ سوت کا موٹا لباس پہنتے تھے۔ ان کی قمیص کی قیمت تین درہم اور پانچ درہم کی ہوتی تھی۔ اگر انگلیوں سے آستین آگے بڑھ جاتی تو وہ کاٹ دیتے اور فرماتے، یہ تواضع کے قریب تر ہے اور اس قابل ہے کہ مسلمان میری اقتداء کریں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

''بوسیدہ کرو کپڑے وغیرہ کو۔ کھردرا لباس استعمال کرو چست رہو اور عجم کے لباس یعنی قیصر و کسریٰ کے لباس سے بچ کر رہو۔''

حدیث پاک میں ہے کہ

''اللہ تعالیٰ سادہ لباس پہننے والے کو پسند کرتا ہے جو اسکی پروانہ کرے کہ کیا پہنا''

یعنی جو نفاست اور قرینے میں ڈوبا نہ رہے بلکہ جیسا ملا ویسا پہن لیا۔

ایک روایت میں ہے کہ جو آدمی بھی لباس شہرت پہنے جب تک اسے اتار نہ دے اللہ تعالیٰ اس سے اعراض فرمالیتا ہے۔ چاہے اس کے نزدیک وہ (پہلے) محبوب ہو۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے:

''ایسا لباس پہنو جو علماء میں تیری شہرت نہ کرے اور جہلاء میں تیری تحقیر نہ کرے''

حضرت ابن شبرمہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''بہترین کپڑا وہ ہے جو میری خدمت کرے اور بدترین کپڑا وہ ہے جس کی میں خدمت کروں۔''

بعض سلف کا فرمان ہے کہ مجھے سب سے پسندیدہ لباس وہ ہے جو مجھ سے خدمت نہ کرائے اور مجھے سب سے محبوب کھانا وہ ہے جس کے بعد ہاتھ نہ دھونے پڑیں۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لباس میں چودہ پیوند شمار کیے گئے۔ ان میں سے بعض چمڑے کے تھے۔

بعض علماء سلف کا قول ہے کہ ابن آدم پر کپڑوں کی کثرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لئے سزا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

''اگر تو مجھ سے ملنا چاہتی ہے تو اغنیاء کی ہم نشینی سے بچتی رہنا اور اس وقت تک کپڑا نہ اتارنا جب تک اسے پیوند نہ لگے''

طالب علم اور ملاقات

۱۔ دنیا کی تمام قوموں میں ملاقات کے وقت خوشی اور محبت ظاہر کرنے کے لئے کچھ الفاظ بولے جاتے ہیں۔ اسلام سے قبل عربوں میں ملاقات کے وقت انعم الله بک عینا (تمہاری صبح خوشگوار ہو) کے الفاظ کہنے کا دستور تھا۔ اہل فارس ''ہزار سال بزی'' (ہزار سال جیو) کا فقرہ کہتے تھے۔ یورپ میں گڈ مارننگ (اچھی صبح) اور گڈ ایوننگ (اچھی شام) وغیرہ کہنے کا رواج تھا۔ مگر اسلام نے ان سب کی بجائے ''**السلام علیکم**'' کے الفاظ کہنے کی تعلیم دی۔ اس میں مندرجہ ذیل مصلحتیں ہیں:

☆...... یہ تمام انبیائے کرام کا متفقہ طریقہ ہے۔

☆......اس کی صورت ذکر و دعا کی ہے گویا دائمی اور سرمدی سلامتی کا راز ہے۔

☆......اس میں مذہبی شان زیادہ پائی جاتی ہے یعنی وہ سلامتی جو اللہ تعالیٰ کی طرف بندوں پر نازل ہوتی ہے۔

☆......اس میں مبالغہ آمیز تعظیم نہیں پائی جاتی جو بندگی، کورنش اور آداب عرض کے الفاظ میں ہے۔

☆...... دنیا میں ایک دوسرے کو سب سے بہتر یہی دعا دے سکتا ہے کہ تم پر سلامتی ہو۔

☆...... یہ الفاظ مسلمانوں کے درمیان آپس کی پہچان اور علامت ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کرنے کے بارے میں درج ذیل تعلیمات دی ہیں:

☆ ہر مسلمان کو سلام کرو جان پہچان ہو یا نہ ہو۔ (بخاری)

عورتیں عورتوں میں اس کا خیال رکھیں اور مرد مردوں میں اس کا خیال رکھیں۔

☆ ہر سوار، پیدل چلنے والے کو، پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کو اور تھوڑی تعداد والی جماعت بڑی جماعت کو اور چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔ (بخاری)

☆ بات کرنے سے پہلے سلام کیا جائے۔ (ترمذی)

☆ یہود و نصاریٰ کو سلام نہ کرو۔ (مسلم)

ہندو سکھ عیسائی مرزائی سب اسی حکم میں شامل ہیں۔

☆ جب ملاقات کے وقت اپنے بھائی کو سلام کرلیا اور (ذرا دیر کو) درمیان میں درخت یا پتھر یا دیوار کی آڑ آگئی پھر اسی وقت دوبارہ ملاقات ہوگئی تو دوبارہ سلام کرے۔ (ابوداؤد) یعنی یہ نہ سوچے کہ ابھی چند لمحے تو پہلے سلام کیا ہے اب دوبارہ اتنی جلدی کیوں سلام کروں۔

☆ جب تم اپنے گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کرو۔ اس سے تمہارے اور تمہارے گھر والوں کے لئے برکت ہوگی۔ (ترمذی)

☆ جب کسی گھر میں داخل ہو تو وہاں کے لوگوں کو سلام کرے اور جب وہاں سے رخصت ہونے لگے تو سلام کرے۔ (بیہقی)

☆ اللہ تعالیٰ سے سب سے قریب وہ شخص ہے جو (دوسرے کا انتظار کئے بغیر) خود سلام میں پہل کرے۔ (بخاری)

☆ سلام میں رحمۃ اللہ و برکاتہ کے الفاظ کا اضافہ کرنا اور بھی موجب ثواب ہے۔

☆ ایک بار ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا، السلام علیکم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو دس نیکیاں ملیں۔ دوسرا آدمی آیا اور اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس کو بیس نیکیاں ملیں۔ تیسرا آدمی آیا اور اس نے کہا، السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسکو تیس نیکیاں ملیں۔

☆ جس شخص کو سلام کیا جائے اس پر واجب ہے کہ سلام کا جواب اسی طریقہ سے بلکہ اس سے بہتر طریقہ سے دے۔

۲۔ ملاقات کے وقت اظہار محبت کا دوسرا ذریعہ مصافحہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سلام کا تکملہ مصافحہ کرنا (یعنی ہاتھ کا پکڑنا) ہے۔ مدینہ میں یہ تحفہ اہل یمن لائے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمالیا۔

☆ تمہارے آپس میں سلام کی تکمیل یہ ہے کہ مصافحہ کرلیا جائے۔ (احمد)

☆ جب دو مسلمان ملاقات کے وقت آپس میں مصافحہ کریں تو جدا ہونے سے پہلے ضروران کی بخشش کردی جاتی ہے۔ (ترمذی)

۳۔ ملاقات یا کسی کام کے لئے کسی کے گھر جانے کے لئے صاحب خانہ سے اجازت لینا ضروری ہے:

یا ایها الذین آمنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا و تسلموا علی اهلها ذلکم خیر لکم لعلکم تذکرون. فان لم تجدوا فیها احدا فلا تدخلوها حتی یوذن لکم وان قیل لکم ارجعوا فارجعوا هو ازکی لکم والله بما تعملون علیم.

اے مسلمانو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل ہونے کے لئے اجازت لو اور سلام کرو اہل خانہ پر یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم سمجھو۔ پھر اگر تم سے کہا جائے کہ واپس ہو جاؤ تو (بے تامل) لوٹ آؤ۔ یہ تمہارے لئے زیادہ صفائی کی بات ہے اور تم جو کچھ بھی کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسکو جانتا ہے۔

☆ غیر محرم عورتوں سے گفتگو کرنے کے لئے ان کے شوہروں سے اجازت لینے کی ضرورت ہے۔ (ترمذی)

☆ اگر کوئی شخص بلا اجازت کسی کے گھر میں تانک جھانک کرے اور کوئی اس کی

آنکھ پھوڑ دے تو اس پر کوئی الزام نہیں۔ (ترمذی)

ایک بار کسی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارک میں تانک جھانک کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت لوہے کی ایک کنگھی سے سر جھاڑ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں جانتا کہ تم دیکھ رہے ہو تو اس کو تمہاری آنکھوں میں گھسا دیتا۔ پھر فرمایا:

انما جعل الاذن من قبل البصر

پھر فرمایا:

انما جعل الاستیذان من اجل البصر

اجازت کی ضرورت تو اسی لئے ہے کہ دیکھو نہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب کسی مکان پر جا کر دستک دیتے تو دروازے کے سامنے کھڑا ہونے کی بجائے دائیں یا بائیں کھڑے ہوتے۔

۴۔ کسی گھر کے میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ سلام کر کے کہے کہ کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟ اگر تین بار کہنے کے باوجود اجازت نہ ملے تو واپس چلے جانا چاہئے۔ (ابوداؤد)

☆ اگر کسی کو خود بلایا جائے تو اس کو اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ (ادب المفرد)

☆ اگر کوئی شخص گھر کے دالان میں سامنے بیٹھا ہو اور اس کے ساتھ کوئی دوسرا نہ ہو تو اس وقت بھی اجازت لینا ضروری نہیں۔ (ادب المفرد)

☆ بازار کی دکانوں میں یا دوسری عوامی جگہوں میں جانے کیلئے اجازت مانگنے کی پابندی نہیں۔ عرف میں اجازت ہوتی ہی ہے۔

☆ اگر اپنے گھر میں مرد داخل ہونا چاہیں تو بھی بہتر یہی ہے کہ اجازت لیں۔ اگر گھر کی عورتیں بے تکلفی کی حالت میں ہوں تو سنبھل جائیں گی یا اگر غیر محرم عورتیں آ گئی ہوں تو ہوشیار ہو جائیں گی۔

۵۔ جن لوگوں سے پردہ کرنا ضروری نہیں مثلاً چھوٹے بچے، لونڈی یا غلام وغیرہ ان کے لئے ہر وقت اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ اس میں عمومی حرج ہے۔

البتہ خاص خاص اوقات میں ان کے لئے بھی اجازت لینا ضروری ہے۔ مثلاً نماز صبح سے پہلے، دوپہر قیلولہ کرنے کے وقت اور نماز عشاء کے بعد۔

۶۔ جب چھوٹے لڑکے حد بلوغ کو پہنچ جائیں تو ان کے لئے بھی اسی طرح اجازت طلب کرنا ضروری ہے جس طرح بڑی عمر کے لوگ گھر میں داخلے کی اجازت طلب کرتے ہیں۔

طالب علم اور مجلس

آداب مجلس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ وقار اور شائستگی کی شکل پیدا ہو۔ نشست و برخاست کے چند آداب علم کے طالبوں کے لئے درج ذیل ہیں:

۱۔ مجلس میں جہاں تک نشست کا دائرہ پہنچ چکا ہو بے تکلف وہاں جگہ ملنے پر بیٹھ جانا چاہئے۔ مجمع کو چیر کر آگے جانے کی کوشش نہ کرے اس سے پہلے آنے والوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ مزید برآں ایسا کرنا غرور و تکبر کی علامت ہے۔ جمعہ کی جماعت میں بالخصوص تخطی رقاب (دوسروں کی گردنوں کو روند کر آگے بڑھنا) حدیث پاک میں منع کیا گیا ہے۔

۲۔ اگر کوئی شخص مجلس میں ایک جگہ بیٹھا ہو پھر وقتی ضرورت کے لئے اٹھ کر جائے تو پلٹنے کے بعد اس جگہ کا وہی حقدار ہوگا۔

الفضیلة للمتقدم

پہلے آنے والے کا حق فائق ہوتا ہے۔

۳۔ اگر کہیں دو شخص باہم مصروف گفتگو ہیں تو تیسرے کو بغیر اجازت مخل ہونے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ حدیث پاک میں ہے کہ کسی شخص کے لئے حلال نہیں کہ دو شخصوں کے درمیان بغیر انکی اجازت کے بیٹھ جائے۔ (ترمذی)

۴۔ اگر مجلس میں کچھ لوگ حلقہ باندھ کر بیٹھے ہوں تو کسی کو اس حلقہ کے وسط میں نہیں بیٹھنا چاہئے۔ اس حالت میں کچھ لوگوں کی طرف اسکا منہ ہوگا کچھ کی طرف پشت ہوگی۔ ایسے شخص پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے۔ (ترمذی)

۵۔ مجلس میں اگر لوگ بیٹھے ہیں تو بعد میں آنے والوں کو جگہ ہونے کے باوجود کھڑے رہنا منع ہے۔ (ابوداؤد)

۶۔ مجلس میں جو جگہ معزز ہو از خود وہاں بیٹھنے کی کوشش نہ کی جائے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اپنے بھائی کی معزز جگہ پر اسکی اجازت کے بغیر کوئی نہ بیٹھے۔ (ترمذی)

۷۔ کسی کو اسکی جگہ سے اٹھا کر خود نہیں بیٹھنا چاہئے۔ حدیث پاک میں ہے کہ بیٹھنے والوں کو چاہئے کہ آنے والوں کو جگہ دینے کیلئے مجلس کشادہ کرلیں۔ (بخاری)

۸۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یاایھا الذین آمنوا اذاقیل لکم تفسحوا فی المجالس فافسحوا یفسح اللہ لکم واذاقیل انشزوا فانشزوا

اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں کشادگی کرو تو کرلیا کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کشادگی کرے گا اور اگر کہا جائے کہ اٹھ جاؤ تو اٹھ جایا کرو۔

۹۔ مجلس میں سب لوگ متفرق نہ بیٹھیں بلکہ مل مل کر بیٹھیں۔ (ابوداؤد)

۱۰۔ جب کوئی مسلمان بھائی تمہارے پاس آئے تو جگہ ہونے کے باوجود اس کے اکرام کے لئے ذرا سا کھسک جاؤ۔ (بیہقی)

۱۱۔ جب مجلس میں تین آدمی ہوں تو ایک کو چھوڑ کر دو آدمی آپس میں سرگوشیاں نہ کریں کیونکہ اس سے تیسرے کو رنج ہوگا۔ (بخاری) کسی ایسی زبان میں باتیں کرنا جس کو تیسرا آدمی نہیں جانتا وہ بھی اسی حکم میں ہے۔

۱۲۔ انسان پر سب سے زیادہ اثر صحبت کا پڑتا ہے۔ اس لئے ہمیشہ نیک لوگوں سے مجلس رکھنی چاہئے۔ ایک مثل مشہور ہے کہ اگر کسی کے اخلاق کا پتہ لگانا چاہو تو اس کے دوستوں کے اخلاق کا پتہ لگاؤ۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ "آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے" اس لئے ہر شخص کو دیکھ لینا چاہئے کہ وہ کس سے دوستی کرتا ہے۔

۱۳۔ ہر چیز کا سردار ہوتا ہے اور مجلسوں کی سردار مجلس وہ ہے جس میں قبلہ رو ہو کر بیٹھا جائے۔ (طبرانی)

۱۴۔ مجالس امانت کے ساتھ ہیں (ابوداؤد)۔ مجلس میں جو بات سنیں اسکا دوسری جگہ نقل کرنا امانت داری کے خلاف اور گناہ ہے (بجز دینی بات کے)

طالب علم اور گفتگو

انسانی شخصیت کا پہلا اندازہ چہرے کو دیکھنے سے ہوتا ہے اور دوسرا حتمی اندازہ اس کی گفتگو سے ہوتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے "المرء تحت لسانہ" (ہر آدمی اپنی زبان کے پیچھے چھپا ہوتا ہے)۔ پس انسان اپنی گفتگو ہی سے پہچان لیا جاتا ہے۔ طالب علموں کے لئے آداب گفتگو درج ذیل ہیں۔

۱۔ گفتگو ہمیشہ نرمی سے کرنے کی کوشش کریں۔ بعض حکماء کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زبان میں اسی لئے کوئی ہڈی نہیں بنائی تاکہ یہ نرم رہے اور اس سے نرمی سے گفتگو کی جائے۔

ایک بزرگ کسی نوجوان سے سخت ناراض ہوئے اور اسے سخت سست کہنے لگے۔ اس نے جواب دیا، حضرت! آپ میری کوتاہی کے باوجود میرے ساتھ نرمی فرمائیں۔ نہ میں فرعون سے زیادہ برا ہوں اور نہ ہی آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں۔ جبکہ پروردگار عالم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ نرمی کے ساتھ باتیں کرو۔

فقولا له قولا لينا

تم ان سے نرم بات کرنا۔

قرآن مجید کے الفاظ کو شمار کیا جائے تو درمیانی لفظ ولیتلطف بنتا ہے۔ گویا قرآن مجید کا مرکزی پیغام یہی ہے کہ انسان ایک دوسرے سے گفتگو کرتے ہوئے نرمی کا معاملہ کریں۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نرمی پر جو رحمتیں نازل کرتا ہے وہ سختی پر نہیں کرتا۔

۲۔ جو بات کہی جائے اچھی ہو۔ اس میں اپنا یا دوسرے کا نفع ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

وقولوا للناس حسنا

لوگوں سے اچھی بات کہو۔

ایسی بات نہ کی جائے جس میں طعن ہو یا جس میں دوسرے کی تحقیر ہو۔

۳۔ بات ہمیشہ انصاف پر مبنی اور درست ہونی چاہئے۔ اگر بیشتر لوگ اسکا خیال رکھیں تو آپس میں لڑائی جھگڑے بہت کم ہوں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یاایھا الذین آمنوا اتقوالله وقولوا قولا سدیدا یصلح لکم اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو سنواریگا اور گناہ معاف کریگا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نرم، معقول اور دلجوئی کی باتیں کرنا صدقہ کے برابر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قول معروف و مغفرة خیر من صدقه یتبعها اذی

نیک بات کہنا اور درگزر کرنا اس خیرات سے بہتر ہے جس کے پیچھے دل آزاری ہو۔

۵۔ گفتگو عموماً آہستگی اور مناسب آواز کے ساتھ کی جائے۔ بے موقع چیخ چیخ کر باتیں کرنا حماقت و جہالت کی دلیل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

واغضض من صوتک. ان انکر الاصوات لصوت الحمیر

اور اپنی آواز پست کر۔ کہ سب آوازوں میں بری آواز گدھے کی ہے۔

۶۔ فضول باتوں سے پرہیز کرنا، وقار کی نشانی ہے۔ قرآن مجید میں مومنین کی ایک صفت یہ بھی بتائی گئی ہے کہ

والذین هم عن اللغو معرضون

اور جولغو باتوں سے اعراض کرتے ہیں۔

انسان جو کچھ منہ سے نکالتا ہے فرشتے اس پر گواہ ہوتے ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مایلفظ من قول الا لدیه رقیب عتید

آدمی کوئی لفظ نہیں بولتا مگر ایک نگران اس پر حاضر رہتا ہے۔

حدیث پاک میں ہے:

''جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ نیک بات کہے ورنہ چپ رہے''

دوسری حدیث میں ہے۔آدمی کے اسلام کی خوبیوں میں سے ایک یہ ہے کہ جس چیز سے اس کو مطلب نہ ہو ادھر توجہ نہ دے۔یہ حدیث جوامع الکلم میں ہے جو دریا کو کوزے میں بند کرنے کے مترادف ہیں۔

۷۔ اگر کبھی کسی جاہل سے سابقہ پڑ جائے تو اس سے بحث وتکرار کی بجائے سلامتی کی بات کرکے الگ ہو جائیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما

جب ناسمجھ ان کو خطاب کریں تو وہ جواب میں سلامتی کی بات کریں۔

۸۔ گفتگو ہمیشہ بامقصد ہونی چاہئے۔فضول گفتگو کرنے والوں کے بارے میں احادیث میں آیا ہے کہ وہ میری امت کے بدترین افراد ہیں۔(ادب المفرد)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ بعض اوقات ایک بات سے اللہ تعالیٰ کی تا قیامت خوشنودی حاصل ہوتی ہے یا پھر تا قیامت ناراضگی ہاتھ آتی ہے۔(موطا امام مالک)

۹۔ مخاطب کو جو بات اچھی طرح سمجھانی ہو اسکو صفائی وسہولت کے ساتھ کہا جائے بلکہ اسے دہرادینا بہتر ہوتا ہے تاکہ وہ اچھی طرح سمجھ جائے۔حدیث پاک میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی بات کہتے تھے تو تین بار اسکا اعادہ فرماتے تھے۔(ابوداؤد)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں ترتیل و ترسیل پائی جاتی تھی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كان كلام رسول الله صلى الله عليه وسلم كلاما فصلا يفهمه كل من سمعه

رسول اللہ ﷺ کا کلام واضح ہوتا تھا۔ ہر سننے والا اسکو سمجھ لیتا تھا۔

۱۰۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ میں مختصر گفتگو کروں چونکہ اختصار بہتر ہے۔ (ابوداؤد)

۱۱۔ بعض اوقات گفتگو سے فخر و مباہات کا اظہار ہوتا ہے۔ بعض لوگ چبا چبا کر باتیں کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ اس بلیغ آدمی کو مبغوض رکھتا ہے جو اپنی زبان کو اس طرح توڑتا موڑتا ہے جس طرح بیل اپنی زبان کو توڑ موڑ کر گھاس کھاتا ہے''۔ ایک اور جگہ ارشاد فرمایا'' جو شخص انداز گفتگو میں اس لئے ادل بدل کرتا ہے کہ لوگوں کو اپنا گرویدہ بنائے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسکا فدیہ وتوبہ قبول نہ کرے گا۔ (ابوداؤد)

۱۲۔ جب کئی لوگ کلام کے مخاطب ہوں تو توجہ ایک ہی طرف نہ رکھنی چاہئے بلکہ ٹھہر ٹھہر کر ہر ایک کی طرف منہ کیا جائے تاکہ دوسروں کو عدم التفات کی شکایت نہ ہو۔ (ادب المفرد)

طالب علم کا چلنا، پھرنا

علم کے طالبوں کو چاہئے کہ راستہ میں چلتے وقت متانت اور خاکساری کے ساتھ قدم اٹھائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

و عباد الرحمن يمشون على الارض هونا

اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر دبے پاؤں چلتے ہیں۔

اکڑ کر چلنا اللہ تعالیٰ کو ناپسندیدہ ہے۔ ارشاد ہے:

ولا تمش فی الارض مرحا. ان اللہ لایحب کل مختال فخور

زمین میں اکڑ کر نہ چل۔ بے شک اللہ تعالیٰ مغرور اور فخر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

دوسری جگہ فرمایا:

ولا تمش فی ارض مرحا. انک لن تخرق الا رض ولن تبلغ الجبال طولا

اور زمین میں اکڑ کر نہ چل۔ بے شک نہ تو زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ پہاڑوں تک اونچائی میں پہنچ سکتا ہے۔

۳۔ راستہ میں چلتے ہوئے ادھر ادھر تاک جھانک کرنا اور غیر محرم عورتوں کی طرف دیکھنا منع ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قل للمومنین یغضوا من ابصارھم

اور ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔

۴۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ راستہ میں اس رفتار سے چلتے گویا کوئی اونچی جگہ سے نیچے کی طرف آرہا ہو۔ اور یہ انسانی صحت کے لئے چلنے کا بہترین انداز کہلاتا ہے۔

۵۔ راستہ میں چلتے ہوئے ادب و وقار کا خیال رکھنا چاہئے حتی کہ اگر معلوم ہو کہ نماز باجماعت شروع ہو چکی تو بھی دوڑ کر اس میں شامل نہ ہوں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

''اگر مسجد میں تکبیر ہو رہی ہو یا نماز کھڑی ہو چکی ہو تو دوڑ کر اس میں شامل نہ ہو بلکہ تم متانت اور وقار کے ساتھ آکر جماعت میں ملو''۔ (صحیح مسلم)

۶۔ گلی کوچہ میں چلتے ہوئے طہارت و پاکیزگی کی نیت سے پاؤں میں جوتے

پہنے جائیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

''اکثر جوتے پہنا کرو جوتے پہننے والا بھی ایک طرح کا سوار ہوتا ہے''۔ (ابوداؤد)

۷۔ جوتے دونوں پاؤں میں پہنے جائیں یا دونوں ننگے رہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ایک میں جوتا ہو دوسرے میں نہ ہو۔ (ابوداؤد)

البتہ گھر میں کوئی دو چار قدم اس طرح چل لے تو مضائقہ نہیں۔ (ترمذی)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گھر میں ننگے پاؤں چلنا بھی ثابت ہے۔

طالب علم اور سفر

مثل مشہور ہے کہ سفر وسیلہ ظفر ہے۔ طالب علموں کے لئے سفر کے چند آداب درج ذیل ہیں:

۱۔ سفر کے وقت مسافر کو رخصت کرنا چاہئے اور خیر و عافیت کی کوئی دعا دینی چاہئے۔ جیسے فی امان اللہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجاہدین کو رخصت کرتے وقت یہ دعا پڑھتے تھے۔

استودع اللہ دینکم و امانتکم و خواتیم اعمالکم (ابوداؤد)

میں تمہارے دین، امانت اور خاتمہ عمل کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

۲۔ سفر کو روانہ ہوتے وقت چار رکعت (نفل نماز) پڑھ لینا چاہئے۔ (مجمع زوائد)

۳۔ سفر صبح سویرے کرنا چاہئے اس سے انسان کا وقت ضائع نہیں ہوتا بلکہ پورا دن کام آ جاتا ہے۔ (ابوداؤد)

ایک معتد بہ مسافت طے کر کے دوپہر کے وقت آرام کیا جا سکتا ہے۔

۴۔ سفر تنہا نہیں کرنا چاہئے ہو سکے تو تین آدمی ساتھ ہوں۔ (ترمذی۔ ابوداؤد)

آجکل بس ٹرین جہاز وغیرہ کے سفر میں تو آدمی تنہا ہوتا ہی نہیں۔ دوسرے مسافروں کا ساتھ نصیب ہوتا ہے۔ اگر ذاتی کار ہو یا پیدل سفر کرنا ہو تو رفیق سفر کا ہونا

بہتر بلکہ ضروری ہے۔ اس سے انسان بہت سے خطرات سے محفوظ رہتا ہے اور اسباب سفر کی حفاظت و نگرانی میں سہولت ہوتی ہے۔

۵۔ جب سفر میں تین آدمی ساتھ ہوں تو ایک کو امیر بنالیں۔ (ابوداؤد)

۶۔ بعض اوقات سفر رات کو کرنا زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ حدیث پاک میں یہ مصلحت بتائی گئی ہے کہ اسطرح مسافت خوب طے ہوتی ہے۔ (ابوداؤد)

۷۔ سفر میں اپنے ساتھیوں کا سردار وہ ہے جو ان کا خدمت گزار ہو۔ جو شخص خدمت میں آگے بڑھ گیا اسکے ساتھی کسی دوسرے عمل کے ذریعے آگے نہیں بڑھ سکیں گے۔ ہاں اگر کوئی شہید ہو جائے تو وہ آگے بڑھ جائے گا۔ (بیہقی)

۸۔ سفر میں جس کے پاس اپنی ضرورت سے زائد چیزیں ہوں تو ان لوگوں کا خیال کرے جن کے پاس اپنا توشہ سفر نہ ہو۔ (مسلم)

۹۔ سفر میں جن لوگوں کے پاس کتا یا گھنٹی ہو ان کے ساتھ (رحمت) کے فرشتے نہیں ہوتے۔ (مسلم)

۱۰۔ جب سرسبزی کے زمانے میں جانوروں پر سفر کرو تو جانوروں کو ان کا حق دے دو جو زمین میں ہے۔ اور جب خشک سالی میں سفر کرو تو رفتار میں تیزی کرو۔ (تاکہ جانور منزل پر پہنچ کر آرام کرے)۔ (مسلم)

۱۱۔ جانوروں کی پشت کو کرسی نہ بناؤ۔ (یعنی ان پر سوار ہو کر کھڑے باتیں نہ کرو)۔ (ابوداؤد)

۱۲۔ جب منزل پر اتریں تو پہلے جانوروں کے کجاوے کھولو بعد میں نماز پڑھو۔ (ابوداؤد)

۱۳۔ جانوروں کے گلوں میں تانت نہ ڈالو کہ اس سے گلا کٹ جانے کا خطرہ ہوتا ہو۔ (بخاری و مسلم)

۱۴۔ جب رات کو جنگل میں پڑاؤ ڈالو تو راستہ میں قیام کرنے سے پرہیز کرو۔ کیونکہ رات کو طرح طرح کے جانور اور کیڑے مکوڑے نکلتے ہیں اور راستہ میں پھیل جاتے ہیں۔ (مسلم)

۱۵۔ جب کسی منزل پر اترو تو سب اکٹھے قیام کرو اور ایک ہی جگہ رہو، دور دور قیام نہ کرو۔ (ابوداؤد)

۱۶۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو چاشت کے وقت مدینہ میں داخل ہوتے اور پہلے مسجد میں دو رکعتیں پڑھتے۔ پھر (کچھ دیر) لوگوں کی ملاقات کے لئے وہاں بیٹھتے۔ (بخاری)
مردوں کو چاہئے کہ اس سنت پر عمل کریں۔

۱۷۔ سفر سے آنے کے ساتھ ہی گھر میں داخل نہیں ہونا چاہئے بلکہ گھر والوں کو تیاری کا موقع دینا چاہئے۔

۱۸۔ اگر کوئی معزز اور محبوب شخص سفر سے آئے تو اس کا استقبال کرنا چاہئے۔ (ابوداؤد)

۱۹۔ سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے تمہیں نیند سے اور کھانے پینے سے روکتا ہے لہٰذا جب وہ کام پورا ہو جائے جس کے لئے گئے تھے تو جلد گھر واپس آجاؤ۔ (بخاری ومسلم)

۲۰۔ اگر سفر سے گھر واپسی کا ارادہ ہو تو اہل خانہ اور دوست احباب کو مطلع کر دینا بہتر ہے۔

طالب علم اور خواب

انسان کی نیند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ فرمایا گیا:

ومن ایاتہ منامکم باللیل

اور (اللہ) کی نشانیوں میں سے ایک تمہارا رات کو سونا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وجعلنا نومکم سباتا وجعلنا اللیل لباسا وجعلنا النھار معاشا

ہم نے نیند کو تمہارے لئے آرام اور رات کو پردہ اور دن کو کاروبار بنایا۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ نیند کے لئے رات کا وقت اور کاروبار زندگی کے لئے دن کا وقت بنایا گیا ہے۔ یہی فطرت انسانی کا تقاضا ہے۔ آرام طلب لوگ دن کو

رات اور عیش پسند لوگ رات کو دن کی طرح گزارتے ہیں۔ جب کہ قلب سلیم رکھنے والے لوگ رات کا کچھ حصہ آرام میں اور آخری حصہ یادالٰہی میں گزارتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا گیا:

کانوا قلیلا من اللیل مایھجعون

تھے وہ رات کو تھوڑا سونے والے۔

لیٹنے اور سونے کے متعلق چند آداب علم کے طالبوں کے لئے درج ذیل ہیں:

۱۔ سونے کے وقت گھر کا دروازہ بند کر لینا چاہئے۔ کھانے پینے کے برتن کو ڈھانک دینا چاہئے۔

۲۔ حدیث پاک میں ہے "بلاشبہ آگ تمہاری دشمن ہے لہٰذا جب سونے لگو تو اسکو بجھا دیا کرو"۔ (بخاری) ایک دوسری حدیث پاک میں ہے کہ جب تم سونے لگو تو چراغ بجھا دو۔ (ابوداؤد)

۳۔ نماز عشاء پڑھنے سے پہلے سونا غفلت کی نشانی ہے۔ نماز عشاء پڑھ کر فضول بات چیت نہیں کرنی چاہئے۔ ضروری کاموں سے فارغ ہو کر جلدی سو جانا چاہئے۔ (ابوداؤد)

۴۔ اگر کاروباری ضرورت ہو یا کوئی دوسرا اہم کام ہو تو نماز عشاء کے بعد جاگنے میں مضائقہ نہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نماز عشاء کے بعد کسی ضروری کام میں مشورہ لینے کی غرض سے حاضر ہوئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بات چیت فرمائی۔ (صحیح مسلم)

۵۔ جب بستر پر جانے لگیں تو اسے جھاڑ لینا چاہئے۔ پھر داہنی کروٹ لیٹنا چاہئے۔ (ابوداؤد)

۶۔ حدیث پاک میں ہے کہ سوتے وقت یہ دعا پڑھیں:

اللھم باسمک اموت واحیی

اے اللہ! میں تیرے نام سے جیتا اور مرتا ہوں۔ (ابوداؤد)

سوتے وقت دایاں ہاتھ رخسار کے نیچے رکھ لیں۔ (بخاری)

۷۔ حدیث پاک میں ہے کہ اس طرح چت نہ لیٹو کہ ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھا ہوا ہو۔ (مسلم)

۸۔ حدیث پاک میں ہے کہ اوندھا ہو کر لیٹنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ (ترمذی)
اس میں طبی نقصان یہ ہے کہ بعض اوقات آنتیں اپنی جگہ سے گر کر الجھ سکتی ہیں۔

۹۔ کسی ایسی چھت پر نہیں سونا چاہئے جس کی منڈیر یا اس پر کوئی اور رکاوٹ نہ ہو۔ (ترمذی) ایسی حالت میں زمین پر گر پڑنے کا اندیشہ ہے۔

۱۰۔ جن لوگوں کے لئے ممکن ہو وہ دوپہر کے وقت قیلولہ کریں۔ اس سے تہجد کے وقت جاگنے میں آسانی ہوتی ہے۔

۱۱۔ حدیث پاک میں ہے کہ جاگتے وقت یہ دعا پڑھی جائے

الحمدللہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور (ابوداؤد)

اس اللہ ہی کے لئے حمد ہے جس نے مرنے کے بعد مجھے زندہ کیا اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

۱۲۔ حدیث پاک میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو کر وضو کرنے لگے تو تین مرتبہ اپنی ناک جھاڑ دے یعنی صاف کرے۔ (بخاری)

۱۳۔ حدیث پاک میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نیند سے بیدار ہو تو اپنا ہاتھ (پانی کے) برتن میں نہ داخل کرے یہاں کہ اسکو تین مرتبہ دھولے۔ کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ رات بھر اسکا ہاتھ کہاں رہا۔ (بخاری)

۱۴۔ حدیث پاک میں ہے کہ جب اپنا پسندیدہ خواب دیکھو تو اس سے بیان کرو جو تم سے محبت رکھتا ہے۔ (بخاری)

۱۵۔ جب برا خواب دیکھو تو تین بار بائیں طرف تھتکار دو اور کسی سے بیان نہ کرو اور کروٹ بدل دو۔ پھر تین بار اعوذ باللہ من الشیطن الرحیم پڑھو۔ اس خواب کے شر سے پناہ مانگو یہ خواب نقصان نہ دے گا۔ (مسلم)

طالب علم کی چھینک اور جمائی

چھینک آنا جمائی لینا اگرچہ معمولی اعمال ہیں مگر شارع علیہ السلام نے اس کے بھی آداب سکھائے ہیں۔ چند ایک درج ذیل ہیں۔

۱۔ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو چاہئے کہ الحمد للہ کہے اور سننے والا جواب میں یرحمک اللہ کہے۔ (بخاری)

چھینک بدن کے لئے ہلکے پھلکے ہونے، مسامات کے کھلنے اور بہت زیادہ نہ کھانے سے آتی ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ چھینک والے کو حکم دیا کہ وہ خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے الحمدللہ کہے۔ جب سننے والا یرحمک اللہ کہے تو پھر چھینکنے والا یھدیکم اللہ ویصلح بالکم کہے۔ (بخاری)

۲۔ چھینک سے بعض اوقات ناک سے بلغم وغیرہ آتا ہے لہٰذا چھینکتے وقت منہ کو ہاتھ یا کپڑے سے ڈھانپ لینا چاہئے۔ مزید برآں چھینک کی آواز کو پست رکھنا چاہئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ تھا۔ (ابوداؤد)

۳۔ انسان کی بعض حالتیں وقار کے خلاف ہوتی ہیں۔ انکو دیکھ کر نا گواری ہوتی ہے مثلاً جمائی لینے میں انسان کا منہ کھل جاتا ہے۔ ''آہا'' یا ''ہاہا'' کی آواز نکلتی ہے۔ چہرے کی قدرتی ہیئت بدل کر ایک مضحکہ خیز شکل پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جمائی شیطان کی جانب سے ہے، جب کوئی اس حالت میں آآ کرتا ہے تو شیطان اس کے پیٹ کے اندر سے اس پر ہنستا ہے''۔ (ترمذی)

۴۔ بعض اوقات شیطان مکھی مچھر وغیرہ کو اس کے منہ میں داخل کر دیتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جب تم کو جمائی آئے تو منہ پر ہاتھ رکھ کر روک دو کیونکہ (اس طرح) شیطان داخل ہو جاتا ہے۔'' (مسلم)

۵۔ پہلا حکم تو یہی ہے کہ جمائی کو حتی المقدور روکیں۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو منہ پر ہاتھ رکھ لینا چاہئے۔ (ترمذی) ''ہاہا'' وغیرہ کی آواز نکالنا خلاف ادب ہے۔

طالب علم اور طہارت

اسلام ایسے ملک میں ظاہر ہوا جہاں پانی نسبتاً کم تھا۔ پھر بھی اس نے طہارت کو نصف ایمان قرار دیا۔ یہ اس بات کی قوی دلیل ہے کہ تہذیب اور شائستگی کی باتوں میں سب سے اہم چیز طہارت ہے۔

۱۔ کپڑوں کو شرعی طور پر پاک صاف رکھنے کا حکم دیا گیا۔ فرمایا:

وثیابک فطھر

اپنے کپڑوں کو پاک رکھ۔

۲۔ پاکیزگی کا اس قدر اہتمام سکھایا کہ اگر پانی میسر نہ ہو یا بیماری کے سبب سے پانی استعمال کرنے میں نقصان کا اندیشہ ہو تو پاک مٹی سے تیمم کرنا چاہئے:

فتیمموا صعیدا طیبا

تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔

۳۔ ہر نماز ادا کرنے سے پہلے باوضو ہونا ضروری قرار دیا۔ وضو درحقیقت ان اعضاء کا دھونا ہے جو عموماً کام کے دوران کھلے رہتے ہیں مثلاً ہاتھ کہنیوں تک، چہرہ، اور پاؤں اور سر کے بال وغیرہ کا مسح ضروری قرار دیا گیا تاکہ یہ بھی الجھے اور پریشان نظر نہ آئیں۔

واذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین.

جب نماز کا ارادہ کرو تو اپنا چہرہ اور بازو کہنیوں تک دھولو۔ اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں دھولو۔

یہ یقینی بات ہے کہ کوئی غیر مسلم دن میں پانچ مرتبہ اپنا چہرہ، ہاتھ پاؤں وغیرہ نہیں دھوتا ہوگا۔ سبحان اللہ دین نے کتنی نظافت کا سبق دیا۔

۴۔ جمعہ کے دن نماز سے پہلے غسل کرنے کو سنت کا درجہ دیا تاکہ لوگ پاک صاف

اور نہا دھو کر جماعت میں شریک ہوں۔ کسی کی گندگی اور بدبو سے دوسرے نمازیوں کو تکلیف نہ ہو۔ پورا مجمع طہارت و پاکیزگی کا نمونہ ہو۔

۵۔ قضائے حاجت اور پیشاب کے بعد استنجا کرنا (عضو خاص و مقام مخصوص سے گندگی دور کرنا) ضروری قرار دیا گیا۔

۶۔ ان احکام سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام میں طہارت اور صفائی کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

ویحب المتطھرین

اور (اللہ) طہارت کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

طہارت سے متعلقہ آداب وسنن درج ذیل ہیں:

۷۔ جب کوئی آدمی سو کر اٹھے تو جب تک تین بار ہاتھ نہ دھولے اس کو پانی کے برتن میں ہاتھ نہ ڈالنا چاہئے۔ معلوم نہیں کہ سوتے میں اس کا ہاتھ کہاں کہاں پڑا ہے۔ (مسلم)

ہاتھوں کی صفائی پر اس لئے زور دیا گیا کہ برتن میں پانی نکالنے میں ناپاک ہاتھ پانی میں بھیگ کر بقیہ پانی کو ناپاک نہ کردے۔ خیال رکھنا چاہئے کہ جب تک ہاتھوں کی طہارت کا یقین نہ ہو اس وقت تک پانی کے برتن میں نہ ڈبوئے جائیں۔

۸۔ دانتوں کی صفائی کے لئے مسواک کرنا سنت ہے۔ حدیث پاک میں ہے "میری امت پر اگر شاق نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا"۔

ایک مرتبہ کچھ لوگ حاضر خدمت ہوئے۔ ان کے دانت صاف نہ ہونے کی وجہ سے زرد تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہارے دانت زرد کیوں دیکھ رہا ہوں؟ مسواک کیا کرو۔ (مسند احمد)

یہ بات اب کوئی ڈھکی چھپی نہیں رہی کہ دانتوں کی گندگی بہت ساری بیماریوں کی جڑ ہے۔

۹۔ عام راستوں اور درختوں کے سایہ میں قضائے حاجت نہیں کرنا چاہئے۔ (ابوداؤد)
اس میں حکمت ہے کہ راستہ چلنے والے مسافروں کو نجاست و گندگی سے تکلیف نہ

ہو۔ ''جب پیشاب کرنے کا ارادہ ہو تو اس کے لئے مناسب جگہ تلاش کرو'' (ابوداؤد)۔
مزید برآں ہوا کے رخ پر نہ بیٹھنا چاہئے۔

۱۰۔ ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا جائز نہیں۔ ایسے پانی میں غسل جنابت بھی نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ اس سے پانی لے کر اس طرح غسل کریں کہ پانی واپس دوسرے پانی میں نہ مل سکے۔
پانی میں پیشاب نہ کرو۔ (بخاری)
غسل کی جگہ پر پیشاب نہ کرو اس سے اکثر وسوسے پیدا ہوتے ہیں۔ (ترمذی)

۱۱۔ کسی سوراخ میں پیشاب نہ کرو۔ (ابوداؤد)
اس میں حکمت یہ ہے کہ کوئی موذی جانور نکل کر نقصان نہ پہنچائے۔ ڈھلوان میں نیچے بیٹھ کر اوپر کی طرف پیشاب نہ کریں۔

۱۲۔ کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرو۔ (ترمذی)
یہ تہذیب ووقار کے بھی خلاف ہے۔ اس میں جسم کے زیادہ برہنہ ہونے اور نظر آنے کے امکانات ہیں۔ مزید برآں کپڑوں پر چھینٹے پڑنے کا خوف بھی ہوتا ہے۔

۱۳۔ پیشاب نرم زمین پر کرنا چاہئے کیونکہ سخت زمین سے پیشاب کے چھینٹے اڑ کر جسم پر پڑ سکتے ہیں۔
حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ شدت احتیاط کی وجہ سے شیشی میں پیشاب کیا کرتے تھے مگر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اتنی سختی کے قائل نہ تھے۔ (مسلم)

۱۴۔ پیشاب پاخانہ کرتے وقت آپس میں باتیں نہ کرو۔ (مسند احمد)

۱۵۔ جب قضائے حاجت کے لئے جاؤ تو پیشاب کے مقام کو دائیں ہاتھ سے نہ چھوؤ، نہ ہی دائیں ہاتھ سے استنجا کرو۔ (مسلم)

۱۶۔ بڑا استنجا تین ڈھیلوں سے کرو۔ (مسلم)
ڈھیلوں کے بعد پانی سے دھو لو۔ (ابن ماجہ)
کوئلہ شیشہ گوبر اور ہڈیوں سے استنجا نہ کرو۔ (ترمذی)

۱۷۔ استنجا کرنے کے بعد اپنے ہاتھوں کو مٹی یا صابن وغیرہ سے دھو لینا چاہئے۔

۱۸۔ بسم اللہ کہہ کر بیت الخلاء میں داخل ہو۔ کیونکہ بسم اللہ جنات کی آنکھوں اور انسانوں کی شرم کی جگہوں کے درمیان آڑ ہے۔ (ترمذی)

۱۹۔ ہفتہ میں کم از کم ایک مرتبہ بالخصوص جمعہ کے دن مسلمانوں پر غسل کرنا، کپڑے بدلنا عطر اور تیل لگانا مستحسن ہے۔ بعض فقہاء نے حدیث کے الفاظ کی وجہ سے اسے واجب قرار دیا ہے۔

۲۰۔ عام حالت میں بھی انسان کو صاف ستھرا رہنا چاہیے۔ ایک بار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے بال بکھرے ہوئے ہیں تو فرمایا کہ کیا اس کے پاس بال ہموار کرنے کا سامان نہ تھا۔ ایک دوسرے شخص کو میلے کپڑے پہنے دیکھا تو فرمایا کہ اسکو پانی نہیں ملتا تھا جس سے وہ اپنے کپڑے کو دھو لیتا۔ (ابوداؤد)

۲۱۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غسل اسی طرح کرتے تھے کہ پہلے دونوں ہاتھ دھو لیتے۔ پھر دائیں ہاتھ سے پانی بہا کر بائیں ہاتھ سے کمر کے نیچے دونوں طرف کا جسم دھو لیتے۔ پھر وضو کرتے لیکن پاؤں نہ دھوتے۔ (ناک اور منہ میں پانی ڈالنے میں مبالغہ فرماتے) پھر سر پر تین بار پانی بہا کر بالوں کی جڑوں کو ملتے۔ پھر سارے جسم پر پانی بہاتے اور آخر میں اپنے پاؤں دھو لیتے۔ (مسلم باب صفۃ الجنابۃ غسل)

۲۲۔ جہاں پانی کی بہتات ہو وہاں صفائی کی نیت سے روزانہ نہالے تو مباح ہے۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆

اہل علم کی طرف
سے
طلبہ کے لیے قیمتی نصائح

تالیف

مولانا محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

ناشر

مکتبۃ الشیخ

۳۴۴/۳، بہادر آباد، کراچی نمبر ۵

جمع فيه المؤلف أسانيد مشائخ ديوبند
إلى الشاه ولى الله الدهلوى ثم منه إلى
أصحاب الكتب الستة وغيرها مع فوائد
ثمينة يحتاج إليها المحدث والطالب .

﴿ تاليف ﴾

المحدث الجليل
مولانا محمد عاشق الٰہی البرنی المظاہری
رحمه الله تعالى

الناشر
مكتبة الشيخ
۳/۴۴۵، بہادر آباد، کراچی نمبر ۵

امام شریعت وطریقت حضرت مولانا محمد شمس الرحمٰن العباسی نقشبندی غفوری دامت برکاتہم

امام وخطیب جامع مسجد غفوری سولجر بازار، کراچی۔

مکتبۃ الشیخ

۳/۴۴۵، بہادر آباد، کراچی نمبر ۵۔